

امام شافعی رحمہ اللہ کے حالات و واقعات، ذات و صفات، تعلیمات
اجتہادات، تصنیفات، فقہی اصطلاحات اور محدثانہ خدمات کا بیان
مع مختصر انتخاب دیوان امام شافعی رحمہ اللہ

حیاتِ امام شافعی رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

تالیف:

کامران اعظم ہمدانی

ترجمہ و تخریج:

نوید احمد ربانی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے



In the Name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

مجلہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اس کتاب کے مجلہ حقوق بحق ادارہ ”بک کارنر شوروم جہلم“ محفوظ ہیں
اس کا کوئی بھی حصہ بغیر اجازت کے شائع کرنا یا کہیں بھی استعمال میں ناشر قانونی ہوگا۔
خلاف ورزی کی صورت میں پبلشر قانونی کارروائی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔
قانونی مشیر: عبدالجبار بٹ (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)



اشاعت :	جنوری 2012ء
نام کتاب :	حیات امام شافعی رحمہ اللہ
مصنف :	کامران اعظم سوہدروی
تصحیح و تخریج :	نوید احمد ربانی
نظر ثانی :	شاہد حمید
ترمیم و اتمام :	سنگن شاہد - امر شاہد
پچھریز ایڈیٹنگ :	ابو امام
پروف ریڈنگ :	ولی اللہ
سرورق :	محمد شکیل طلعت
مطبع :	زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

التماس: اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور ہذا کے مطابق کتاب کی تصنیف، پروف ریڈنگ، پچھریز ایڈیٹنگ، مطبعہ، تصحیح اور جلد بندی میں انتہائی امتیازی کمی ہے۔ تاہم قسطی کا اقبال بہر حال باقی رہتا ہے۔ بشریوں کے نامے اگر سہو غلطی رہ گئی ہو یا صحت و درست نہ ہوں تو ناشر، پروف ریڈرز اور طابع ہر قسم کے سہو پر اللہ غفور الرحیم سے طوع و کرم کے خواست گار ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ کتاب میں اگر کہیں بھی قسطی یا غلطی یا غلطی سے تو زبرد کرم مطلع فرمادیں تاکہ ترمیم و ایڈیشن میں دُرنگی میں لائی جاسکے۔ ادارہ ”بک کارنر جہلم“ کے متعلقین اپنے کرم فرماؤں کے تعاون کیلئے بے حد شکر گزار ہیں۔ (ناشر)

facebook

book corner showroom

website

www.bookcorner.com.pk

email

info@bookcorner.com.pk

amarshahid@gmail.com

امام العصر، ناصر الحدیث، فقیہ الملت
ابو عبد اللہ محمد بن ادیس الشافعی رحمہ اللہ

حیاتِ ایام شافعی

تالیف
کامران اعظم بڑوی

تصحیح و تخریج
نویید احمد ربانی

بک کانسٹورم بالقابل اقبال لائبریری
0544-614977 فون
0544-621953 فیکس
0323-5777931 موبائل
0321-5440882 موبائل
بک کانسٹورم پاکستان

www.bookcorner.com.pk ایمیل: info@bookcorner.com

مسجد امام شافعی رحمہ اللہ



مسجد امام شافعی رحمہ اللہ
کتاب المساجد و ما فیہا

جہا امام شافعی رحمہ اللہ کا قبر و مزار ہے

15

5

بنیاد

”پہلے

زمین پرستی

ہماری طبیعتی عیب

امام شافعی، امام حنفی، امام مالکی، امام احمد بن حنبل

608 ح. بکاتق 211 ،

عبدالحي

تذکرہ صلاح و عیال و بی بی بی بی

یہ عزادار حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے لیے تعمیر کیا۔ آپ نے 150ھ بمطابق 767ء میں غزوہ میں شہید ہوئے۔ 198ھ بمطابق 813ء میں انہوں نے مصر کا سفر کیا اور مسجد مدین حاصر میں معلم کے فرائض سرانجام دیے۔ اس طرح بہت سے مصری علماء کو ان سے استفادہ کرنے کا بہترین موقع ملا۔ آپ مسجد نے 204ھ بمطابق 819ء میں وفات پائی اور اسی مزار میں ابن عبدالجبار کی اولاد کی طرح اقرضہ الصغریٰ میں دفن ہوئے۔ 572ھ بمطابق 1176ء میں صلاح الدین ایوبی مسجد نے امام شافعی مسجد کے مزار کی تعمیر کا ذمہ لیا۔ یہ امام شافعی مسجد کی قبر پر تعمیر ہونے والی پہلی عمارت تھی۔ 574ھ بمطابق 1178ء میں چوٹی کی تعمیر پر کام شروع ہوا جو بعد ازاں مزار پر نصب کیا گیا۔ اسے غیر معمولی جہالت سے کندہ کی گئی تھیں اس سے بایا گیا جن پر قرآنی آیات اور کلمہ سوانح حیات امام شافعی مسجد منقش ہیں۔ مزید یہاں کارنگر کا نام "عبدالجبار" بھی ایوبی دور کے نامی رسم الخط میں درج ہے۔ 608ھ بمطابق 1211ء میں الممالک اکمل ابن العادل کی والدہ کی وفات ہوئی اور انہیں امام شافعی مسجد کے ساتھ دفن کیا گیا۔ ان کے صاحبزادے نے مزار کو احاطہ کیلئے ایک گنبد تعمیر کیا۔ اکمل تعمیر کردہ تیسرے کا ایک بڑا حصہ ابھی تک قائم و دائم ہے۔ جبکہ موجودہ چوٹی گنبد مسجد عمر بن الخطاب اور آرائش نوے دوران بالتربیب کیا گیا۔ جبریل سلطان قایقانی نے 885ھ بمطابق 1480ء میں زوالی مینولک مسجد کو قوش اغوری نے بھی مزار میں تین اور آرائش نوے والی۔ مینولی کورنزی سے تعمیر کردہ چوٹی گنبد تعمیر نو کا ذمہ لیا۔ مزید یہاں انہوں نے لیکن آرائش کندہ دی بھی۔ زوالی جو گنبد اور اندرونی دیواروں کی گئی ہے۔

مزار ایک مربع کی شکل میں ہے جس کی اطراف پندرہ میٹر اور دیواروں کی موٹائی 2.75 میٹر ہے۔ یہ زمین سے تقریباً بیس میٹر بلند ہے۔ زیریں دیواریں پتھر سے تعمیر کی گئی ہیں اور اوپر کا باقی حصہ اینٹوں سے بنایا گیا ہے۔ مزار کی جنوبی دیوار میں تین محرابوں پر مشتمل ہیں جن میں سب سے بڑی وسط میں ہے۔ ان کے کناروں پر سنگ مرمر کے فریم لگے ہوئے ہیں اور ان کے بالائی حصوں کو چبلی کندہ کاری سے سجایا گیا ہے۔ سلطان قاضی ہانی نے چھوٹی دیوار کے مشرقی کونے میں چوتھی محراب کا اضافہ کرایا تاکہ قبلہ کی درست سمت کا تعین کیا جاسکے۔ مزار کا احاطہ کرنے والا گنبد نہایت عالی شان ہے اور اس مزار کو مصر میں موجود عظیم ترین مزاروں میں سے ایک تسلیم کیا جاتا ہے۔ مزار کے فرش پر تعمیر کردہ پیناروں کی بلندی 27 میٹر ہے۔ مربعی شکل کی اندرونی چھت کے چاروں کونوں پر مقرباس سے محرابی شکل کی ساخت تعمیر کی گئی ہے جو مربعی چھت اور گنبد کے درمیان حصے کا کام دیتی ہے۔ مقرباس ٹکڑی سے تعمیر کیا جاتا ہے اور اسے تاریخی رسم الخط کی تحریروں سے مزین کیا جاتا ہے۔ مقرباس سے تعمیر کردہ محرابی ساخت کے دونوں اطراف میں کھڑکیاں ہیں جن میں رنگین شیشے نصب ہیں۔ گنبد دو پرتوں پر مشتمل ہے: اندرونی چبلی پرت اور بیرونی پرت جو سیسے سے ڈھکی ہوئی ہے اور اس کی موجودہ شکل میں تزئین و آرائش سلطان قاضی ہانی نے کروائی تھی۔ مزار کے وسط میں کتبہ ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر اور الملک اکامل کی قبر پر نصب کیا گیا ہے۔

مزار کے سامنے والا بیرونی حصہ تین منزلوں پر مشتمل ہے جن میں سے گنبد بلند ترین ہے۔ گنبد کی برجی پر تانبے کی بنی ہوئی ایک گھنٹی نصب ہے۔ یہ عمارت کا اصلی حصہ ہے اور اس کی موجودگی زیر بحث رہی ہے۔ اس کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر پیش کئے گئے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کھوتروں کے لیے دانہ پانی رکھنے کے لیے ہے جبکہ دیگر کی رائے ہے کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے بے پایاں ملہ کی علامت ہے گویا انہیں ملہ کا سمندر تصور کیا گیا ہے۔ درمیانی منزل زیریں منزل سے تقریباً 70 سینٹی میٹر اندر کی طرف ہٹی ہوئی ہے۔ اس کے بیرونی حصے کو الصالح نجم الدین ایوبی کے مد سے اور قابرہ کی مسجد القمہ کی طرح سجایا گیا ہے۔ زیریں منزل کے بیرونی حصے کی چاروں اطراف میں ایک ایک کھڑکی ہے جن میں قوس کی شکل میں طاق بنائے گئے ہیں۔

ترجمہ سید علی عمران جلا پوری (سی ایس ایس)

(www.discoverislamcart.org) (کراہ)





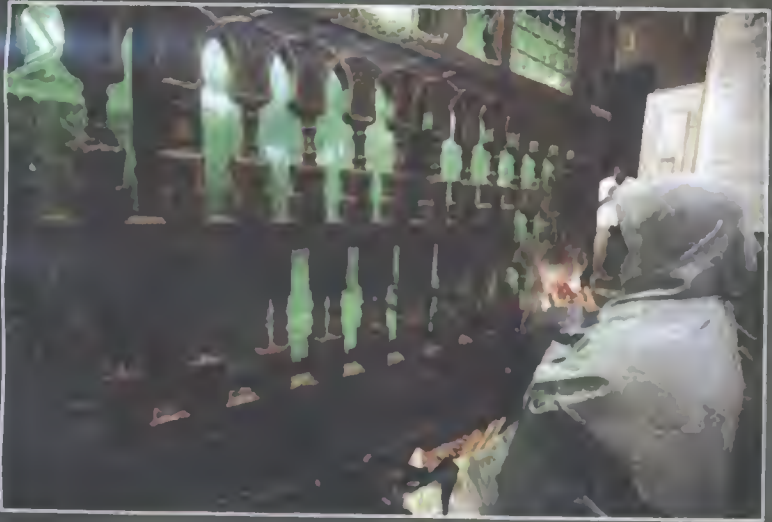
”تم ویسے تو اُس ذات باری تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو مگر پھر اُس کی نافرمانی بھی کرتے ہو، بے شک یہ رد یہ تو غیر منطقی سا ہے، اگر تم اُس کیلئے اپنی محبت میں سچے ہو تو تم اُس کی اطاعت کرو، کیونکہ محبت ہمیشہ ایک محب کا اپنے محبوب کی اطاعت کا نام ہے۔“
(روایان امام شافعی رحمہ اللہ)



شاہد (مصر) میں مسجد امام شافعیؒ کے مطابق آپ کا مزار مبارک



حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا اندرونی کا منظر



حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر زائرین فاتحہ خوانی کرتے ہوئے

1874

فہرست

19	مقدمہ
23	باب ۱..... حیات امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ

23 نام و نسبت

25 سن و جائے ولادت

26 اللہ عز و جل کی عنایت

26 بچپن

27	باب ۲..... حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعلیم و تربیت کے میدان میں
----	---

27 مکہ سے حصول علم کا آغاز

29 مکہ سے مدینہ کی طرف

30 امام مالک رحمہ اللہ کی مجلس درس میں

30 درس حدیث کے طریقے اور آداب

32 امام مالک رحمہ اللہ سے فتویٰ کی سند

33 امام شافعی رحمہ اللہ کا تعامل بالکتاب والسنة سے متعلق ایک واقعہ

34 امام مالک رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد

35 مکہ آمد

- 35 یمن کا سفر اور وہاں کی امارت
- 35 نجران کے عامل کا عہد
- 36 شعار عدل
- 37 اہل علم کا رویہ
- 37 والی یمن سے آن بن
- 37 شیعوں علویوں کی حمایت کا الزام
- 38 ہارون الرشید کے عتاب سے نجات
- 39 بغداد میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی مجلس درس میں
- 41 امام محمد رحمہ اللہ کی شاگردی پر فخر
- 42 امام محمد رحمہ اللہ کی نظر میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مقام
- 42 فقہ مالکی سے غیر معمولی تاثر
- 43 بغداد سے دوبارہ مکہ کی طرف روانگی
- 44 مکہ میں فقہ جدید کا احیاء
- 45 مکہ سے بغداد آمد
- 45 دوبارہ بغداد سے مدینہ میں روانگی
- 45 تیسری بار مکہ سے بغداد روانگی
- 46 مصر میں قیام
- 46 امام شافعی رحمہ اللہ کا ذریعہ معاش
- 47 امام شافعی رحمہ اللہ کے ازواج و اولاد

باب ۳..... حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے اساتذہ کا اجمالی تعارف

49 مسلم بن خالد زنجی رحمہ اللہ فقہ مکہ

- 49 امام و پیشوا فضیل بن عیاض ہر بوعی مروزی رحمہ اللہ
- 49 محدث حرم امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ
- 51 امام دارالہجرۃ شیخ الاسلام مالک بن انس رحمہ اللہ
- 52 وکیع بن جراح رواسی کوفی رحمہ اللہ
- 52 امام عبداللہ بن مبارک مروزی رحمہ اللہ
- 52 معدودے چند شیوخ کے نام

باب ۴..... حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے تلامذہ کا اجمالی تعارف

- 54
- 55 امام حمیدی رحمہ اللہ
- 55 حرملہ بن یحییٰ رحمہ اللہ
- 56 سلیمان بن داؤد رحمہ اللہ
- 56 حسن بن محمد زعفرانی رحمہ اللہ
- 57 اسماعیل بن یحییٰ مزنی رحمہ اللہ
- 57 ابراہیم بن خالد ابوثورکلبی بغدادی رحمہ اللہ
- 58 الحافظ العلامة یونس بن عبد الاعلیٰ مصری رحمہ اللہ
- 59 ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل مرادی رحمہ اللہ
- 59 ابوبکر الحمیدہ رحمہ اللہ
- 59 ابوبکر محمد بن ادريس رحمہ اللہ
- 59 ابوالولید موسیٰ بن ابی الجارود رحمہ اللہ
- 60 ابوعلیٰ الحسین بن علی انکراہیسی رحمہ اللہ
- 60 یوسف بن یحییٰ قریشی رحمہ اللہ
- 61 امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

63

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ

64

شیخ ابوالعباس احمد بن سراج رحمہ اللہ

65

باب ۵..... حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی تصانیف کا اجمالی تعارف

65

امام شافعی رحمہ اللہ کا اسلوب تحریر

66

امام شافعی رحمہ اللہ کا انداز تصنیف

68

امام شافعی رحمہ اللہ نے زیادہ کتب بغداد میں لکھیں

68

امام شافعی رحمہ اللہ کا فن تحقیق

69

امام شافعی رحمہ اللہ کی قدیم و جدید کتب

69

کتب امام شافعی رحمہ اللہ کی دو اقسام

70

امام شافعی رحمہ اللہ نے چار سال میں کتنا تصنیفی کام کیا

70

تصانیف کا شمار یاتی و تحقیقی جائزہ

71

احکام القرآن

82

مسند الامام الشافعی (کتاب السنن)

84

کتاب الرسائل

85

کتاب الأم

90

دیوان امام شافعی رحمہ اللہ

97

باب ۶..... حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بطور محدث خدمات

97

حدیث مرسل و مرسل خفی کا اصول

98

مرسل خفی

98

اصول نسخ و منسوخ

100

نسخ کے حدود و قیود

- 100 موقوف۔ منقطع، معلق اور تدلیس کی وضاحت
- 101 خبر آحاد کی صراحت
- 101 حدیث کے ظاہری معنی پر محمول
- 101 فن اسماء الرجال کا اصول
- 102 شاہد حدیث
- 102 دو حدیثیں اور امام شافعی رحمہ اللہ
- 104 امام شافعی رحمہ اللہ کے محدث ہونے پر دلائل
- 106 امام شافعی رحمہ اللہ کے علم حدیث پر تنقیدی دلائل اور ان کا رد
- 109 طبقات الشافعی

111	باب ۷..... فقہ امام شافعی رحمہ اللہ کا تفصیلی جائزہ
-----	---

- 111 تاریخی پس منظر
- 111 امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں فقہ کا مفہوم
- 112 امام شافعی رحمہ اللہ اور علم اصول فقہ
- 113 فقہ شافعی رحمہ اللہ کے مآخذ و مصادر پر مباحثہ
- 113 علم فقہ کے مراتب خمسہ
- 115 طبقات علم فقہ کی تفصیل
- 115 الکتاب والسنت
- 115 کتاب وسنت پہلو بہ پہلو کیوں؟
- 117 امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں سنت کا مفہوم
- 118 فقہ شافعی رحمہ اللہ کا مصدر ازل قرآن
- 118 کُلّی شریعت

- 119 بیان قرآن کی دو قسمیں
- 119 امثال و شواہد اور ان کے احکام
- 120 لعان کا واقعہ عہد نبوی ﷺ میں
- 121 آیات صوم کے اجمال کی تفصیل
- 122 اقسام ثلاثہ میں سے پہلی قسم
- 123 احتمال و تعارض کی صورت میں
- 124 قرآن میں عام و خاص
- 124 عام کی تین قسمیں
- 124 چند قرآنی مثالیں
- 127 تین بے حد اہم مسئلے
- 129 شوافع اور احناف کا نقطہ اختلاف
- 129 مطلق و مقید
- 130 امر و نہی
- 130 صریح و کنایہ
- 131 قرآنی عربی پر امام شافعی رحمہ اللہ کے دلائل
- 131 قرآن میں عجی کلمات
- 131 دلائل امام شافعی رحمہ اللہ
- 132 قرآن کے عجی الاصل الفاظ
- 132 قرآن خود کہتا ہے
- 133 ہر مسلمان کے لیے عربی سیکھنا واجب ہے
- 134 فقہ شافعی رحمہ اللہ کا مصدر دوم ”السنت“

- 135 منکرین حدیث
- 136 سنت (حدیث) قرآن کی کلید ہے
- 136 خبر آحاد
- 137 منکرین حدیث کی قسمیں
- 137 ایمان بالرسول ﷺ
- 138 کتاب و حکمت
- 139 اطاعت رسول اللہ ﷺ
- 140 حجت لازم
- 142 رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے
- 142 تبلیغ رسالت کا حکم
- 144 قرآن سے تائید
- 145 اخبار آحاد کی حیثیت
- 145 قیاس بھی ایک دلیل ہے
- 146 ایک اور دلیل
- 146 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اخبار آحاد
- 148 حجیت خبر آحاد
- 149 قرآن اور خبر آحاد
- 150 اہم شرائط
- 150 حدیث مرسل
- 151 سنت سے حرام و حلال کی توضیح
- 153 سنت سے وضو کی توضیح

- 154 سنت کتاب اللہ کی تابع
- 155 سنت کے نسخ پر بحث
- 157 اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
- 158 اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسلک شافعی رحمہ اللہ
- 160 ثلاثہ قروء کی تفسیر
- 160 ردِ حصص (وراثت) میں اختلاف
- 161 سگے اور علاقائی بھائیوں کے ساتھ دادا کی وراثت کا مسئلہ
- 163 فقہ شافعی رحمہ اللہ کا مصدر ”اجماع“
- 163 اجماع سکوتی
- 165 حجیت اجماع
- 167 اجماع کے مسائل
- 168 اجماع بطلان کے دو پہلو
- 170 امام شافعی رحمہ اللہ اور اجماع اہل مدینہ
- 172 قیاس
- 173 قیاس کی تعریف
- 173 دلالت قیاس کی توضیح
- 174 قیاس اور علوم ظاہر و باطن
- 175 قیاس اور علم ظاہر
- 176 قیاس اور نص کا تقابلی جائزہ
- 178 قیاس شبہ کی امثلہ
- 181 حجیت قیاس

- 181 عدم قیاس کے دلائل
- 183 قیاس میں اجتہاد کے اصل مصادر
- 184 مجتہد کی شرائط
- 185 امتحان
- 185 امتحان کی تعریف
- 186 امتحان کی اقسام
- 190 حجیت امتحان
- 191 امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں امتحان کی حیثیت
- 193 استصلاح (مصالحِ مُرسلہ)
- 193 تعریف
- 194 حجیت استصلاح
- 194 استصلاح کے بارے میں تین گروہ

196

باب ۸..... امام شافعی رحمہ اللہ کے اوصاف علم و فن

197

علم اللغت

197

علم نجوم

197

علم الکلام

199

علم طب

200

علم شعر

200

علم فراست

202

علم تاریخ

203

علم المغازی

203	علم اصول فقہ
204	علم شریعت
206	علم عامہ اور علم خاصہ کے مابین حد فاصل
206	امام شافعی رحمہ اللہ کا فن شعر و سخن
207	فی البدیہہ اشعار کی مہارت
208	اشعار میں حکمت کے جواہر
209	اہل بیت کی مدح
210	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عقیدت
211	نیکی کے بیان میں
211	حسد کے بیان میں
211	توکل کے بیان میں
212	مصائب پر صبر کے بیان میں
212	محنت کے بیان میں
212	اخوت کے بیان میں
213	لا لچ کے بیان میں
214	شرافت کے بیان میں
214	دُنیا کے بیان میں
214	نصیب کے بیان میں
216	باب ۹..... امام شافعی رحمہ اللہ کے مناظرات
216	یتیم کے مال پر زکوٰۃ کے متعلق مناظرہ
218	روزہ کی قضا پر مناظرہ

- 218 ترک نماز پر کفر کے متعلق مناظرہ
- 218 پاک دامن عورت پر تہمت اور نماز پر مناظرہ
- 219 مقام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر مناظرہ
- 219 مکہ مکرمہ کے مکانوں کے کرایہ وصول کرنے پر مناظرہ
- 221 نماز کا آغاز فرض سے ہوتا ہے یا سنت سے، اس پر مناظرہ
- 221 امام شافعی رحمہ اللہ کے اخلاقی محاسن
- 222 قناعت
- 222 سخاوت
- 224 تواضع
- 225 بزرگوں کا ادب و احترام
- 225 جھوٹ سے نفرت
- 225 نرم خوئی

226	باب ۱۰..... امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلدین (شوافع) کا عصری جائزہ
-----	--

- 226 شوافع مصر میں
- 227 شوافع عراق میں
- 228 شوافع فارس میں
- 228 شوافع مغرب اقصیٰ اور اندلس میں

230	باب ۱۱..... امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات
-----	--

- 230 وجہ وفات
- 231 قریب المرگ
- 232 وقوع وفات

مرثیہ

233

234

باب ۱۲..... امام شافعی رحمہ اللہ کے فضائل و مناقب

234

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

235

ابوعبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ

235

حسن بن محمد زعفرانی رحمہ اللہ

236

مسلم بن خالد زنجی رحمہ اللہ

236

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ

236

امام مالک بن انس رحمہ اللہ

236

محمد بن اسحاق خزیمہ رحمہ اللہ

236

ابوثور رحمہ اللہ

237

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ

237

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ

237

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ

237

ابوداؤد رحمہ اللہ

237

ابوحاتم رحمہ اللہ

237

ربیع بن سلیمان مرادی رحمہ اللہ

238

امام ذہبی رحمہ اللہ

238

داؤد بن علی الظاہری رحمہ اللہ

239

☆..... مآخذ و مراجع

مَقْلَدَاتُ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ النبی الکریم امام بعد

عزیز کامران اعظم سوہدروی صاحب کی تازہ ترین کتاب ”حیات امام شافعی رحمہ اللہ“ دیکھی۔ ماشاء اللہ عمدہ کاوش ہے۔ اس موضوع پر زیادہ کتب نہیں ہیں اور اس کی غالباً بڑی وجہ یہ ہے کہ پاک و ہند میں شافعی مسلک لوگ نہ ہونے کے برابر ہیں، بخلاف احناف کے۔ اہلحدیث مسلک چونکہ تقلیدی پابندیوں سے آزاو ہے اس لئے اعیان اہلحدیث کی بھی عنان توجہ ادھر نہیں مڑی۔ کسی امام کی شہرت کا باعث اس کے تلامذہ ہوتے ہیں یا مقلدین لیکن برصغیر میں امام شافعی رحمہ اللہ ان ”وکلاء“ سے کافی حد تک محروم رہے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کے مسلک کے نہ یہاں مدارس ہیں نہ مقلدین نہ پرچار۔ یہ عزیز موصوف نے بڑی ہمت کی اور بڑی ہی مستعدی سے کام کیا۔ چند ماہ قبل اس موضوع پر تبادلہ خیال کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً اڑھائی سو صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب تیار کر کے لے آئے۔ یہ کارنامہ دیکھ کر بندہ کو یہ شعر یاد آ گیا ہے۔

اولوالعزم دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں

سمندر چیر دیتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

موصوف چاروں ائمہ فقہ کو بگاہ احترام دیکھتے اور ایک سا خادم قرآن وسنت سمجھتے ہیں اور چاروں سے اکتساب فیضان کرنا اپنا علمی حق سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک حق قرآن وسنت میں دائر ہے۔ وہ سب ائمہ کرام کی علمی کاوشوں سے استفادہ کرتے ہیں مگر اپنی گردن میں جو اصراف اللہ اور رسول ﷺ کا ڈالتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر ایک کی اطاعت مشروط ہوگی مگر اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت غیر مشروط ہوگی۔ ان کے مطابق غیر نبی سے اپنی علمی رفعت اور فقیہی عظمت کے باوجود خطا کا امکان بلکہ وقوع و صدور ہوا ہے لیکن نبی مکرم ﷺ سے ایسا ممکن نہیں۔ یعنی کسی بھی امام و فقیہ سے اپنی محدثانہ جلالت اور فقیہانہ بصیرت کے باوجود غلطی کا صادر ہونا

ناممکن نہیں بلکہ یہ ہوتا رہے گا۔ مگر جن نفوس قدسیہ سے غلطی کا وقوع نہیں ہوتا وہ انبیائے کرام رحمہم اللہ ہیں اور ان سب کے سردار و سر تاج فخر کائنات حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نہ صرف معصوم ہیں بلکہ معصوموں کے سردار ہیں۔ لہذا انصوص قرآن و سنت کی موجودگی میں اقوال و آراء کے تتبع اور اتباع کی ضرورت نہیں رہتی۔

کامران اعظم سوہدروی صاحب نے ”حیات امام شافعی رحمہ اللہ“ تالیف فرمائی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کو دوسرے ائمہ عظام رحمہم اللہ سے تعلق خاطر نہیں، آپ کو ان سے بھی ایسا ہی تعلق خاطر ہے جس طرح حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے ہے لیکن چونکہ برصغیر میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے حالات زندگی پر بہت کم قلم اٹھایا گیا ہے، لہذا آپ نے اس کتاب کو ترجیح دی۔ موصوف نے کتاب ہذا میں حضرت الامام کے کوائف و حالات کے ساتھ بوقلموں عنوانات پر روشنی ڈالنے کے علاوہ اختلافات پر خاطر خواہ تبصرہ کیا ہے۔ خصوصاً آپ کی حدیثی خدمات پر تبصرہ فرمایا ہے۔ باوجودیکہ کتاب کسی حد ضخیم ہے مگر اس کے مطالعہ میں بوریت یا اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت فرمائے۔ آمین!

محمد ادریس فاروقی

چیف ایڈیٹر ”ماہنامہ ضیائے حدیث“
سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ

حیات امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسبت:

جل علم، ملترم السنۃ امام شافعی کا نام محمد اور کنیت ابو عبد اللہ ہے (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۷۷) اور لقب ناصر الحدیث ہے۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں: ”سمعت ببغداد فاصغر الحدیث“..... اپنے جد اعلیٰ شافع کی نسبت شافعی کہلائے جو صغار صحابہ میں سے تھے۔ ان کے والد سائب بن یزید رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کے ساتھ تھے، اسی روز اسلام قبول کیا۔

پورا سلسلہ نسب یوں ہے: محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم، بن عبد مناف بن قصی، قرشی مطلبی، سائب بن عبید ہے۔ سائب کا بیٹا شافع ابن السائب تھے۔ (الہدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۳)

ساتویں پشت پر جا کر سلسلہ نسب حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔ نسبی اعتبار سے اس سے زیادہ شرافت نسبی کیا ہو سکتی ہے۔ علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے آپ کی والدہ کو ”ہاشمیہ“ کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کی والدہ قبیلہ ”ازد“ سے تھیں۔ جو یمن کا ایک ممتاز و مشہور قبیلہ ہے۔ (الہدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۳) ”تواری التامیس“ صفحہ ۴۶۔ حاکم نے بسند صحیح وضاحت کی ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ بروایت داؤد بن علی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حارث نے بیان کیا کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے چچا کے لڑکے اور خالہ کے لڑکے ہیں۔ امام صاحب کا اشارہ اس جانب ہے کہ آپ کے دادا کے باپ سائب کی والدہ شفا بنت ارقم بن ہاشم کی والدہ خلدہ بنت اسد بن ہاشم، حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم والدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں۔ اس لحاظ سے فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام صاحب کی دادی کی خالہ ہوئیں بدیں وجہ امام صاحب کی والدہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خالہ کہنا مجازاً صحیح ہے۔

دوھیال کی طرف سے آپ کا نسب ممتاز ترین ہے۔ یعنی قریشی ہاشمی مطلبی ہیں۔ آپ والد اور یس بن عباس ”مدینہ منورہ“ کے قریب ایک قصبہ ”تبالہ“ کے رہنے والے تھے۔ پھر مدینہ چلے آئے۔ معاشی کشمکش کی وجہ سے شام پہنچے اور عقلمان میں سکونت پذیر ہوئے۔ امام صاحب کے جد امجد شافع اور ان کے والد سائب دونوں صحابی تھے۔

(سیرت امام شافعی ص ۱۳-۱۲)

”الاصابہ فی معرفة الصحابہ“ مصری جلد اول ص ۱۱..... میں کچھ یوں درج ہے۔ سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد مناف مطلبی امام شافعی رحمہ اللہ کے دادا ہیں۔ خطیب نے بغیر سند کے امام شافعی کے تذکرہ میں بیان کیا ہے کہ بدر کے معرکہ کے سلسلے میں سائب ایمان لائے یہ مشرکین کے ساتھ بنی ہاشم کے علمبردار تھے۔ یہ گرفتار ہوئے انہوں نے اپنا زرفدیہ ادا کیا۔ پھر اسلام لائے ابن کلبی نے ذکر کیا ہے کہ یہ محمد ﷺ کے ہم شبیہ تھے۔ امام حاکم نے مناقب امام شافعی رحمہ اللہ بطریقہ ابی محمد احمد بن محمد بن عبد اللہ بن العباس بن عثمان بیان کیا ہے کہ سائب بن عبید رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آؤ ہم لوگ چلیں اور سائب بن عبید رضی اللہ عنہ کی عیادت کریں۔ چونکہ وہ قریش کے سربراہ و درہ فرد ہیں اور نبی کریم ﷺ کے پاس جب سائب رضی اللہ عنہ لائے گئے تو آپ ﷺ نے سائب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا یہ میرے بھائی ہیں۔ بیہقی نے اس کو روایت کرنے کے بعد فرمایا ہے۔ سائب بن عبید صحابی ہیں اور ان کے بیٹے شافع صحابی ہیں اور ان کے بھائی عبد اللہ بن سائب صحابی ہیں۔

(الاصابہ جلد اول ص ۱۱/ سیرت امام شافعی ص ۱۳)

مناقب الشافعی للبیہقی میں امام شافعی کا شجرہ نسب کچھ یوں درج ہے جو رسول

اللہ ﷺ تک جاتا ہے۔

باب ماجاء فی نسب الشافعی اخبرنا محمد بن عبد اللہ الحافظ و یحیی بن ابراہیم و محمد بن الحسین و احمد بن الحسن قالوا: حدثنا ابو العباس : محمد بن یعقوب، حدثنا الربیع بن سلیمان حدثنا الشافعی :

محمد بن اور یس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ہمیسع۔

(مناقب الشافعی للبیہقی ص ۷۶)

سن و جائے ولادت:

امام شافعی رحمہ اللہ ماہ رجب ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مولد کے تعین میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح ترقول یہ ہے کہ آپ کا مولد مقام غزہ ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۷)

جو ”بیت المقدس“ سے بہت قریب واقع ہے۔ مورخ ابن خلکان اور حافظ ابن عبد البر نے اسی قول کو اصح قرار دیا ہے۔ دوسرے قول میں ”عسقلان کو امام شافعی رحمہ اللہ کی پیدائش بتلایا گیا ہے لیکن درحقیقت ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ غزہ اور عسقلان دونوں فلسطین کے سرحدی علاقے ہیں اور پاس ہی پاس واقع ہیں۔ چنانچہ غزہ سے عسقلان کا فاصلہ تین فرسخ ہے۔ عسقلان شہر ہے اور غزہ اسی کا ایک نواحی قریہ ہے۔ اس لئے عسقلان کی طرف انتساب یا تو مجاز آیا ممکن ہے ولادت غزہ میں ہوئی ہو اور پھر ان کی والدہ نومولود کو لے کر عسقلان منتقل ہو گئی جہاں آپ نے نشوونما پائی۔ (نجم الادب جلد ۳ ص ۲۶۸ / سیر الصحابہ جلد ۹ ص ۳۱۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ان دونوں روایات میں جمع و تطبیق کی یہی صورت نکالی جو بالکل قرین قیاس ہے۔ جو قریہ جات شہر کے قریب ہوتے ہیں۔ ان کے باشندے عام طور پر شہر کی جانب منسوب ہیں۔ امام شافعی کے قول:۔ www.KitaboSunnat.com

”میں غزہ میں پیدا ہوا اور پھر میری والدہ مجھے عسقلان لے گئیں“ (تواریخ ابن حجر ص ۲۹ / سیر الصحابہ جلد ۹ ص ۱۲) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ امام صاحب سے ایک اور روایت یہ بھی منقول ہے کہ: ”میری ولادت یمن میں ہوئی پھر میری والدہ کو میرے شرف کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوا تو مجھے دس سال کی عمر میں مکہ لے آئیں“ (حوالہ ایضاً)

حافظ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس قول کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے قبیلہ یمن مراد ہو سکتا ہے۔ جبکہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسے احمد بن عبد الرحمن رحمہ اللہ راوی کا دہم قرار دیا ہے۔ دراصل میں ”ولدت“ سے مراد ”نشأت“ ہے۔ یعنی میری نشوونما یمن میں ہوئی۔ یا قوت حموی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ”اس کی تاویل محققین نے یہ کی ہے کہ یمن سے مراد وہ سرزمین ہے۔ جہاں یمنی قبائل آباد ہو گئے ہوں اور غزہ عسقلان کی کل آبادی یمنی قبائل پر مشتمل تھی۔ اگر مذکورہ بالا روایت صحیح ہے تو اس کی یہی تاویل میرے نزدیک احسن ہے۔ (نجم الادب جلد ۶ ص ۳۶۸)

دوران حمل آپ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ گویا مشتری ستارہ آپ کے بطن سے نکل

کر مصر میں جا کر ٹوٹ گیا ہے۔ پھر ہر شہر میں اس کے مکڑے گرے ہیں۔ (الہدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۳۰۔ ۶۳/۷ تاریخ ابن خفکان)

اللہ عز وجل کی عنایت:

تمام راویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحب کا سال ولادت ۱۵۰ھ ہے۔ اسی سال امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تھا۔ گویا یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس سال ایک امام (امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ) نے وفات پائی اسی سال ایک دوسرے امام (امام شافعی رحمہ اللہ) عالم وجود میں آگئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ (امام شافعی ص ۲-۴۱)

بچپن:

آپ رحمہ اللہ چھوٹے ہی تھے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے اور آپ کی والدہ آپ کو دس سال کی عمر میں مکہ لے گئیں تاکہ آپ کا نسب ضائع نہ ہو۔ آپ نے وہیں نشوونما پائی۔ (الہدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۶۳/۷) اس علاقہ میں رہے پھر بعد میں اپنے قبیلہ ازد و نواح یمن کا سفر کیا اور آپ نے اپنے ماموں کے پاس کامل آٹھ سال گزارے وہیں آپ نے سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا اور دس سال کی عمر میں موٹا امام مالک کو حفظ کیا۔

(تواریخ التمیم/سیرت شافعی ص ۵-۱۳)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا: آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”اے لڑکے“۔ جب میں آپ ﷺ کے قریب پہنچا آپ نے اپنا لعاب دہن میری زبان پر ہونٹوں پر اور منہ میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا جا خدا تجھ پر برکت نازل فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں، میں نے اسی عمر میں نبی ﷺ کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھاتے دیکھا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو تعلیم دیتے رہے۔ پھر میں بھی آپ ﷺ کے قریب پہنچا اور آپ ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی کچھ سکھائیے۔ آپ ﷺ نے اپنی آستین سے میزان (ترازو) نکال کر عطا کیا اور فرمایا تیرے لئے میرا یہ عطیہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک معتبر سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ اس نے کہا کہ تم دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ کی نشر و اشاعت میں امام بنو گے۔

(اکمال ص ۴۱/سیرت شافعی ص ۱۵)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعلیم و تربیت کے میدان میں

امام شافعی رحمہ اللہ کی نشوونما ایک غریب گھرانے میں ہوئی باپ کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ ماں کی آرزو یہ تھی کہ بچہ اپنے خاندان و تبار کی خصوصیات ضائع نہ کر دے۔ روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی تربیت ایسی عمدہ ہوئی کہ بچپن ہی سے انہیں حفظ کا شوق پیدا ہو گیا۔ ذکاوت و ذہانت قدرت کا عطیہ تھی۔ سب سے پہلے انہوں نے حفظ قرآن شروع کیا یہیں سے ان کی ذکاوت و ذہانت اور سرعت حافظہ کی خصوصیات کا اظہار ہوا۔ چنانچہ بہت جلد وہ حافظ قرآن ہو گئے۔ حفظ قرآن کے بعد وہ حفظ حدیث پر متوجہ ہوئے۔ حصول حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق انہیں بے تاب رکھتا تھا۔ حالت یہ تھی کہ کوئی حدیث سنی اور ازبر ہو گئی۔ پھر کبھی اسے کپڑے پر لکھ لیتے تھے۔ کبھی کھال پر کبھی کوئی بیاض تیار کر لیتے اور اس کے اوراق پر جو کچھ یاد کرتے قلمبند کر لیتے۔ (مناقب الشافعی للرازی) امام شافعی ص ۴۷

جب آپ رحمہ اللہ کی عمر دس سال ہو گئی تو آپ کی والدہ نے آپ کو مکہ مکرمہ میں آپ کے چچا کے پاس بھیج دیا تاکہ آپ شہر میں رہ کر علم انتساب حاصل کریں۔

مکہ سے حصول علم کا آغاز:

امام صاحب نے ”مکہ مکرمہ“ میں مکتب سے تعلیم کی ابتدا کی اس کے بعد مدینہ منورہ میں علم حاصل کیا۔ مکہ مکرمہ ہی میں تیر اندازی، شہ سواری کے ساتھ مکتبی تعلیم کے بعد قبیلہ ”بنی ہذیل“ میں رہ کر عربیت اور اشعار عرب میں مہارت حاصل کی۔ اسی کے ساتھ اپنے چچا ”محمد بن شافع“ اور ”مسلم بن خالد نخعی رحمہ اللہ“ وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا۔ (سیرت ابن ابی ریحہ (۴) ص ۱۴۳)

اسکے علاوہ محمد بن علی رحمہ اللہ، عبدالعزیز مدشون رحمہ اللہ، اسماعیل بن جعفر رحمہ اللہ، ابراہیم ابی یحییٰ رحمہ اللہ اور دوسرے بہت سے لوگوں سے حدیث کا سماع کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۲۷۷)

آپ رحمہ اللہ، علی بن مدینی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور حافظ ابن المفضل رحمہ اللہ کے چار طبقات میں سے چوتھے طبقہ کے رجال سے تعلق رکھتے ہیں۔ (ایضاً) امام صاحب اپنی طالب علمی کا حال بیان کرتے ہیں کہ میں یتیم تھا۔ والدہ میری کفالت کرتی تھیں۔ میرے پاس معلم کی خدمت کے لئے رقم نہیں تھی۔ مگر ایسی صورت پیدا ہو گئی کہ معلم اس کے بغیر پڑھانے پر راضی ہو گیا۔ وہ بچوں کو جو سبق دیتا تھا میں زبانی یاد کر لیا کرتا تھا اور اس کی عدم موجودگی میں میں بچوں کو پڑھایا کرتا تھا۔ میری اس بات سے معلم بہت خوش ہوا اور مجھے مفت تعلیم دینے پر راضی ہو گیا۔ جبکہ مناقب الامام الشافعی ص ۱۱۶ اور مفتاح السعادة جلد ۲ ص ۸۹ میں کچھ یوں درج ہے کہ: بقول امام رازی رحمہ اللہ جب وہ مکتب میں گئے تو معلم نے بے مانگی کی بنا پر پڑھانے سے انکار کر دیا۔ خود امام صاحب فرماتے تھے کہ میں اتنا غریب تھا کہ کاغذ تک خریدنے کی قدرت نہ تھی اس لئے ہڈی لے کر اس پر لکھا کرتا تھا، لیکن یہ تمام مشکلات و مواقع کی راہ ترقی میں مانع نہ ہو سکے۔ وہ معلم کی بے اعتنائی کے باوجود مکتب میں بیٹھے رہے اور استاد بچوں کو جو اسباق پڑھاتا اسے زبانی یاد کر لیتے اور پھر ہڈیوں پر لکھ لیتے۔ (الواقع الاوار جلد اول ص ۴۲/سیر الصحابہ جلد نم ص ۳۱۶) یہاں تک کہ اس نے جو کچھ بھی طلبہ کو پڑھایا، امام صاحب نے سب یاد کر لیا اور اپنی ذہانت سے صرف سات سال کی عمر میں پورا کلام پاک حفظ کر لیا۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۲۷۷)

آپ نے اسماعیل بن قسطنطین کو عن شبل عن ابن کثیر عن مجاہد عن ابن عباس عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل علیہ السلام عن اللہ عز وجل قرآن سنایا۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۶۴) فقہ میں بھی ید طولی پیدا کیا۔ فقیہ مکہ مسلم بن خالد زنجی رحمہ اللہ کی خدمات میں حاضر ہو کر ان کے چشمہ علم سے سیرابی حاصل کی اور فقہ میں اتنا کمال پیدا کیا کہ ان کے شیخ نے پندرہ ہی سال کی عمر میں یہ کہہ کر ”فتویٰ نویسی“ کی اجازت دے دی کہ افتا یا ابا عبد اللہ فقد ان لك ان تفتی (طبقات الفقہاء الشیخ از ص ۴۹/سیر الصحابہ جلد نم ص ۳۱۶) ”اے ابو عبد اللہ تم فتویٰ دے سکتے ہو۔ یہ ذمہ داری تمہیں سجتی ہے۔“

مکہ میں آپ رحمہ اللہ نے مسلم بن خالد زنجی رحمہ اللہ کے علاوہ مشہور محدث سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے استفادہ کیا تھا کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے علم و فضل کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے کہ هذا افضل من فتيان اهل زمانه اور جب کوئی تفسیر مسئلہ یا فتویٰ آجاتا تو امام شافعی کی

طرف رخ کر کے فرماتے کہ ان سے دریافت کرو۔ بلاشبہ آپ نے فقہ و حدیث میں کمال حاصل کر لیا اور اس مرتبے پر پہنچ گئے کہ مسند افتاء پر جلد متمکن ہو گئے لیکن ان کی ہمت عالی اس حد پر قانع نہ ہو سکی۔ کیوں کہ سچ پوچھیے تو علم حدود اور اقطار سے ماوراء ہے۔ چنانچہ ان کے کانوں میں امام مدینہ (امام مالک رحمہ اللہ) کا نام پڑا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا شہرہ چار سو تھا۔ دُور دُور سے قطع منازل کرتے ہوئے لوگ ان کی خدمت میں آتے تھے اور کسب فیض کرتے تھے۔ (امام شافعی ص ۴۹) مدینہ کی درس گاہ میں ہر روز امام مالک رحمہ اللہ کا چرچا رہتا تھا۔ ان کی درس گاہ کے آداب، شاگردوں کا طریقہ حدیث خوانی، امام مالک رحمہ اللہ کا شرح و بیان، وقار و مناقب، صفائی اور ستھرائی امام شافعی رحمہ اللہ سنتے تھے اور چپ رہ جاتے تھے۔ آخر ایک دن مسلم بن خالد زنجی سے امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں جانے کا شوق اور اپنی تنگ دستی بیان کی۔ مشورہ یہ ملا کہ حضرت زبیر کے بیٹے حضرت مصعب بڑے صاحب اثر ہیں۔ وہ ذرا سا سفارشی رقعہ بھی کسی کو لکھ دیں گے تو مشکل آسان ہو جائے گی، حضرت مصعب بھی صاحب دولت ہیں، چاہیں گے تو خود دیں گے۔

امام شافعی رحمہ اللہ مصعب کی خدمت میں پہنچے اور مصعب نے ان کا حال سنا تو فوراً چٹھی لکھ دی اور انہیں سوا سوا اثرفیاں مل گئیں۔ استاد نے ایک سفارشی خط امام مالک رحمہ اللہ کے نام اس مضمون کا لکھ دیا کہ یہ لڑکا آپ کی توجہ کا مستحق ہے اور بے حد شوقین ہے۔ ذہین ہے۔ ذہین اور بے حد ذکی ہے۔ تین برس میرے درس میں شریک رہا ہے۔ (امام شافعی کے حالات ص ۱۹۰۲) مکہ میں تین سال تک تحصیل علم میں مشغول رہنے کے بعد مدینہ طیبہ کا رخ کیا جہاں امام مالک بن انس بن مالک (بن حضرت ابی عامر رضی اللہ عنہ) کا دریا ئے فیض رواں تھا۔ (بستان المحمدین: شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ)

مکہ سے مدینہ کی طرف:

آخر کار شافعی رحمہ اللہ نے کمر ہمت باندھی اور مکہ سے مدینہ روانہ ہو گئے۔ ان کی یہ ہجرت علم کے لئے تھی لیکن مکہ چھوڑنے سے پہلے ان کی طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا کہ مدینہ اس حالت میں پہنچیں کہ علم مالک سے تہی دامن ہوں۔ چنانچہ ایک شخص سے موٹا امام مالک حفظ کر ڈالی۔ (امام شافعی ص ۴۹) ابن فرحون رحمہ اللہ نے یوں لکھا ہے:

امام شافعی رحمہ اللہ حافظ تھے انہوں نے موٹا کو ۹ شب میں حفظ کر لیا تھا۔ ایک قول تین شب کا بھی ہے۔ (الذبیح ص ۲۲۸/ سیر الضحیٰ جلد ۴ ص ۲۲۸) لیکن خود امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ۹ رات کا ہی ہے۔ (طبقات الشافعی ص ۲)

امام مالک رحمہ اللہ کی مجلس درس میں:

جب امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ سے ملے تو اپنے استاد کی چٹھی پیش کی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے چٹھی پڑھ کر پھینک دی اور غصہ سے فرمایا کہ کیا سرکارِ دو عالم نبی ﷺ کا یہ علم چٹھیوں کی سفارش پر پڑھانا چاہیے؟ یہ تو طلبِ صادق پر موقوف ہے اور طلبِ صادق ہی اس کی سفارش ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنا شوق اور بے قراری پیش کی تو محبت سے پوچھا تمہارا نام؟ آپ نے جواب دیا، محمد بن ادریس فرمایا اللہ سے ڈرتے ہو تمہاری بڑی شان ہونے والی ہے۔ (امام شافعی کے حالات ص ۲۰) پھر کہا ٹھیک ہے تم کل آنا اور اپنے ساتھ ایسے آدمی کو لانا جو تمہارے لئے موٹا پڑھے، امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں خود اس کی قرأت کروں گا چنانچہ میں امام صاحب کے حلقہ درس میں شامل ہو کر موٹا زبانی پڑھتا تھا اور کتاب میرے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ بعض اوقات امام صاحب کی ہیبت سے پڑھنا بند کر دیتا تھا تو پڑھنے کی فرمائش کرتے تھے۔ اسی طرح میں نے چند دنوں میں موٹا پڑھ لی۔ امام صاحب کی وفات تک مدینہ میں مقیم رہے۔ (سیرت امراء ابوس ۱۳۶)

درس حدیث کے طریقے اور آداب:

مجموعی طور پر مدینہ منورہ میں درس حدیث کے دو طریقے تھے:

(۱) ایک تو یہ تھا کہ شیخ الحدیث کی تقریر نوٹ کر لیتے اور اگر کوئی الجھاؤ ہوتا تو سوالات کرتے تو شیخ جواب دیتے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ تھا کہ شیخ تقریر اور حدیثیں نوٹ کر کے لے آتے اور کسی مستعد اور ذہین طالب علم کو دے دیتے کہ دوسرے طلباء کو سنا دے اور شیخ تشریح کرتے جاتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ اسی طریقہ پر درس دیتے تھے اور تمہیں امام مالک رحمہ اللہ کی درس گاہ کی یہ بات یاد ہوگی کہ ہارون الرشید کے سامنے معین ابن عیینہ نے حدیثیں بیان کی تھیں اور امام مالک رحمہ اللہ نے شرح کی تھی۔ یہ عزت امام مالک رحمہ اللہ کے دوسرے شاگردوں کو بھی حاصل ہوئی تھی اور امام شافعی رحمہ اللہ کو بھی حاصل ہوئی تھی اور جب امام شافعی رحمہ اللہ حدیث بیان کرتے تھے تو امام مالک رحمہ اللہ کو ان کی قرأت نہایت پسند آتی تھی۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم اپنے شیخ کے سامنے کتاب کا ورق بھی نہایت آہستہ پلٹتے تھے کہ آواز نہ ہو اور یہ شان اور ادب دورہ حدیث کے

لئے ضروری ہے۔

یوں تو امام شافعی رحمہ اللہ نے دوسرے بڑے بڑے اکابر سے بھی حدیث کی روایت کی ہے۔ مگر سب سے زیادہ فیض امام مالک رحمہ اللہ سے حاصل کیا ہے اور تین برس تک درس گاہ میں شریک رہے۔ (امام شافعی کے حالات ص ۲-۲۱)

اس سلسلہ میں دوسری روایت مصعب بن ثابت زبیری رحمہ اللہ کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ مدینہ آنے کے بعد مسجد میں بیٹھ کر شعر سناتے تھے۔ یکدم میرے والد نے ان سے کہا کہ تم اپنی قریشیت کے لئے صرف اتنے پر راضی ہو کر شاعر بن جاؤ؟ امام صاحب نے کہا: کہ پھر کیا کروں؟ والد نے بتایا کہ تم فقہ کی تعلیم حاصل کرو!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اللہ عز و جل جس شخص کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کو تفقہ فی الدین عطا فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث، 2392) اس کے بعد امام صاحب، امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں گئے اور ان سے تعلیم حاصل کی۔

کچھ دنوں کے بعد امام صاحب نے میرے والد (تابعی) ثابت بن عبد اللہ بن زبیر رحمہ اللہ سے بیان کیا کہ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں، ”ہمارا مسلک وہ ہے جس پر ہمارے شہر والے ہیں اور جس پر راشدین محدثین ائمہ مسلمین ہیں۔“ ان کے اس قول کا کیا مطلب تھا؟ والد صاحب نے ان کو بتایا کہ دین کے بارے میں معیار اور محبت رسول اللہ ﷺ پھر ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہیں جن کا انتقال مدینہ میں ہوا ہے۔ اس کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ نہایت انشراح کے ساتھ امام مالک رحمہ اللہ کے درس میں شریک ہونے لگے۔ اس روایت میں کچھ کلام ہے۔

(سیرت احمد اربعہ ص ۱۴۶)

آپ رحمہ اللہ مختصر مدت کے لئے امام مالک رحمہ اللہ کے پاس رہے۔ استاد و شاگرد کے درمیان بہت گہرے روابط قائم ہو گئے۔ امام مالک رحمہ اللہ ان کے فہم و ذکا کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ جب امام شافعی رحمہ اللہ نے موطا کی زبانی قرأت سُنائی تو امام مالک رحمہ اللہ نے برحسب فرمایا: ”یہ لڑکا یقیناً کامیاب ہوگا۔“ امام شافعی رحمہ اللہ بھی اپنے استاد کا بے حد احترام کرتے تھے، فرماتے تھے۔ ”امام مالک رحمہ اللہ میرے معلم اور میرے استاد ہیں۔ میں نے علم ان ہی سے سیکھا، ان سے زیادہ مجھ پر کسی کا احسان نہیں ہے۔ میں نے ان کو اپنے اور اللہ کے درمیان محبت بنایا ہے۔“ نیز جب امام مالک رحمہ اللہ کا کوئی قول بیان کرتے تو کہتے ”ہذا قول استاذنا

مالک رحمہ اللہ۔“ (مفتاح السعادة جلد ۲ ص ۹۰/سیر الصحابة جلد ۴ ص ۲۱۸)

امام مالک رحمہ اللہ سے فتویٰ کی سند:

امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں تعلیم کی تکمیل کر چکے اور آپ رحمہ اللہ کا ارادہ واپسی کا تھا۔ ایک دن آپ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ کی حلقہ درس میں شریک تھے وہاں ایک شخص آیا اور امام مالک رحمہ اللہ سے عرض کی میں قمریوں کا تاجر ہوں۔ میں نے ایک شخص کو قمری فروخت کی اور یہ بھی کہا کہ یہ قمری خوب بولتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جس قمری کو خرید ا تھا واپس آیا اور کہنے لگا کہ یہ قمری تو نہیں بولتی۔ اس دوران میں میری اور اس کی بحث شروع ہو گئی۔ دوران بحث میں میری زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ میری قمری کبھی خاموش نہیں رہتی اگر رہے تو میری بیوی کو طلاق، اب فرمائیے میری بیوی کو طلاق تو نہیں ہوئی؟ امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا۔ تیری بیوی کو طلاق ہو گئی۔ وہ شخص رنجیدہ گھر واپس چلا گیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ خاموشی سے اس کے پیچھے ہوئے۔ تھوڑی دور پہنچ کر اس شخص کو آواز دے کر روکا اور پوچھا۔ تیری قمری اکثر بولتی ہے یا اکثر چپ رہتی ہے۔ اس نے جواب دیا اکثر بولتی رہتی ہے۔ کبھی کبھی خاموش بھی رہتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا مطمئن رہو تمہاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔ یہ جواب دے پھر امام مالک رحمہ اللہ کے حلقہ میں شریک ہو گئے۔ وہ سائل پھر واپس آیا اور امام مالک رحمہ اللہ سے کہا جناب والا میرے معاملہ میں پھر غور فرمائیے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے پھر وہی جواب دیا۔ سائل نے کہا کہ آپ کے حلقہ میں یہ نوجوان شخص شریک ہے۔ اس نے ابھی مجھے مطمئن کر دیا کہ طلاق نہیں ہوئی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے عقاب آمیز لہجہ میں امام شافعی رحمہ اللہ سے فرمایا، تم نے یہ غلط فتویٰ کیوں دیا؟ امام شافعی رحمہ اللہ نے عرض کیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ آیا تیری قمری زیادہ تر بولتی ہے۔ یا زیادہ تر خاموش رہتی ہے۔ اس پر اس نے جواب دیا کہ وہ زیادہ تر بولتی رہتی ہے۔ اس لئے میں نے یہ فتویٰ دیا کہ طلاق نہیں ہوئی۔ اس پر امام مالک رحمہ اللہ کو اور بھی غصہ آیا اور فرمانے لگے کہ کثرت و قلت کی یہاں کیا بحث ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ آپ رحمہ اللہ ہی نے مجھ سے بواسطہ عبید اللہ بن زیاد روایت بیان فرمائی ہے کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاویہ اور حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہما نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا ہے۔ اس لئے عرض ہے کہ اب میں ان دونوں میں سے کس سے نکاح کروں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو تنگ دست ہے اور حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ

کبھی کاندھے سے لکڑی ہی نہیں اتارتا۔ (۱) حالانکہ نبی ﷺ خوب جانتے تھے کہ ابو جہم سوتا بھی ہے اور دوسری حاجتوں میں مصروف بھی رہتا ہے۔ اس سے میں نے اندازہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا منشاء مبارک یہ تھا کہ وہ اکثر کاندھے پر لکڑی رکھے رہتا ہے۔ اس بنا پر میں نے اس کو یہ فتویٰ دیا کہ قمری چونکہ اکثر بولتی رہتی ہے اس لئے اس کی طلاق نہیں ہوئی۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے سائل سے فرمایا۔ ہاں بھائی جاؤ، واقعی طلاق نہیں ہوئی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا استدلال معقول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی اس دقیقہ سنجی نے امام مالک رحمہ اللہ سے یہ کہلوادیا کہ اب تم میں فتویٰ دینے کی صلاحیت پیدا ہوگئی۔ امام مالک رحمہ اللہ وہ دیگر محدثین و فقہاء مدینہ نے متفقہ طور پر آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت عطا فرمائی۔ (سیرت شافعی ص ۲۰-۱۹-۱۸)

امام شافعی رحمہ اللہ کا تعامل بالکتاب والسنة سے متعلق ایک واقعہ:

ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کے پاس تشریف لے گئے۔ امام محمد اس وقت یہ بیان کر رہے تھے کہ اہل مدینہ کا دستور ہے کہ وہ مدعی کے حلف اور ایک گواہ پر فیصلہ صادر کرتے ہیں اور یہ عمل قرآن سے آگے بڑھنے کے مترادف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے سن کر پوچھا: کیا آپ کو ثابت ہو چکا ہے کہ خبر واحد کے ساتھ زیادہ علی القرآن روا نہیں؟..... امام محمد رحمہ اللہ نے کہا، جی ہاں! بالکل ثابت و درست ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: پھر آپ ”لا وصیة لوراث“ (۲) کی حدیث پر کیوں عامل نہیں۔ قرآن میں تو مذکور ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ أَنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةَ لِلْأُولَادِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ○ (سورۃ بقرہ آیت ۱۸۰)

یہ سنتے ہی امام محمد رحمہ اللہ خاموش ہو گئے اور ان کی خاموشی اس بات کی دلیل تھی کہ اس مسئلے میں انہوں نے بھی فقہ کو چھوڑ کر استشہاد قرآن پر سر جھکا لیا ہے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بزرگان دین جب کسی مسئلے میں قرآن و حدیث کا حکم پالیتے تو فوراً اپنے اجتہاد و قیاس سے دست بردار ہو جاتے مگر انہی بزرگوں کی تقلید کرنے والے ہیں کہ جو کچھ خلاف کتاب و سنت سنتے ہیں۔ اس کو وحیِ سماوی کی طرح سینے سے چمٹا لیتے ہیں۔ ایک اور انداز سائل سناتا ہے۔

۱۔ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لانفقت لها، رقم الحدیث 3693، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 2284، سنن نسائی 3244)

۲۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، رقم الحدیث: 2870، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2120، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 2713، مسند احمد، 267/5، متقی ابن الجارود، رقم الحدیث: 949، سنن الکبریٰ للبیہقی، 264/6، مشکوٰۃ المصابیح، باب الوصایا، رقم الحدیث: 30/73)

سائل: کہ آپ بعض روایات کے مخالف ہیں؟

امام شافعی رحمہ اللہ: ہاں یہ درست ہے، جب میں کسی روایت کو ضعیف اور خلاف اصول پاتا ہوں یا وہ باقی روایات سے مطابقت نہیں رکھتی یا وہ نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق و عمل کے خلاف ہوتی ہے تو میں اس کو بے اصل کہتا ہوں۔ ایسے ”موضوعات“ چونکہ عقائد میں ضعف پیدا کرتے ہیں، اس لیے ان کو چھوڑنا ہی بہتر ہے۔

سائل: آپ تارک سنت کی نسبت کیا کہتے ہیں؟

امام شافعی رحمہ اللہ: وہی جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ من عصانی فقد عصی اللہ یعنی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی (۱) پس تارک سنت اور تارک کتاب میں کچھ فرق نہیں۔ (معتقدات ابن صریح ص ۳۰۱)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جو امام شافعی رحمہ اللہ سے عمر میں ۱۴ سال چھوٹے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اب علم حدیث پر کچھ لکھنے کے لئے جو شخص ہاتھ میں قلم پکڑے گا وہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مضمون احسان ہوگا۔

امام مالک رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد:

امام مالک رحمہ اللہ سے موطا کی روایت کرنے کے بعد بھی حصول فقہ کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ نے ان کے دامن سے وابستہ رہے اور وہ مسائل حاصل کرتے رہتے۔ جن کے بارے میں اس امام جلیل رحمہ اللہ نے فتاویٰ جاری کئے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۷۹ھ میں امام مالک کا انتقال ہو گیا۔ یہ زمانہ شافعی رحمہ اللہ کے عقوان شباب کا تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ سے پورا پورا استفادہ کر چکنے کے بعد بھی انہوں نے حصول علم کے لئے بلاد اسلامیہ کا سلسلہ سفر جاری رکھا۔ اس سفر سے انہوں نے بہت کچھ حاصل کیا لوگوں کے احوال و اخبار اور شیون اجتماعی سے واقفیت پیدا کی۔ پھر والدہ محترمہ سے ملنے گئے۔ ان سے نصائح کی دولت حاصل کی وہ بڑی عقیل و فہیم بی بی تھیں ادب سے بھی ذوق رکھتی تھیں۔ بہر حال امام مالک رحمہ اللہ سے کسب فیض، امام شافعی رحمہ اللہ کے لئے کسی درجہ بھی طالب علم کے لیے مزید سفر اور اختیار و تجارب میں مانع نہیں ہوا۔

(امام شافعی ص ۵۲)

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب الحکام، رقم الحدیث 7137، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ،

رقم الحدیث 4749)

ملکہ آمد:

امام مالک رحمہ اللہ کی وفات کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ پھر مکہ واپس آ گئے اور وہاں کے شیوخ اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ اس کے بعد امام صاحب کو فکر معاش دامن گیر ہوئی۔

(سیر الصحابہ جلد ۱ ص ۳۱۸)

یمن کا سفر اور وہاں کی امارت:

امام مالک رحمہ اللہ کی مدنی درس گاہ میں رہ کر امام شافعی رحمہ اللہ نے دینی علوم کو حاصل کیا لیکن معاش حیات کے وسائل کے لیے پریشان ہوئے۔ چنانچہ سوچا اب کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس سے کھانا پینا میسر ہو سکے اور زندگی کی ضروریات پوری کی جاسکیں۔

اتفاق کی بات اسی زمانے میں والی یمن حجاز میں آیا۔ بعض قریشیوں نے اس سے شافعی رحمہ اللہ کی سفارش کی چنانچہ وہ انہیں اپنے ساتھ لے گیا۔ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”اس وقت میری والدہ کے پاس اتنے روپے بھی نہیں تھے کہ میں سر و سامان سفر بہم پہنچا سکتا۔ آخر بے چاری نے گھر رہن کیا تب کام چلا۔ جب میں یمن پہنچا تو میں نے باقاعدہ کام شروع کر دیا اور والی کی طرف سے امور سرانجام دینے لگا۔“ شافعی رحمہ اللہ کے اس عمل نے ان کے مواہب اور اختیارات، ذکاوت، فراست، علم اور وسعت نظر اور عالی ہمتی کو اور زیادہ اجاگر کر دیا۔

چنانچہ بہت جلد ایک عادل اور دانا شخص کی حیثیت سے ان کی شہرت کا ستارہ چمکنے لگا۔ ان کے نام کا چرچا یمن سے نکل کر مکہ کی گھاٹیوں تک پہنچ گیا لیکن جب ان فقہا اور محدثین جوان سے کسب فیض کر چکے تھے یا جن سے شافعی رحمہ اللہ نے استفادہ کیا تھا، یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ایک بالکل دوسرا طرز عمل اختیار کیا یہ لوگ شافعی رحمہ اللہ کے اس اقدام سے اختلاف کرنے لگے۔ ان میں بعض وہ تھے۔ جو شافعی کو اس کے لیے سزاوار ملامت قرار دیتے تھے کہ انہوں نے یہ ذمہ داری کا منصب کیوں قبول کیا اور بعض نے نصیحت کی کہ یہ کام وہ ترک کر دیں۔

نجران کے عامل کا عہد:

لیکن شافعی ملامت اور نصیحت سے متاثر ہوئے بغیر اپنے کام میں لگے رہے وہ نجران

کے عامل بنادے گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے عدل و انصاف کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ نجران میں بھی جیسا کہ ہر زمانہ میں ہر ملک کے لوگوں کا دستور ہوتا ہے۔ وہ لوگ تھے جو دالیوں اور عالموں اور قاضیوں کی خوشامد اور چالپوسی میں لگے رہتے تھے تاکہ ان سے اپنے لیے رعایتیں حاصل کر سکیں اور وہ ان کے مزاج میں رسائی پیدا کر سکیں۔

لیکن انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو ایسا آدمی پایا کہ جس پر خوشامد کا اثر ہوتا تھا نہ تعلق (چالپوسی) کا۔ جس کے مزاج میں رسائی اور پہنچ حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں تھی۔ وہ عدل و انصاف کے معاملہ میں نہ کسی رعایت پر آمادہ ہوتے تھے نہ کسی کی سفارش قبول کرتے تھے چنانچہ وہ خود ہی اپنے اس دور کے متعلق فرماتے ہیں:

”میری ولایت نجران کے زمانہ میں بنو حارث بن عبد المدان اور موالی ثقیف جیسا کہ گزشتہ دالیوں کے ساتھ ان کا دستور اور معمول تھا کہ خوشامد اور چالپوسی کیا کرتے تھے، میرے پاس بھی اس نیت سے پہنچے لیکن بے چارے ناکام رہے تھے، مجھے پرچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔“

شعار عدل:

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے بے لوث اسلوب کار سے اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی کہ انہیں خوشامد اور تعلق سے پرچایا جاسکے۔ یہ دروازہ انہوں نے بالکل بند کر رکھا تھا۔ یہ وہ دروازہ تھا جس میں داخل ہو کر چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کے پاس پہنچتے تھے، تاکہ انہیں عدل اور حق کے راستے سے ہٹا سکیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے جب یہ دروازہ بند کیا تو اپنے نفس کو اس طرح قلعہ بند کر لیا کہ ہر شر اور ظلم سے بالکل محفوظ ہو گئے۔

اس لیے کہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ کبار نفوس اگر معافیت اور تعلق سے متاثر ہوتے ہیں تو پھر عدل کا قائم رکھنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ عدل کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے لیکن عدل ایک ایسا سینہ زور اور سرکش گھوڑا ہے کہ اس پر صرف اولو العزم لوگوں ہی کی ران جم سکتی ہے۔ وہ زمانہ کی خشونت سے مرعوب اور متاثر ہوئے ہیں اور نہ ہی اذیتوں اور تکلیفوں کو اس راہ میں کوئی اہمیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ امام شافعی رحمہ اللہ انہی لوگوں میں تھے۔

(امام شافعی رحمہ اللہ ص ۵۵)

اہل علم کا رویہ:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جن میں یمن سے مکہ آیا اور ابن ابی یحییٰ (ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ سمعانی مدنی اسلمی متوفی ۱۸۴ھ) کی خدمت میں پہنچا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ انہوں نے سخت لہجہ میں مجھے ڈانٹا اور کہا کہ تم لوگ ہماری مجلس درس میں بیٹھتے ہو اور جب کسی کو کوئی کام مل جاتا ہے تو اس میں لگ جاتا ہے۔ اس طرح کی اور باتیں کہیں اور میں ان کے یہاں سے چلا آیا اس کے بعد سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس گیا میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے مرحبا کہا محبت سے پیش آئے اور کہا کہ ہم کو تمہارے امیر ہونے کی اطلاع ملی تھی۔ تم نے وہاں رہ کر علم دین کی اشاعت نہیں کی اور اللہ کی طرف سے تم پر جو ذمہ داری ہے۔ اس کو پورے طور پر پورا نہیں کیا، اب وہاں نہ جانا سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی نصیحت میرے لیے ابن ابی یحییٰ کی باتوں سے زیادہ کارگر ثابت ہوئی۔ (جامع بیان العلم جلد اول ص ۹۸/ سیرت احمد اربعہ ص ۱۳۷۸)

والی یمن سے اُن بن:

چنانچہ یمن واپس آئے تو طبع میں فرق تھا۔ یمن کا قیام امام شافعی رحمہ اللہ کے لیے دور ابتلاء و محن ثابت ہوا۔ وہ نجران کے عامل تھے۔ جو یمن کا ایک علاقہ تھا اور یمن کا والی حد درجہ سفاک تھا اور ظالم..... امام شافعی رحمہ اللہ اس کا دستِ تعظم روکنے کی کوشش کرتے اور کم از کم لوگوں کو اس کے مظالم سے بچانے کی جدوجہد میں لگے رہتے جو ان کے حلقہ میں تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف سے اس والی کی خدمت وہی تمغہ ملا کرتا تھا۔ جو علمائے حق کی طرف سے جابروں کو ملتا ہے۔ یعنی سیفِ زبان کی برش یعنی زور و زور و اور کھلے بندوں نکتہ چینی اور اعلاء کلمۃ الحق، چنانچہ ایک طرف تو امام شافعی رحمہ اللہ، جہاں تک بن پڑتا، اس والی کی دراز دستیوں میں آڑے آتے اور جب موقع ہوتا تو پھر بے رور عایت کلمۃ حق بھی ان کی زبان پر آ جاتا اور بے درنگ وہ صاف اور کھری باتیں سننے میں تامل نہ کرتے۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ والی یمن ان سے پر خاش رکھنے لگا۔ ان کے خلاف وہ سازشوں، حیلہ جوئیوں اور فریب کاریوں میں مشغول رہنے لگا۔

شیعوں علویوں کی حمایت کا الزام:

عماسی خلفاء اپنے سب سے قوی دشمن علویوں کو سمجھتے تھے۔ اس لیے ان کی سطوت و

اقتدار کی بنیاد نسب پر یعنی قرابت رسول اللہ ﷺ پر تھی۔ چنانچہ حسب نسب کی بنیاد پر حکومت قائم ہو گئی۔ تو یہ ان لوگوں کو نیست و نابود کرنے پر قتل گئے جو نسب میں یعنی قرابت رسول اللہ ﷺ کے اعتبار سے بالاتھے۔ چنانچہ جیسے ہی عباسیوں نے دیکھا کہ علوی تحریک سر اٹھا رہی ہے اس کے کچل دینے کے لئے کیل کانٹے سے لیس ہو گئے۔ یہ لوگوں کی گردنیں دھڑا دھڑ محض شبہ پر نہ کہ جزم و یقین کی بنیاد پر کاٹنے لگے!

والی یمن کو اس سے اچھا موقع اور کون سا مل سکتا تھا۔ اس نے امام شافعی رحمہ اللہ کو مورد اذرا م ٹھہرایا کہ وہ علویوں کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ اس نے خلیفہ ہارون الرشید کو لکھا کہ یہاں علوی تحریک کے ۹ سر برد آور دہ لوگ ہیں۔ پھر آگے چل کر اس نے لکھا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ ضرور خروج کریں گے۔ انہی میں شافعی مطلبی کا لڑکا (امام شافعی) بھی ہے۔ جو نہ میرا حکم مانتا ہے نہ میری پابندیوں کو خاطر میں لاتا ہے۔ یہ شخص اپنی زبان سے وہ کام کر رہا ہے جو ایک جنگجو سپاہی تلوار سے بھی نہیں کر سکتا یہ مکتوب پا کر ہارون رشید نے والی یمن کو فرمان بھیجا کہ وہ ۹ کے آدمی بھی شافعی رحمہ اللہ کے فوراً بعد بغداد بھیج دیے جائیں۔ (امام شافعی ص ۵۷۸)

ہارون الرشید کے عتاب سے نجات:

اس سلسلہ میں روایت یہ ہے کہ وہ ۹ کے آدمی ہارون الرشید کے حکم سے قتل کر دیئے گئے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ اپنی قوت حجت اور امام محمد بن انس رحمہ اللہ کی سفارش سے بچ گئے۔ ہارون الرشید کے حکم سے جب قتل کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ نطع (چمڑے کے فرش) پر بٹھائے گئے اور تلوار سامنے لائی گئی تو انہوں نے کہا: یا امیر المؤمنین ان دو آدمیوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک مجھے اپنا بھائی سمجھتا ہے اور دوسرا مجھے اپنا غلام تصور کرتا ہے۔ ان دونوں میں سے میرے نزدیک کسے محبوب ہونا چاہیے۔ ہارون الرشید نے جواب دیا: وہ شخص جو تمہیں اپنا بھائی تصور کرتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ بات آپ نے فرمائی ہے۔ یا امیر المؤمنین آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں اور علوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ہم بنو مطلب ہیں۔ بس عباسی جو اولاد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں، ہمیں اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور علوی ہمیں اپنا غلام خیال کرتے ہیں اور امام محمد کی شہادت یہ تھی کہ علم، اہل علم کے مابین قرابت پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس اتہام (تہمت) کے موقع پر امام شافعی رحمہ اللہ کو امام محمد سے آس پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس کا روائی کے بعد خلیفہ نے جب ان سے امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں استفسار کیا تو کہا: امام شافعی رحمہ اللہ

کو علم سے حصہ وافر عطا ہوا ہے اور وہ ایسے نہیں ہے۔ جیسا کہا جا رہا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا: اگر یہ بات ہے تو فی الحال اس شخص کو اپنے پاس رکھیے پھر اس کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ کروں گا۔ (امام شافعی ص ۶۰)

بغداد میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی مجلس درس میں:

امام شافعی رحمہ اللہ بغداد میں آکر جس ابتلاء اور محن سے دوچار ہوئے یہ ۱۸۴ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت ان کی عمر چونتیس سال کی تھی لیکن یہ دور محن و ابتلاء و درحقیقت امام شافعی رحمہ اللہ کے لیے پیام رحمت ثابت ہوا اور ان کی قسمت کھل گئی۔ اب وہ زیادہ جوش و خروش کے ساتھ حصول علم و حصول فقہ میں مصروف و منہمک ہو گئے۔ ایسے مصروف ہوئے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔

چنانچہ اس واقعہ کے بعد انہوں نے پھر پڑھنے اور پڑھانے نیز ذکر اور غذا کرے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ و تخریج میں انہوں نے وہ رتبہ بلند حاصل کر لیا کہ مکہ یا یمن کے قیام کی صورت میں جس کا حاصل کرنا اور جس تک پہنچنا کسی طرح ممکن نہ تھا۔

ہارون الرشید کی تلوار سے نجات پا کر وہ امام محمد رحمہ اللہ کے زیر سایہ آ گئے۔ یہاں آنے سے پہلے ہی ان کے کان میں امام محمد رحمہ اللہ کا نام نامی پڑھ چکا تھا اور وہ ان کے مرتبہ اجتہاد و تفقہ سے پورے طور پر واقف ہو چکے تھے۔ کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ فقہ عراق کے حامل اور ناشر تھے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بغداد آنے سے پہلے ہی وہ اس خصوصیت اور جوہر سے آشنا ہو چکے تھے۔ یہیں سے امام شافعی رحمہ اللہ کی زندگی نے پلٹا کھایا اور وہ از سر نو حصول علم میں مصروف ہوئے۔ (امام شافعی ص ۶۰)

امام شافعی رحمہ اللہ نے یمن سے واپسی پر سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے بغداد جا کر امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ سے فقہ کی تکمیل کی۔ امام محمد رحمہ اللہ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ اور ان کے علم و تفقہ کے ترجمان و ناشر تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے: ”میں امام مالک رحمہ اللہ پھر امام محمد رحمہ اللہ کے استاؤ ہونے کو تسلیم کرتا ہوں۔“ امام محمد رحمہ اللہ سے امام شافعی رحمہ اللہ اپنی شاگردی اور ان کی استاد کی اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔ ”میں نے محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے برابر حدیث سنی ہے۔“ (جامع بیان اعلم جلد اول ص ۹۹/سیرت اعداد ابوص ۱۴۸) نیز کہتے ہیں کہ اگر لوگ فقہاء کے بارے میں انصاف سے کام لیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے محمد بن حسن جیسا فقیہ نہیں دیکھا ہے۔ (انہار ابی حنیفہ اصحاب ص ۱۴۳)

امام شافعی رحمہ اللہ کے بقول میں نے محمد بن حسن رحمہ اللہ سے ایک اونٹ کے برابر

روایات تحریر کی ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو علم میں میری زبان اتنی نہ کھلتی تمام اہل فقہ میں اہل عراق کے عیال ہیں اور اہل عراق اہل کوفہ کے عیال ہیں اور اہل کوفہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عیال ہیں۔ میں نے محمد بن حسن رحمہ اللہ سے زیادہ فصیح و بلیغ آدمی نہیں دیکھا جب میں ان کو قرآن پڑھتے ہوئے سنتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن ان کی زبان میں اتر رہا ہے۔ میں نے جس عالم سے کوئی فقہی و علمی سوال کیا محمد بن حسن رحمہ اللہ کے علاوہ اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے محمد بن حسن رحمہ اللہ سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا نہیں دیکھا گویا قرآن ان پر نازل ہوا ہے۔

امام محمد بن حسن رحمہ اللہ اپنے اس لائق و فائق شاگرد رشید کا لحاظ ہی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اس کا احترام بھی کرتے تھے اور علمی تعاون کے ساتھ بوقت ضرورت مالی تعاون بھی کرتے تھے۔ ابو عبیدہ راوی کا بیان ہے کہ میں امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کی مجلس درس میں امام شافعی رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور ان کا جواب امام شافعی رحمہ اللہ کو بہت پسند آیا اور انہوں نے لکھ لیا امام محمد رحمہ اللہ نے ان کی اس علمی حرص کو دیکھ کر ایک سو درہم دیا اور کہا کہ: ”اگر علم کی خواہش ہے تو یہاں رہ جاؤ“۔ اس واقعہ کے بعد میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر امام محمد رحمہ اللہ نہ ہوتے تو میری زبان علم میں نہ کھلتی۔

(اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ص ۱۶۲ و ۱۲۵)

امام صاحب کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن رحمہ اللہ کی کتابوں پر ساٹھ دینار خرچ کر کے ان کو حاصل کیا اور ان کے ہر مسئلہ کے پہلو میں دلیل کے لیے حدیث لکھی۔

(ترجیب المدارک جلد اول ص ۳۹۲)

ابو حسان زیادہ کا بیان ہے کہ محمد بن حسن رحمہ اللہ کو میں نے اہل علم کی اتنی زیادہ تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی تعظیم امام شافعی رحمہ اللہ کی کیا کرتے تھے۔ ایک دن محمد بن حسن رحمہ اللہ کہیں جانے کے لیے سواری پر بیٹھ گئے تھے۔ اسی حال میں امام شافعی رحمہ اللہ آ گئے۔ محمد بن حسن رحمہ اللہ فوراً سفر ملتوی کر کے گھر آ گئے اور رات گئے تک ان کے ساتھ رہے اور اس کے درمیان میں کسی تیسرے آدمی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ (ابن خلکان جلد ۲ ص ۱۹/ سیرت ائمہ اربعہ ص ۱۵۰)

امام صاحب کا آخری تعلیمی سفر بغداد میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی درسگاہ پر ختم ہوا اور یہیں امام صاحب نے اپنے فقہی آراء اقوال مرتب کیے جن کو قول قدیم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے موطاً کا سماع کیا جس سے امام مالک رحمہ اللہ خوش ہوئے۔ پھر امام شافعی رحمہ اللہ عراق جا کر محمد بن حسن رحمہ اللہ کے یہاں گئے۔

اہل مدینہ کے مذہب کے بارے میں ان سے بحث و مذاکرہ کیا اور امام محمد رحمہ اللہ کی کتابیں پڑھیں اور وہیں اپنا قول قدیم مرتب کیا جو عزفرانی کی کتاب میں ہے۔ درحقیقت بغداد آنے کے بعد ہی امام شافعی رحمہ اللہ کی علمی شہرت و مرجعیت عام ہوئی اور دنیا ان کے علم و فضل سے فیض یاب ہوئی۔

اب امام شافعی رحمہ اللہ پوری یکسوئی، تندہی اور ذوق و شوق کے ساتھ فقہائے عراق کی فقہ حاصل کرنے میں لگ گئے۔ سب سے پہلے انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا پھر باقاعدہ ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اس طرح تھوڑے ہی دنوں میں امام شافعی رحمہ اللہ فقہ حجاز و عراق کے جامع عالم بن گئے۔ ان کے پاس وہ فقہ بھی جس پر نقل کا غلبہ ہے اور وہ فقہ بھی جس پر عقل کا غلبہ ہے۔ ان دونوں کو سامنے رکھ کر اور ان سے پورا پورا استفادہ کر کے انہوں نے اپنے دور اور عہد کے تقاضے کے مطابق تخریج مسائل کی طرف توجہ شروع کر دی۔ چنانچہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ریاست فقہ مدینہ میں مالک بن انس رحمہ اللہ کو حاصل تھی۔ چنانچہ شافعی رحمہ اللہ ان کی خدمت میں پہنچے۔ ان کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور جو کچھ ان سے حاصل کر سکتے تھے۔ حاصل کیا عراق میں فقہ کی ریاست ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر ختم تھی۔ چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ سے جو اصحاب ابو حنیفہ رحمہ اللہ میں سے تھے۔ شافعی رحمہ اللہ نے فقہ عراق کو تمام و کمال حاصل کر لیا۔ ساتھ ہی ساتھ علم، اہل الرائے اور علم اہل حدیث میں بھی پورا پورا کمال حاصل کیا اور ان سب چیزوں کو اتنا کھنگالا کہ اس قابل ہو گئے کہ اصول فقہ مرتب کریں اور قواعد فقہ ترتیب دیں۔ اس خصوصیت نے بہت جلد امام شافعی رحمہ اللہ کو مدوح انام بنا دیا اور موافق و فقیہ ترتیب دیں۔ ان کے گن گانے لگے۔ ان کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ ان کا چرچہ ہر جگہ عزت اور احترام کے ساتھ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ جس مرتبہ رفیع پر بالآخر پہنچے اسے کون نہیں جانتا۔ (امام شافعی ص ۶۳)

امام محمد رحمہ اللہ کی شاگردی پر فخر:

شافعی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کی بارگاہ فیض سے پورا پورا استفادہ کیا۔ ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ان کے نکات علمی نقل کئے اور پھر باقاعدہ انہیں مرتب کر ڈالا۔ چنانچہ جہاں تک ان کی ذات گرامی کا تعلق ہے۔ وہ خود بھی ممنونیت کے ساتھ اس کا اعتراف کرتے ہیں:

میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے جو کچھ پڑھا، سنا، نقل کیا اور اس علم کی مقدار ایک بار شتر کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امام کا انتہائی احترام و اجلال ملحوظ رکھتے تھے اور انہیں اپنا استاد تسلیم کرتے تھے۔ ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے اور ان کے یگانہ و فضل ہونے کی تحسین و

ستائش بر ملا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس سلسلہ میں انہوں نے فرمایا:

”جب بھی کوئی پیچیدہ یا نازک مسئلہ میں نے کسی فقیہ سے دریافت کیا تو اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے البتہ امام محمد رحمہ اللہ کی ذات گرامی ایسی نہ تھی۔“

امام محمد رحمہ اللہ کی نظر میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مقام:

امام شافعی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے صرف علم فقہ ورائے ہی نہیں حاصل کیا بلکہ ان سے حدیث کی روایت بھی کی۔ چنانچہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الام“ میں لکھتے ہیں۔ ”ہم سے امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ نے ان سے یعقوب بن ابراہیم رحمہ اللہ نے ان سے عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ نے ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء ایسا ہی خونی رشتہ ہے جیسا نسب، نہ اسے فروخت کیا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے۔“ (۱)

خود امام محمد رحمہ اللہ کا بھی یہی حال تھا کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کا زیادہ سے زیادہ لحاظ و خیال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مجلس سلطان پر مجلس امام شافعی رحمہ اللہ کو ترجیح دیتے تھے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام محمد رحمہ اللہ سواری پر دار الامراء کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں امام شافعی رحمہ اللہ نظر آ گئے جو انہی کے پاس آرہے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی امام محمد رحمہ اللہ سواری سے اتر پڑے اور خادم سے کہا کہ جا کر میری طرف سے معذرت کرو اور شافعی رحمہ اللہ کو بلا لاؤ۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: میں پھر کسی وقت حاضر ہو جاؤں گا۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا۔ واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گھر میں داخل ہو گئے۔

فقہ مالکی سے غیر معمولی تاثر:

امام شافعی رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ کے حلقہ فیض میں پابندی اور باقاعدگی سے شرکت کرتے اور مستفید ہوتے تھے لیکن بایں ہمہ اپنے آپ کو وہ اصحاب مالک میں شمار کرتے تھے اور مذہب مالکی کے فقہاء میں شامل کرتے تھے۔ موطا امام مالک کے وہ درجہ شفاء خواں تھے۔ اس کی تحسین و حمایت میں وہ سرگرم تقریر رہا کرتے تھے۔ فقہ اہل مدینہ کی ان نظر میں بڑی اہمیت تھی۔ وہ براہ اس کی مدافعت میں لگے رہتے اور اس کے پایہ بلند کی تحسین و توقیر کا اعتراف فرمایا کرتے۔

۱۔ (ابن حبان، رقم الحدیث 4949، مستدرک حاکم 341/4، کتاب الام للشافعی 72/2)

یہی وجہ تھی کہ جب امام محمد اپنی مجلس سے اٹھ جاتے تو امام شافعی رحمہ اللہ ان کے اصحاب سے مناظرہ کیا کرتے اور فقہ حجاز کی مدافعت زور و شور سے کرتے اور اس کے طریق تفقہ میں رطب اللسان رہتے البتہ خود امام محمد رحمہ اللہ سے اس معاملہ میں انہوں نے کبھی مناظرہ نہیں کیا۔ اس لیے کہ استاد معظم کی جلالت شان اور عزت و منزلت بہر حال مد نظر تھی لیکن جب امام محمد رحمہ اللہ کو یہ خبر ملی کہ وہ ان کے اصحاب سے ان کی عدم موجودگی میں مناظرہ کیا کرتے ہیں تو ایک روز انہیں بلایا اور مناظرہ کی دعوت دی لیکن شافعی رحمہ اللہ کے لیے اس دعوت کا قبول کرنا مشکل تھا۔ انہیں استاد سے مناظرہ کرتے شرم آئی لہذا انکار کر دیا لیکن امام محمد رحمہ اللہ برابر اصرار کرتے رہے کہ مسائل میں بحث و گفتگو اور تبادلہ خیال میں حرج ہی کیا ہے۔ آخر بڑی ناگواری کے ساتھ انہوں نے بحث چھیڑ دی۔ یہ مسئلہ تھا شاہد (گواہ) و یمین (قسم) کا (۱)۔ اس معاملہ میں شافعی رحمہ اللہ کا مسلک اور نقطہ نظر امام محمد رحمہ اللہ سے مختلف تھا۔ شافعی راویوں کا بیان ہے کہ غلبہ امام شافعی رحمہ اللہ کو حاصل ہوا۔

بغداد سے دوبارہ مکہ کی طرف روانگی:

امام محمد رحمہ اللہ کے شاگرد کی حیثیت سے امام شافعی رحمہ اللہ بغداد میں مقیم رہے۔ اصحاب امام محمد رحمہ اللہ سے ان کے مناظرے سے بھی اس حیثیت سے جاری رہے کہ وہ بہر حال اپنے آپ کو مدنی فقیہ اور یکے از اصحاب مالک خیال کرتے تھے۔

بغداد سے پھر وہ مکہ گئے۔ فقہاء عراق کی ایک بارشترکتا میں ان کے ساتھ تھیں۔ اکثر رواد نے انہیں بتایا ہے کہ بغداد میں شافعی رحمہ اللہ کا قیام کتنی مدت تک رہا۔ لیکن ظاہر ہے یہ مدت اقامت کافی ہونی چاہیے کیوں کہ چند ہفتوں یا مہینوں میں توفیق اہل الرائے نہیں حاصل کی جاسکتی

۱۔ مسئلہ شاہد و یمین احناف و شوافع کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مدعی کو ثبوت دعویٰ پیش کرنا کافی مشکل ہے اور مدعا علیہ اگر انکاری ہو تو اسے قسم کھانا چاہیے۔ مدعی کی طرف داری (پاسداری، لحاظ) نہیں کی دیا جائے گا۔ اگر مدعی کے پاس قابل قبول ثبوت موجود ہیں تو اس کے حق میں فیصلہ دے دیا جائے گا ورنہ مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا۔ اگر اس سے حلف نہ لیا تو مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا لیکن مدعی سے کسی حالت میں بھی حلف نہیں لیا جائے گا۔ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اگر مدعی کا صرف ایک گواہ ہو تو اس کے حلف پر فیصلہ کر دیا جائے گا اس کا یہ حلف دوسرا گواہ قرار دیا جائے گا لیکن یہ اصول صرف مالی معاملات میں ہے۔ غیر مالی معاملات میں مدعی سے یمین (حلف) کی ضرورت نہیں جیسا کہ نص میں وارد ہوا ہے۔ اس مناظرے کا واقعہ تفصیل سے ”الام جزو سابع“ میں درج ہے۔

تھی۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ مدت کم از کم دو سال تھی۔ امام محمد رحمہ اللہ کے علاوہ عراق میں امام شافعی رحمہ اللہ نے جن شیوخ سے استفادہ کیا ہے اُن کے نام درج ذیل ہیں۔

- (۱) وکیع بن الجراح رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۰ھ)
- (۲) حماد بن اسامہ ہاشمی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱ھ)
- (۳) عبد الوہاب بن عبد المجید المصری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۳ھ)

بغداد سے وہ مکہ مکرمہ واپس آ گئے اور وہاں ۹ سال تک قیام کیا اس طویل مدت میں وہ حرم شریف میں درس و تدریس کی بساط بچھائے رہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ یہیں پر آپ سے ملے اور ایسے گرویدہ ہوئے کہ آپ کے حلقہ تلمذ میں داخل ہو گئے۔ یہیں امام شافعی رحمہ اللہ نے فقہ جدید کی بنیاد ڈالی اور اجتہاد و استنباط کے اصول مرتب کیے۔

مکہ میں فقہ جدید کا احیاء:

اس مرتبہ تقریباً ۹ سال تک امام شافعی رحمہ اللہ مکہ میں مقیم رہے۔ جیسا کہ اخبار و رواۃ سے مستنبط ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے جب دونوں فقہوں کا اختلاف دیکھا تو مختلف لوگوں سے مناظرہ اور مجادلہ کیا۔ تعجب آراء اختلاف انظار اور بتائیں مشارب کا مشاہدہ کیا تو محسوس کیا کہ باطل سے حق کو پر کھنے کے لیے کچھ پیانے ہونے چاہئیں۔ یا کم از کم یہ کہ حق کی معرفت بڑی حد تک آسان ہو جائے۔

یہ کوئی معقول طرز عمل نہ ہوتا کہ وہ فقہ حجاز یا عراق کے اختلاف کو دیکھ کر ان اصحاب فقہ کے اجلال و احترام کو نظر انداز کر کے کسی ایک کے بطلان کا فیصلہ کر دیتے اور یہ فیصلہ کسی اصول کسی ضابطہ اور مقیاس کا پابند نہ ہوتا۔

چنانچہ انہوں نے قواعد استنباط کا استخراج کرنے کے لیے غور و فکر شروع کیا۔ چنانچہ انہوں نے مکہ کے طویل دوران قیام میں اپنے آپ کو عراق کے آہنگ اور اختلاف آراء سے الگ رکھا تا کہ ان چیزوں سے ہٹ کر پورے غور و فکر کے ساتھ استخراج قواعد استنباط کر سکیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی تمام تر توجہ کتاب اللہ پر مرکوز کر دی کہ اس کے طریق دلائل کی معرفت حاصل کریں۔ اس کے احکام کو پہچانیں۔ ناخن و منسوخ کا عرفان حاصل کریں۔ نیز جملہ خصائص ضروری پیش نظر رکھیں۔

کتاب اللہ کے بعد ان کی فکر و توجہ کا مرکز سنت رسول اللہ ﷺ تھی کہ معلوم کریں علم

شریعت کے سلسلہ میں اس کا مقام کیا ہے! صحیح اور سقیم کا عرفان کس طرح ہو سکتا ہے؟ سنت سے استدلال کے طریقے کیا ہونے چاہیے؟ قرآن کریم سے مقام سنت پر کیا روشنی پڑتی ہے؟ پھر انہوں نے اپنی توجہ اس طرف مبذول کی کہ اگر کوئی حکم نہ کتاب میں ہو نہ سنت میں تو کیا کیا جائے؟ ایسے موقع پر ضوابط اجتہاد کیا ہونے چاہیں؟ اور ایک مجتہد کے لیے کس طرح کی پابندیاں لازم ہیں کہ اجتہاد غلط روی سے محفوظ رہے؟

یہی وہ مسائل تھے۔ جنہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو اتنی طویل مدت تک مکہ میں روک رکھا۔ حالانکہ تلاش علم میں سفر اختیار کرنا ان کی مرغوب عادت تھی۔ بہر حال اس طویل مدت میں جو انہوں نے مکہ میں گزاری وہ ایک نتیجہ پر پہنچ گئے اور اصول استنباط (دلائل سے نتیجہ اخذ کرنا) وضع کرنے کا اصول انہوں نے متعین کر لیا مکہ سے باہر نکلے تو یہ ضابطہ اجتہاد و استنباط ان کے ہاتھ میں تھا۔

مکہ سے بغداد آمد:

۱۹۵ھ میں امام شافعی رحمہ اللہ دوسری مرتبہ بغداد تشریف لائے اس دفعہ آپ کی آمد طالب علم کی حیثیت سے نہ تھی۔ بلکہ اس وقت آپ کا آفتاب شہرت بغداد کے آسمان پر منوگن ہو چکا تھا اور آپ کے مخالف و موافق سب کی زبانیں آپ کے فضل و کمال کے ذکر سے تر تھیں۔ امام صاحب اس مرتبہ بغداد میں دو سال رہے۔ اس عرصہ میں ائمہ اور جلیل القدر فقہاء محدثین سے ملے کر عام طالبان علم تک سب پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع رہتے اور آپ کے منبع علم سے سیراب ہوتے اسی قیام کے دوران امام شافعی نے قدیم اقوال پر مشتمل اپنی مشہور کتاب ”اللمحجۃ“ تصنیف کی جس کے چاروں رواۃ یعنی امام احمد بن حنبل، ابو ثور، زعفرانی اور کراہیسی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، امام شافعی رحمہ اللہ کے جلیل القدر شاگرد ہیں۔ (طبقات الشافعیہ ص ۲/ سیر الصحابہ جلد نمبر ۳۲۰)

دوبارہ بغداد سے مدینہ میں روانگی:

دو سال بغداد میں قیام کے بعد امام شافعی پھر مکہ واپس آ گئے۔

تیسری بار مکہ سے بغداد روانگی:

مکہ سے ۱۹۸ھ میں تیسری بار پھر بغداد واپس آ گئے لیکن اس بار چند ماہ سے زیادہ قیام

_____ نہیں کیا اور اسی سال ساتویں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد مصر چلے گئے۔

(طبقات المصنف ص ۳)

مصر میں قیام:

یا قوت نے امام صاحب کے مصر جانے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ عباس بن عبد اللہ والی مصر نے ان کے ساتھ رہنے کی درخواست کی تھی۔ (مجم الادباء جلد ۶ ص ۲۲۰/یر الصحابہ جلد ۴ ص ۲۰۹) لیکن صرف یہی ایک سبب نہیں تھا بلکہ ان کو مصر جانے کا شوق اس سے بہت پہلے سے تھا جس سے ان کے اشعار بھرے ہوئے ہیں۔ درحقیقت سفر مصر اصلی مقصد اپنے مذہب (مسلک) کی ترویج و اشاعت تھا۔ حجاز و عراق میں ان کو اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ اب انہوں نے ایک نئے میدان کی تلاش میں مصر کا رخ کیا۔ چنانچہ ربیع کا بیان ہے کہ مجھ سے امام شافعی رحمہ اللہ نے اہل مصر کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے عرض کیا وہاں دو مذہب کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ مالکی اور حنفی اور یہ دونوں اپنے اپنے ائمہ کے اقوال کے پیروکار ہیں۔ امام شافعی نے جواب دیا۔ ”میں انشاء اللہ مصر جاؤں گا اور ان کے سامنے ایسی چیز پیش کروں گا کہ وہ دونوں مذاہب کو چھوڑ دیں گے۔ ربیع کا کہنا ہے کہ واللہ امام شافعی مصر آئے تو انہوں نے اپنی یہ بات سچ کر دکھائی۔ (قوال الماتیس ص ۷) اور بقول حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ بہت سے علماء نے اپنے قدیم مذہب (مسلک) سے رجوع کر کے مذہب شافعی قبول کر لیا۔ (اوائج الانور جلد اول ص ۴۳)

قول قدیم سے مراد، امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ قول ہیں جو انہوں نے قیام مصر سے پیشتر مکہ مدینہ، یمن اور بغداد میں قائم کئے تھے۔ بغداد میں انہوں نے ”کتاب الحج“ تصنیف کی تھی جو قدیم اقوال پر مشتمل ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ مصر آگئے تو انہوں نے اپنے سابقہ خیالات و نظریات پر از سر نو غور و تفحص (جستجو) کیا اور بہت سے قدیم قول سے رجوع کر کے نئے نئے آراء قائم کیے۔ ان خیالات کو قول جدید سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہیں امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی جدید کتابیں الام، امالی الکبیر، املاء الصغیر، البویطی، مختصر المزنی، مختصر الربیع، الرسالہ اور السنن تصنیف کیں۔ (حسن الحاضرة جلد ۱ ص ۱۲) دراصل مذہب جدید ہی امام شافعی رحمہ اللہ کی دائمی شہرت کا باعث ہوا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا ذریعہ معاش:

امام شافعی رحمہ اللہ نے والی یمن کی طرف سے امور سرانجام دینے شروع کیے اور دیانت

و فراست کی وجہ سے خوب شہرہ ہوا۔ باوجود متعدد عداوت کے امام شافعی رحمہ اللہ کی ترقی جمودیت کا شکار نہ ہوئی۔ پھر وہ نجران کے عامل بنادیئے گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے عدل و انصاف کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اس مد میں انہوں نے ذریعہ معاش کے علاوہ وہ دینی ترویج کے لیے بھی برسریکا رہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے ازواج و اولاد:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی ایک اہلیہ اور ایک جاریہ (لونڈی) تھی۔ آپ کی اہلیہ (حمہ) حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے:-
حمہ بنت ناضح بن عیینہ بن عمر بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہے! آپ رحمہ اللہ کے تین لڑکے تھے اور دو لڑکیاں تھیں دو کا بچپن میں انتقال ہو گیا۔ صرف ابو عثمان محمد رحمہ اللہ بقید حیات رہے۔ لڑکیوں کا نام فاطمہ و زینب تھا۔ ابو عثمان رحمہ اللہ، حلب اور جزیرے میں قاضی رہے ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔ آپ رحمہ اللہ کے اہل و عیال کے ساتھ بڑے خوشگوار تعلقات و مراسم تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے مصارف فارغ البال افراد کی طرح تھے۔ آپ رحمہ اللہ خانگی نزاع سے دور رہتے تھے!

(طبقات الشافعیہ، کبریٰ)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کا اجمالی تعارف

حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ”تواری التائیس“ میں وضاحت فرمائی ہے کہ آپ کے شیوخ یا جن سے آپ نے استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ۸۰ ہے۔ ان میں مشہور ترین ائمہ یہ ہیں۔ مسلم بن خالد زنجی..... فضیل بن عیاض زاہد..... امام سفیان بن عیینہ..... امام مالک بن انس..... وکیع بن الجراح..... یحییٰ بن سعید قطان..... محمد بن اسماعیل بن ابی فدیہ..... امام محمد بن حسن..... عبداللہ بن مبارک مروزی..... ابراہیم بن سعد انصاری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فقہ وحدیث جن شیوخ واساتذہ سے حاصل کی وہ دور دراز مقامات پر اپنے حلقے قائم کیے ہوئے تھے۔ ان کے طریقے بھی مختلف تھے۔ حتیٰ کہ بعض ان میں معتزلی بھی تھے اور علم کلام سے شغف رکھتے تھے حالانکہ امام شافعی رحمہ اللہ اعتراض کے سخت مخالف تھے، لیکن ”خیر“ انہیں کہیں بھی ملتا، لے لیتے تھے۔ جو واجب الاخذ ہوتا اسے قبول کر لیتے جو واجب الرد ہوتا اسے رد کر دیتے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اساتذہ میں شیوخ مکہ، شیوخ مدینہ، شیوخ یمن، شیوخ عراق وغیرہ سب شامل ہیں۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اساتذہ اور شیوخ کی جو فہرست دی ہے، اسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”جاننا چاہیے کہ جن مشائخ سے امام شافعی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہم صرف مشہور شیوخ کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان اساتذہ اور شیوخ میں جو لوگ اصحاب فقہ وفتویٰ تھے، ان کی تعداد ۱۹ ہے۔ ۵ مکی، ۶ مدنی، ۴ یمنی اور ۴ عراقی ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے ہیں۔ خطیب بغدادی نے ان کے ۲۶ مشہور اساتذہ کے نام شمار کرائے ہیں۔ (۲ بخ بغداد جلد ۲ ص ۵۶) چند ایک کے احوال تفصیلاً درج کیے جاتے ہیں۔

مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ علیہ فقیہہ مکہ:

آپ کی کنیت ابو خالد ہے۔ بنو مخزوم کا مولیٰ ہونے کی وجہ سے مخزومی کہلاتے ہیں۔ مکہ معظمہ کے رہنے والے نامور فقیہہ ہیں۔ زنجی کے لقب سے مشہور تھے۔ ابن ابی ملیکہ، ابن شہاب، عمرو بن دینار، زید بن اسلم، ہشام بن عروہ اور ان کے طبقہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ عرصہ تک ابن جریج کی خدمت میں رہے۔ ان سے فقہ حدیث حاصل کرنے کے بعد مسند اقطاء اور مسند زریس پر رونق افروز ہوئے۔ علم قرأت عبد اللہ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا تھا۔ انہوں نے ہی امام شافعی کو فتویٰ نویسی کی اجازت دی تھی۔ ان سے امام شافعی، مروان طاطری، حمید مسدد، حکم بن موسیٰ، مشہور حافظ حدیث، ابراہیم بن موسیٰ، ہشام بن عمار رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دوسرے لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۶ ص ۲۰۶) ۸۰ سال کی عمر پا کر ۱۸۰ھ میں فوت ہوئے۔

امام و پیشوا فضیل بن عیاض بربوعی مروزی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کی کنیت ابو علی ہے اور شیخ الحرم لقب ہے۔ آپ نے منصور بن معمر، بیان بن بشر، ابان بن ابی عیاش، ابو ہارون عبدی، حسین بن عبد الرحمن عطاء بن سائب رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے طبقہ سے کوفہ میں علم حدیث حاصل کیا اور ان سے عبد اللہ بن مبارک یحییٰ بن سعید القطان امام شافعی، اسد بن موسیٰ مسدد، احمد بن محمد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دوسرے بہت سے لوگ مستفیض ہوئے۔ آپ نے آخر میں مکہ معظمہ میں رہائش اختیار کر لی۔ ابراہیم بن اشعث کہتے ہیں میں نے بایں ہمہ جلالت و فضیلت امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو دفعہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ چومتے دیکھا ہے۔

اکابر تابعین آپ کے استاد ہونے کے باوجود آپ کا بے حد ادب فرماتے تھے۔ آپ کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی ذات سے خاص نسبت تھی۔ کہتے ہیں بروز عاشورہ ۱۸۷ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور ۸۰ سال سے زیادہ عمر پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد اول طبقہ ۶ ص ۲۰۰)

محدث حرم امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ فحاک بن مزاحم کے بھائی محمد بن مزاحم کے موالی ہیں۔ آپ

کوفہ کے رہنے والے بہت بڑے عالم شیخ الاسلام اور نامور حافظ حدیث ہیں۔ ۷۰ھ میں پیدا ہوئے بچپن ہی میں طلب علم میں مصروف ہو گئے تھے۔ آپ نے عمرو بن دینار، ابن شہاب زہری، ابواسحاق، عبداللہ بن دینار رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بہت سے دوسرے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا اور ان سے اعمش، ابن جریج، شعبہ اور ان کے دوسرے شیوخ کے علاوہ عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمن بن مہدی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دوسرے بے شمار لوگ مستفیض ہوئے۔ بہت سے لوگ حج ہی اس لئے کرتے آتے تھے کہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی زیارت کا شرف حاصل کریں۔ چنانچہ ایام حج میں ان لوگوں کا آپ کے گرد جمکھٹا لگا رہتا تھا۔

آپ امام حجت، حافظ حدیث، وسیع العلم اور جلیل القدر انسان تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر امام مالک رحمہ اللہ اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم حدیث ختم ہو جاتا۔ نیز فرمایا مجھے امام مالک کے پاس ۳۰ کے سوا، احکام کی تمام احادیث مل گئیں اور امام ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس ۶ کے سوا، احکام کی تمام احادیث موجود تھیں۔

نیز امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے علم کا جتنا ذخیرہ امام ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس دیکھا ہے کسی کے پاس نہیں دیکھا میں نے ان سے بڑھ کر فتویٰ سے گریز کرنے والا کوئی عالم نہیں دیکھا اور انسان سے حدیث کی اچھی تفسیر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

آپ نے ۷۰ھ حج کیسے تھے۔ تدلیس کے عادی تھے لیکن ثقات سے تدلیس کرتے تھے۔ آپ نے جمادی الثانی ۱۹۸ھ میں دعویٰ اجل کو لبیک کہا۔ (مذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۱۲-۲۱)

ایک مرتبہ کسی شخص نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کوفہ والوں کا یہ مذہب ہے کہ تیمم کے لئے مٹی کا ہونا شرط نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے بعض شاگرد صعید وجد الارض کو کہتے ہیں اگرچہ پتھر بلا غبار کے صاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ آپ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ جواب دیں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خدا نے قرآن میں دو جگہ تیمم کا حکم دیا ہے۔ ایک تو یہ ہے۔ فتیمموا صعیدا طیباً یعنی تم پاک مٹی سے تیمم کرو اور دوسری جگہ فامسحوا بو جو حکم واید یکم منہ یعنی کچھ مٹی اپنے ہاتھ اور منہ پر مل لو۔ اس لیے عراقیوں کا جواب ہے کہ کلام عرب میں لا یقع اسمر الصعید الاعلیٰ تراب ذی غبار یعنی صعید کا اطلاق غبار والی مٹی پر ہوتا ہے۔ اس لیے پتھر پر تا آنکہ غبار نہ ہو تیمم ناکافی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری آیت نے اس کی وضاحت کر دی تا آنکہ مٹی

منہ اور ہاتھوں پر نہ لگے، تیم نہیں ہو سکتا۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ یہ سن کر بے حد خوش ہوئے۔
(سیرت شافعی ص ۱۱۰)

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ پوچھا؛ شافعی رحمہ اللہ! ذرا اس واقعہ کی شرح اور وضاحت کرو..... نبی کریم ﷺ مسجد نبوی سے چلے..... حضرت ام المؤمنین بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں۔ راستے میں دو آدمی ملے۔ ان دونوں سے مخاطب ہو کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے ساتھ میری بیوی صفیہ ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح پھرتا ہے۔“ (۱)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کی ہی تعلیم تھی۔ اس سے پہلے کہ ان دونوں آدمیوں کے دل میں دوسوہ پیدا ہو کہ اوالعزم پیغمبر ﷺ کے ساتھ کون عورت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری بیوی صفیہ ہیں۔ اگر انہیں باخبر نہ کیا گیا تو شاید یہ الزام تراشی کے گناہ میں مبتلا ہو جائیں۔ جس سے خووان کے ایمان کو خطرہ تھا۔ کیونکہ برا الزام لگانا کفر ہے۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: ”شافعی رحمہ اللہ! اب تم فتویٰ دے سکتے ہو۔ ماشاء اللہ کسی اچھی تشریح کی ہے۔“ (امام شافعی کے حالات ص ۲۷-۲۸)

امام دارالہجرۃ شیخ الاسلام مالک بن انس رحمہ اللہ:

آپ کی کنیت ابو عبید اللہ، نام مالک اور لقب امام دارالہجرۃ ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے کہ ابو عبید اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث الامام اصحی المدنی..... آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث اور امت مسلمہ کے نامور فقیہ ہیں۔ آپ کا خاندان مشہور صحابی طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی عثمان بن عبید اللہ تیمی کا حلیف ہے۔ نافع، مقبری، نعیم مجمر، زہری، عامر بن عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن دینار رحمہما اللہ علیہما جمعین اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا۔ آپ سے استفادہ کرنے والے اور علم حدیث سیکھنے والوں کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ ان میں امام شافعی رحمہ اللہ بھی ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جب علماء کا ذکر آتا ہے تو امام مالک رحمہ اللہ ان میں

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، رقم الحدیث 2035، صحیح مسلم، رقم الحدیث 2175،

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 2470، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 1779، مسند احمد 337/6،

سنن دارمی 27/2، ابن خزیعہ، رقم الحدیث 2233)

ستارے کی طرح نمایاں ہوتے ہیں۔“ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”سطح زمین پر کوئی علمی کتاب موطاً مالک سے زیادہ مستند نہیں ہے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ سے جب کسی نے آپ کے متعلق پوچھا تو فرمایا امام مالک و سفیان عیینہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہ ہوتے تو حجاز میں علم حدیث ہی نہ ہوتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ امام مالک رحمہ اللہ کے خراسانی گھوڑوں اور مصری خچروں کی تعریف کی کہ یہ بہت عمدہ ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا یہ سب میری جانب سے تمہاری نذر ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ آپ نے اپنی سواری کے لیے ایک تورہ بنے دیجیے فرمایا تم سب لے جاؤ۔ مجھے اس بات پر شرم آتی ہے کہ جس شہر کی زمین میں رسول اللہ ﷺ مدفون ہیں۔ وہاں میں سوار ہو کر پامال کروں۔ چنانچہ پورا اصطلیل بڑی محبت و خوشی سے امام شافعی رحمہ اللہ کی نذر کر دیا۔ (سیرت شافعی ص ۱۱۴)

وکیع بن جراح روای کو فی رحمہ اللہ:

آپ کی کنیت ابو سفیان ہے۔ کوفہ کے رہنے والے ممتاز حافظ حدیث اور چوٹی کے اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ پختہ کار عالم اور عراق کے محدث ہیں۔ رواس جس کی طرف منسوب ہیں۔ قیس عیلان کا ایک ذیلی قبیلہ ہے۔ ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے عراقی اساتذہ میں سے ہیں۔ امام وکیع رحمہ اللہ نے حج بیت اللہ سے واپسی پر فید میں بروز عاشورہ ۱۹۷ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۲۴۰)

امام عبد اللہ بن مبارک مروزی رحمہ اللہ:

شیخ الاسلام فخر المجاہدین قدوة الزاہدین امام عبد اللہ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ آپ بنو حنظلہ کے ساتھ نسبت ولاء کی بنا پر حنظلی کہلاتے ہیں۔ مرو کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ھ کو قصبہ ”ہیت“ (متصل شہر موصل) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۲۴۱)

معدودے چند شیوخ کے نام حسب ذیل ہیں:

محمد بن الحسن..... ابراہیم بن سعد بن ابراہیم الزہری (۱۸۳ھ)..... ابراہیم بن

عبدالعزیز بن ابی مخدورۃ..... ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ (۱۸۴ھ) ابراہیم بن حزم..... اسامہ بن زید بن اسلم..... اسحاق بن یوسف الازرق (۱۹۵ھ) اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم (۱۹۳ھ) و اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر (۱۸۰ھ) و اسماعیل بن عبداللہ بن قسطنطین (۱۹۰ھ) و انس بن عیاض (۲۰۰ھ) ایوب بن سوید الرلی (۱۸۲ھ) جعفر بن ابراہیم الطائف حاتم بن اسماعیل المدنی (۱۸۶ھ) و الحارث بن عمیر البصری و الحر بن ابراہیم و حسین الاثغ..... و حماد بن اسامہ (۲۰۱ھ) و حماد بن زید البصری (۱۹۷ھ) و حماد بن ظریف و داؤد بن عبدالرحمن عطار (۱۷۵ھ) و سعید بن سالم القداح و سعید بن سلمۃ بن ابی الحسام..... و سعید بن مسلمۃ الاموی..... سلیمان بن عمرو..... و ساک بن الفضل الجندی..... و الضحاک بن عثمان الخرمی (۱۵۳ھ) و عباد بن العوام..... و عبداللہ بن ادريس الاولوی (۱۹۲ھ) و عبداللہ بن الحارث کئی و عبداللہ بن سعید بن عبدالملک..... عبداللہ بن موسیٰ التیمی و عبداللہ بن الموصل (۱۶۷ھ) و عبداللہ بن نافع الصائغ (۲۰۶ھ) و عبداللہ بن الولید العدنی و عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی..... و عبدالرحمن بن الحسن بن القاسم الغسانی الازرق..... و عبدالرحمن بن ذکوان (۱۷۳ھ) و عبدالرحمن بن عبداللہ العمری و عبدالعزیز بن ابی رواد..... و عبدالکریم الخراسانی (۱۷۰ھ) و عبدالملک بن الولید..... عبدالوہاب بن عبد المجید الشقی..... و عطف بن خالد..... عمر بن عبدالرحمن بن مخض و عمرو بن حبیب (۲۰۹ھ) و عمرو بن ابی سلمۃ التیمی..... عمرو بن یحییٰ بن سعید الاموی..... و القاسم بن عبداللہ بن عمر العمری..... محمد بن اسماعیل بن ابی مذیک..... محمد بن الحسن شیبانی (۱۸۹ھ) محمد بن خالد الجندی..... محمد بن العباس الشافعی..... محمد بن عبداللہ الانصاری..... محمد بن عثمان بن ابی صفوان (۲۵۲ھ) محمد بن علی بن شافع..... محمد بن عمر والواقدی (۲۰۷ھ) محمد بن یزید الواسطی (۱۸۸ھ) مروان بن معاویہ الغزالی (۱۹۳ھ) مسلم بن خالد الزنجی..... مطرف بن مازن (۱۹۱ھ) معاویہ بن موسیٰ الجعفری..... ہشام بن یونس الصنعانی (۱۹۷ھ)..... و یحییٰ بن حسان..... و یحییٰ بن سعید القطان..... و یحییٰ بن سلیم المکی (۱۹۳ھ) یزید بن عبدالملک النوفلی و یعقوب بن فصا..... و یوسف بن الاسود و یوسف بن خالد السمعی (۱۸۷ھ) یوسف بن عمر بن عبد یزید (۲۰۵ھ) و یوسف بن یعقوب بن الماشون (۱۸۵ھ) ابن ابی الکثان الخزامی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(کتاب الام (مقدمہ) ص ۶-۳۵)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے تلامذہ کا اجمالی تعارف

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے آپ کے شاگردوں کی تعداد تقریباً ۱۶۰ بتائی ہے۔ ربیع بن سلیمان فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آپ کے دروازہ پر سات سو سواریاں دیکھی ہیں۔ ان پر لوگ دور دراز سے حدیث و فقہ سیکھنے آیا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی صحیح تعداد متعین نہیں کی جاسکتی۔ (امام شافعی) دارقطنی نے ان کی تعداد سو سے زیادہ بتائی ہے۔

(مجموع الادب، جلد ۲ ص ۳۹۱/سیر الصحابہ جلد ۴ ص ۳۲۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے جو تعداد شمار کرائی ہے۔ اس تعداد کی اہمیت اس لیے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ تمام تلامذہ امام شافعی رحمہ اللہ کی صرف ۵۴ سالہ عمر کی پیداوار ہیں جس کی نظیر دیگر ائمہ میں شاذ ہے۔ ان تلامذہ میں ایک جماعت تو وہ ہے جو امام صاحب کے قول قدیم (بغداد مسلک) کی راوی ہے۔ جیسے امام احمد، زعفرانی، کراہیتی، اسحاق بن راہویہ اور موسیٰ بن جارود رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہ۔ (مرآۃ البیان جلد ۶ ص ۳۹۱) ان سب نے امام صاحب کے علوم کو مرتب و مدون کیا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے توالی التالیس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دس مشہور تلامذہ کا اجمالی تعارف کرایا ہے۔ جن کے نام یہ ہیں حمیدی، سلیمان بن داؤد، ربیع بن سلیمان المرادی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان میں سے ہر ایک آسان علم و فضل کا ماہر تاج بندہ تھا۔ اس کے علاوہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ۔ ان افراد میں جو ممتاز ہیں ان میں بعض کا مفصل تذکرہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ قارئین کرام کو یہ اندازہ ہو سکے کہ مشاہیر و اکابرین آپ سے استفادہ باعث فخر سمجھتے تھے۔

امام حمیدی رحمہ اللہ:

نام عبد اللہ بن زبیر، کنیت ابو بکر امام ذہبی فرماتے ہیں۔ امام العلم ابو بکر عبد اللہ بن زبیر قریشی اسدی حمیدی مکی حافظ حدیث اور فقیہ ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۲) آپ نے سفیان بن عیینہ، مسلم بن خالد زنجی، فضیل بن عیاض اور دروردی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایتیں کی ہیں اور آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے حلقہ تلامذہ میں سب سے بڑوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے نزدیک امام ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ”تہذیب الجہذیب“ جلد ۵ ص ۲۱۶ میں رقمطراز ہیں۔ ابن عدی فرماتے ہیں کہ امام حمیدی رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ مسند تشریف لے گئے تھے اور یہ بڑے مخیر تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے کچھ روایتیں کی ہیں۔ (سیرت شافعی ص ۷۹)

طبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد اول ص ۶۲۳ میں علامہ سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ربیع بن سلیمان مرادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام حمیدی رحمہ اللہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ یمن سے مکہ تشریف لائے تو آپ کے رومال میں دس ہزار دینار تھے۔ آپ نے مکہ کی آبادی سے باہر اپنا خیمہ نصب کیا۔ لوگ آپ سے ملنے آتے تھے اور تا آنکہ آپ نے ان کل دینار کو تقسیم نہیں فرمادیا شہر مکہ میں تشریف نہیں لائے۔ سراج کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حمید حدیث کے امام ہیں۔ ابن سعد رحمہ اللہ و امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا انتقال مکہ مکرمہ میں ۲۱۹ھ میں ہوا۔

آپ کا شمار امام شافعی رحمہ اللہ کے کبار تلامذہ میں ہوتا ہے۔ امام صاحب کی وفات کے بعد ان کے حلقہ درس میں جانشین کے فرائض سرانجام دینے کے لیے تیار تھے۔ مگر ابن عبد الحکیم رحمہ اللہ کی مخالفت کی وجہ سے ناکام رہے۔ ان سے امام بخاری، ذہلی، ابوزرعہ، ابوحاتم، بشر بن موسیٰ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بہت سے دوسرے لوگ روایت کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد دوم ص ۳۱۲)

حرملہ بن یحییٰ رحمہ اللہ:

تہذیب الجہذیب جلد ۶ ص ۱۳۰ کا خلاصہ یہ ہے: حرملہ بن یحییٰ بن عبد اللہ بن حرملہ ابو حفص مصری یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ ان سے امام مسلم رحمہ اللہ اور

ابن ماجہ رحمہ اللہ نے روایتیں کی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسودات قلمی کا ذخیرہ ان کے پاس کافی تھا۔ یہ ۱۶۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تذکرۃ الحفاظ میں شوال ۲۴۳ھ سال وفات نقل کیا گیا ہے۔

سلیمان بن داؤد رحمہ اللہ:

سلیمان بن داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس البہاشی انہوں نے ابراہیم بن سعد و سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے روایتیں کی ہیں اور ان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب خلق افعال العباد میں اور ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ نے بواسطہ ہارون جمال روایتیں کی ہیں۔ حسن بن محمد زعفرانی فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ میں نے دو شخصوں کو بڑا عقلمند پایا۔ ایک سلیمان بن داؤد رحمہ اللہ دوسرے احمد بن حنبل رحمہ اللہ۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ان کا انتقال ۲۱۹ھ میں بغداد میں ہوا۔

حسن بن محمد زعفرانی رحمہ اللہ:

آپ کی کنیت ابو علی ہے۔ بغداد کے رہنے والے نامور حافظ حدیث اور بہت بڑے فقیہ ہیں۔ درب زعفرانی کی طرف نسبت سے زعفرانی کہلاتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے فقہ کا فن سیکھا اور ان کے قدیم قول کے یہی ناقل ہیں اور ان سے اصحاب صحاح ستہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثقہ ہیں اور ابن حبان رحمہ اللہ کتاب الثقات میں فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ابو ثور رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ سے پڑھنے کے لیے حاضر ہوتے تو یہ زعفرانی ہی ان کے سامنے قرأت کرتے تھے۔ زعفرانی کا اپنا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ اپنے لیے کوئی پڑھنے والا تلاش کرو تم میں سے کون پڑھے گا؟ تو میرے سوال ان کے سامنے پڑھنے کی کسی کوجرت نہ ہوئی۔ حالانکہ میں اس وقت ان سب سے کم عمر تھا اور ابھی تک میرے منہ پر داڑھی نہیں آئی تھی۔ مزنی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے سنا ہے۔ فرماتے تھے۔ میں نے بغداد میں ایک دیہاتی کا شکاردیکھا ہے: جوزبان دانی میں اتنا ماہر تھا کہ وہ میرے مقابلہ میں عربی اور میں اس کے مقابلہ میں دیہاتی کا شکاردیکھا ہے: جوزبان دانی میں اتنا ماہر تھا کہ وہ اپنا یہ تاثر ظاہر فرمایا تھا۔ آپ آخر شعبان ۲۶۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے اور تقریباً ۹۰ سال کی عمر تھی۔

اسماعیل بن یحییٰ مزیٰ رحمہ اللہ:

طبقات الشافعیہ علامہ سبکی رحمہ اللہ جلد اول ص ۲۳۸ کا خلاصہ یہ ہے: یہ ۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ، نعیم بن حماد وغیرہ سے روایتیں کی ہیں اور ان سے ابن خزیمہ طحاوی، زکریا، ساجی ابن ابی حاتم نے روایتیں کی ہیں۔ ان کا علم بے حد وسیع تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر یہ شیطان سے مناظرہ کریں تو غالب آئیں گے۔ بڑے زاہد بڑے عابد اور دنیا سے کنارہ کش تھے۔ اگر ان کی ایک نماز باجماعت قضا ہو جاتی تو اس کے معاوضہ میں پچیس نمازیں پڑھتے تھے۔ مردوں کو خالصاً لوجہ اللہ غسل دیتے تھے اور فرماتے تھے یہ اس لیے کرتا ہوں کہ میرے دل میں سختی نہ پیدا ہو جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ مزیٰ میرے مذہب کا ناصر ہے اور اے مزیٰ اس مصر میں تمہارا مرتبہ بلند ہوگا اور اے ربیع تم میری کتابوں کی نشر و اشاعت خوب کرو گے۔ اے بوہلی اٹھو اور میرا حلقہ درس سنبھالو۔ ربیع فرماتے ہیں کہ امام نے جس جس کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا۔ وہ حرف بہ حرف صحیح ہوا۔ امام مزیٰ جب اپنی کتاب مختصر میں کسی بحث کے لکھنے سے فارغ ہوتے تھے تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ ان کی تصانیف بکثرت ہیں۔ جامع صغیر جامع کبیر۔ المختصر الترغیب فی العلم۔ کتاب الوثائق وغیرہ۔ آپ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ رمضان المبارک ۲۶۴ھ میں انتقال ہوا۔ (سیرت شافعی ص ۸۲-۸۱/طبقات الشافعیہ جلد اول ص ۲۳۸)

ابراہیم بن خالد ابو ثور کلبی بغدادی رحمہ اللہ:

آپ کا اسم گرامی ابراہیم بن خالد ہے۔ بغداد کے رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث اور مایہ ناز مجتہد تھے۔ ابو عبید اللہ ان کی کنیت ہے۔ انہوں نے سفیان بن عیینہ، عبیدۃ بن حمید، وکیع اور امام شافعی اور ان کے طبقہ سے علم حدیث حاصل کیا اور ان سے ابو داؤد، ابن ماجہ، محمد بن اسحاق السراج رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دوسرے لوگ فیضیاب ہوئے۔ ابو بکر عین کہتے ہیں: میں نے ان کے متعلق امام احمد سے پوچھا تو فرمانے لگے۔ میں ان کو پچاس سال سے سنت پر عمل پیرا جانتا ہوں اور یہ میرے نزدیک امام ثوری کے ہم مرتبہ ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۳۷۳) الامام المجتہد ابو ثور کلبی بغدادی پہلے عراقیوں کی محبت سے وہاں کی فقہ پر عامل تھا۔ پھر امام شافعی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ کر مستقل آپ کے مسلک کو اختیار کر لیا۔ ۲۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (تہذیب الجہد جلد اول

الحافظ العلامة یونس بن عبدالاعلیٰ مصری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کی کنیت ابو موسیٰ ہے۔ دیار مصر کے عالم، بلند پایہ، حافظ حدیث، نامور فقیہ اور مشہور مقلد ہیں۔ ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر سے حدیث کا سماع کیا نیز امام شافعی سے علم فقہ حاصل کیا..... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے مصر میں یونس سے زیادہ عقلمند کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد دوم ص ۳۸۲)

یونس بن عبدالاعلیٰ کو محدثین نے مستجاب الدعوات زاہد و عابد تسلیم کیا ہے۔ ان سے ایک ایسی روایت بواسطہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مروی ہے جس پر محدثین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت منفرد ہے جو کسی اور طریقہ سے ثابت نہیں ہوتی۔ یعنی امام شافعی بواسطہ محمد بن خالد الجندی وہ ابان بن صالح سے اور وہ حسن بن ابی الحسن سے وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مہدی الاعیسیٰ ابن مریم علیہ السلام“ یعنی مہدی کوئی نہ ہوگا۔ جبر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے..... امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ یونس بن عبدالاعلیٰ نے یہاں نقطہ حدیث الشافعی یا حدیثی الشافعی یعنی ہم سے حدیث بیان کی یا مجھ سے حدیث بیان کی۔ امام شافعی نے یہ نہیں کہا بلکہ حدثت عن الشافعی کا لفظ کہا یعنی میں شافعی سے روایت کرتا ہوں۔ اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ درمیان کے راوی کے نام کو انہوں نے چھپایا ہے۔ مگر علامہ سبکی نے طبقات جلد اول صفحہ ۲۸۱ میں عمدہ وضاحت کی ہے۔ یہ وہ ہے کہ محمد بن خالد جندی ضعیف ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تہذیب التہذیب“ (جلد ۹ ص ۱۳۳) میں فرمایا..... فرماتے ہیں محمد بن خالد جندی مجہول اور ضعیف راوی ہیں۔ امام مہدی کے متعلق بہ کثرت روایتیں موجود ہیں۔ کہ امام مہدی کا ظہور اہل بیت سے ہوگا اور یہ کہ وہ سات برس حکومت کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کی قتل و جال کے سلسلہ میں ان کی اعانت فرمائیں گے عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتدا کریں گے۔ اس لحاظ سے یونس بن الاعلیٰ پر کوئی الزام نہیں ہے۔ بلکہ محمد بن خالد جندی ہی ضعیف ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۳۴۰/طبقات الشافعیہ جلد ۹ ص ۲۷۹/سیرت شافعی ص ۸۱-۸۲)

امام ذہبی کہتے ہیں۔ امام شافعی کے واسطہ سے ان کی یہ حدیث منکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معاملہ سخت سے سخت ہوتا جائے گا دنیا پیچھے ہٹی جائے گی، لوگ بخیل سے بخیل تر ہو جائیں گے۔ قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی اور

عینی علیہ السلام کے سوا کوئی مہدی نہیں، یہ روایت امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے انہی یونس رحمہ اللہ کے واسطے سے اپنی سنن میں ذکر کی ہے۔ یہ درج بالا روایات ہی ہے۔ جس میں محمد بن خالد جندی راوی ضعیف تھا، یونس بن عبد الاعلیٰ صدیقی مصری کی وفات ربیع الاول ۲۶۴ھ ہے۔

ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل مرادی رحمہ اللہ:

محدث الدیار المصر یہ امام المرادی الموزن کی کنیت ابو محمد اور نام ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار رحمہ اللہ ہے۔ بنو مراد سے نسبت ولاء کی وجہ سے مرادی کہلاتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور ان کے علم کے ناقل ہیں۔ آپ ۱۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۴۱۹) امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے ربیع نے میری بے حد خدمت کی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر علم گھول کر پلانے کی چیز ہوتی تو میں تمہیں گھول کر پلا دیتا۔ ربیع کی وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی اس وقت ۹۶ سال کی عمر کے تھے۔

(تہذیب المعجم ج ۳ ص ۲۶۵/سیرت شافعی ۲)

ابو بکر الحمید رحمہ اللہ:

بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ حافظ حدیث تھے۔ ثقہ تھے۔ ۲۱۹ھ میں مکہ میں انتقال فرمایا۔ امام شافعی کے ساتھ یہ مصر میں آئے تھے اور یہیں پڑھے تھے۔ پھر جب امام شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا تو یہ مکہ لوٹ گئے اور باقی زندگی وہیں گزاری۔

ابو بکر محمد بن ادريس رحمہ اللہ:

ان کے بارے میں ابن عبد البر کہتے ہیں کہ یہ اصحاب شافعی میں تھے لیکن کس سال وفات ہوئی معلوم نہیں۔ مکہ میں جن لوگوں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے علم اخذ کیا، یہ انہی میں سے ہیں۔

ابو الولید موسیٰ بن ابی الجارود رحمہ اللہ:

اصحاب شافعی میں سے۔ استاد کی کئی کتابیں لکھیں فقہ کا علم ان سے حاصل کیا۔ ان کے بغداد جانے سے پہلے تک برابر ان کے دامن علم سے وابستہ رہے۔

ابوعلیٰ الحسین بن علی الکراہیسی رحمہ اللہ:

یہ بہت بڑے عالم، مصنف اور پرہیزگار شخص تھے۔ سلطان کی رائے انہی کے گرد گھومتی رہتی تھی۔ حریفوں سے مقابلہ بھی خوب خم ٹھونک کر کیا کرتے تھے۔ یہ مذہب اہل عراق پر عامل تھے۔ پھر امام شافعی رحمہ اللہ بغداد آئے تو انہوں نے انہیں کے ساتھ مجالست اختیار کر لی۔ زعفرانی سے ان کی کتابیں پڑھنے لگے۔ خود کراہیسی اس ذکر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ بغداد آئے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا کیا آپ اجازت دیں گے کہ آپ کے سامنے قرأت کتب کروں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے انکار کر دیا اور کہا یہ کام زعفرانی کے سامنے کرو۔ اس کی اجازت دیتا ہوں۔ کراہیسی کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔

(امام شافعی ص ۲۸۱)

یوسف بن یحییٰ قریشی رحمہ اللہ:

تہذیب المتذیب جلد ۱۱ ص ۴۲۷ اور طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جلد اول ص ۲۷۵ کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے ابن وہب رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے روایتیں کی ہیں۔ آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ابو الولید بن جبار و فرماتے ہیں۔ ابو بویطی ہمارے ہمسایہ تھے۔ رات کو جب کبھی میری آنکھ کھلتی تو میں ان کو عبادت کرتے یا قرآن پڑھتے ہوئے پاتا۔ ہمیشہ ان کے ہونٹ ذکر خدا میں ہلتے ہی رہتے تھے۔ امام حمیدی رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد نے حسب ایمائے امام شافعی رحمہ اللہ کے انتقال سے کچھ ہی قبل امام شافعی رحمہ اللہ کا قائم مقام بنا کر مسند امامت پر بٹھایا۔ مصر کے بالائی حصہ کو بویطی کہا جاتا ہے۔ اس لیے آپ بویطی کی نسبت سے مشہور ہیں۔ امام بویطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ احکام قرآنی اصولی نقطہ نظر سے کتنے ہیں۔ فرمایا پانچ سو۔ پھر پوچھا احکام سنت راشدہ اصولی حیثیت سے کتنے ہیں۔ فرمایا وہ بھی پانچ سو ہیں۔ پھر اسی شخص نے پوچھا امام مالک رحمہ اللہ کو ان میں سے کتنے محفوظ تھے۔ فرمایا ۳۶۵۔ پھر اس نے پوچھا اور امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو؟ فرمایا، ان کو ۴۹۵ محفوظ تھے۔ امام ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بویطی، مزنی اور محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم مصری ہم چاروں امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات سے کچھ ہی پہلے آپ کے پاس پہنچے۔ امام نے ہم چاروں کو کچھ دیر تک نظر بھر کر دیکھا اور بڑی دیر تک چپ رہے

پھر ہماری جانب مخاطب ہوئے۔

ابو بویلی سے فرمایا۔ ”اے ابو یعقوب تم عنقریب لوہا پہن کر مرد گے اور اے مرنی! تمہارا مرتبہ مصر میں بلند ہوگا اور تم ایک طویل زمانہ پاؤ گے جس میں تمہاری رفعت و علو شان رہے گی اور اے محمد بن عبد اللہ تم تو اپنے باپ کے طریقہ مالکیہ کی جانب عود کرو گے اور اے ربیع تمہاری وجہ سے میری کتابوں کی نشر و اشاعت منفعت بخش ہوگی۔ پھر فرمایا: ”اے ابو بویلی اٹھو اور میرا حلقہ درس سنبھالو۔“ امام ربیع فرماتے ہیں کہ امام کا ارشاد عالی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا جس کی تفصیل یہ ہے۔

امام مرنی و امام ربیع کے حالات میں ان دونوں کے متعلق وضاحت ہو چکی ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم کے متعلق جو ارشاد فرمایا تھا، وہ بایں طور پر پورا ہوا کہ امام شافعی کی وفات سے کچھ قبل، جب امام بویلی مسند امامت پر بیٹھے تو امام حمیدی نے ان سے فرمایا۔ ”آپ سے بہتر کوئی شخص امام صاحب کے شاگردوں میں نہیں ہے۔“ اس پر محمد بن عبد اللہ الحکم نے امام حمیدی سے کہا کہ تم غلط کہتے ہو۔ اس پر امام حمیدی نے ان سے تند و تیز گفتگو کی اور محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم اس حلقہ کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور امام بویلی پر یہ افتاد آپڑی کہ آپ خلق قرآن کے منکر تھے اور آپ کا یہ فتویٰ مشہور ہو گیا تھا من قال القرآن مخلوق فهو کافر..... جس نے یہ کہا کہ قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔ چنانچہ بغداد میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور جیل بھیج دیا گیا۔ جیل خانہ میں آپ کو بوجھل بیڑیاں آدھی پنڈلی تک ڈالی گئیں اور گلے میں بھی لوہے کا بوجھل طوق پہنا دیا گیا اور زنجیروں سے جکڑ دیا گیا۔ آپ نے جمعہ کی اذان کی آواز سنی تو غسل کیا اور تہمند بدلا اور نماز کے لیے جانا چاہا۔ جیل خانے کے نگرانوں نے کہا۔ خدا آپ پر رحم فرمائے آپ کے لیے شرکت جمعہ کے لیے بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ آپ اس پر زار و قطار روتے رہے۔ پھر خدا سے گڑ گڑاتے ہوئے دعا کی۔ ”الہی تو سب باتوں سے واقف ہے اور تو وسیع و بصیر ہے مجھے اب ادائے فرائض سے بھی منع کیا جا رہا ہے۔ الہی میں صرف تیرے کرم کا امیدوار ہوں۔ تو رحیم و کریم ہے۔ مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔“ چنانچہ بغداد کے جیل خانہ میں اسی حالت میں رجب ۲۳۱ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ (سیرت شافعی ص ۶-۸۵)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ بلند پایہ حافظ حدیث اور حجت ہیں۔ مرو میں پیدا ہوئے۔

اور بغداد میں عمر بسر کرنے کی وجہ سے مروزی قم بغدادی کہلاتے ہیں۔ سرخیل محدثین شیخ الاسلام سید المسلمین احمد بن حنبل شیبانی ۲۴۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ہشتم، ابراہیم بن سعد، سفیان بن عیینہ، عباد بن عباد، یحییٰ بن ابی زائدہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے طبقہ سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ابو زرعہ، مطین، عبد اللہ بن احمد، ابو القاسم بغوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان گنت لوگوں نے کسب فیض کیا۔

حرمہ کہتے ہیں۔ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے سنا ہے فرماتے تھے۔ میں بغداد سے نکلا تو میں نے اپنے پیچھے کوئی آدمی ایسا نہیں چھوڑا جو علم و فضل اور فقہ و دانش میں احمد رحمہ اللہ (امام احمد بن حنبل) سے بڑھا ہوا ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۲۲۲)

مزید فرماتے ہیں میں نے بغداد میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے زیادہ فقیہ، زاہد، متقی اور عالم نہیں دیکھا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فقہ کی پوری تعلیم امام شافعی رحمہ اللہ سے پائی اور ان کے بعض مسائل میں خود بھی جزاء اجتہاد فرماتے ہیں۔ جس کی وضاحت ہم کر سکتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کو آپ سے بے حد محبت تھی اور اعتماد و اثق بھی تھا۔ چنانچہ اکثر آپ سے فرماتے تھے۔ دیکھ احمد اگر میری کسی اجتہاد یا رائے کے خلاف کوئی حدیث تم کو معلوم ہو تو مجھے باخبر بنا دینا تاکہ میں اپنے قول سے رجوع کروں۔ چونکہ کون سا آسمان اور کون سی زمین مجھے پناہ دے سکتی ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے خلاف کوئی رائے رکھوں۔ امام احمد رحمہ اللہ اپنے استاد کا بے حد اوب کرتے تھے اور امام شافعی رحمہ اللہ کی صحبت کا ایک پل بھی نعمت خداوندی سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے امام احمد رحمہ اللہ سے امام مالک رحمہ اللہ کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ حدیث صحیح راوی ضعیف یعنی امام مالک رحمہ اللہ کی حدیث تو صحیح ہے۔ مگر رائے کمزور ہے۔ پھر سائل نے امام اوزاعی رحمہ اللہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا حدیث راوی ضعیف ان کی حدیث بھی کمزور ہے۔ رائے بھی کمزور ہے۔ پھر سائل نے امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق پوچھا۔ فرمایا حدیث صحیح راوی صحیح۔ ان کی حدیث بھی صحیح ہے اور رائے بھی صحیح ہے۔ پھر اصحاب کو فہم کے متعلق پوچھا تو فرمایا۔ لا راۃ ولا حدیث یعنی ان کی رائے اور حدیث دونوں کچھ نہیں ہیں۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ کی نسبت جو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ وہ بعض مسائل میں مقطوع و مرسل روایتوں پر عمل کرتے ہیں اور ایسی روایتوں کی بنا پر قیاس سے

مسائل کا فتویٰ دیتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق جو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ آپ صحیح حدیث پر خواہ وہ کمی ہو یا مدنی ہو یا یمنی ہو یا مصری ہو۔ کسی شہر کے بھی معتمد اور ثقہ راوی سے روایت کرتے ہوں قابل عمل قرار دیتے ہیں۔ طبقات الشافعیہ جلد اول ص ۲۰۵ میں یہ روایت موجود ہے۔ امام ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ جب مصر تشریف لے جانے لگے تو مجھ سے فرمایا۔ ربیع یہ میرا خط بغداد لے جا کر احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو دے کر جواب لے آؤ۔ چنانچہ میں بغداد پہنچا تو دیکھا کہ امام احمد رحمہ اللہ صبح کی نماز میں مشغول ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے وہ خط پیش کیا اور عرض کیا کہ آپ کے برادر مکرم امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ خط بھیجا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ربیع سے پوچھا تم نے بھی دیکھا کیا لکھا ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم کیا تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس لفافہ کو کھول کر پڑھا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے عرض کیا۔ امام نے کیا لکھ دیا۔ فرمایا اس میں امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم ابو عبد اللہ احمد بن حنبل کو خط لکھو۔ میرا سلام لکھ کر یہ لکھ دینا کہ عنقریب تم خلق قرآن کے فتنے میں مبتلا کیے جاؤ گے۔ خدا تم کو ثابت قدم رکھے گا اور تمہارا علم تامہ قیامت پھیلتا رہے گا۔ ربیع فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ کو مبارک ہو پھر آپ نے جواب لکھا اور اپنا وہ کرتا جو آپ کے جسم سے ملا رہتا تھا۔ اُتارا اور فرمایا یہ امام شافعی رحمہ اللہ کی نذر کر دینا۔ میں مصر آیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا جواب اور وہ گرتا پیش کیا۔ فرمایا کرتا کیسا ہے۔ میں نے عرض کیا انہوں نے بطور نذر پیش کیا ہے۔ فرمایا اچھا اس گرتے کو بھگلو تا کہ اس کا پانی بطور تبرک ہم استعمال کریں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے لیے امام احمد رحمہ اللہ ہر نماز کے بعد سجدے میں خاص طور پر دُعا کرتے تھے اور جب تذکرہ آتا تو فرماتے میرے شیخ محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد ہے جس پر میں عمل کرتا ہوں۔ (سیرت امام شافعی ص ۸۹-۸۷) آپ نے ۷۷ سال کی عمر پا کر ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ:

آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ مرو کے رہنے والے تھے۔ پھر نیشاپور میں رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ نیشاپور کے عالم اور اہل مشرق کے شیخ ہیں۔ ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۶۶ھ اور ایک قول کے مطابق ۱۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابن مبارک سے بچپن میں اور

بڑے ہو کر جریر بن عبد الحمید، عبد العزیز بن عبد الصمد العمی، فضیل بن عیاض، عیسیٰ بن یونس، درادری اور ان کے طبقہ سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے بجز ابن ماجہ جملہ اصحاب صحاح ستہ، امام احمد یحییٰ بن معین ان کے اپنے شیخ یحییٰ بن آدم، حسن بن سفیان، ابو العباس سراج اور دوسرے بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۷۷ سال کی عمر یا کر نصف شعبان ۲۳۸ھ میں نیر اعظم ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۶-۳۲۵)

شیخ ابو العباس احمد بن سراج رحمہ اللہ:

یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد چار سو ہے۔ ۳۰۴ھ میں وفات پائی۔

(تاریخ القدس ۱۲۹)

ان کے علاوہ تلامذہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں: احمد بن الحجاج المروزی (شیخ بخاری) احمد بن خالد الخلال البغدادی (شیوخ ترمذی و نسائی) احمد بن سعید بن بشیر الحمدانی (شیخ ابو داؤد) احمد بن سنان القطان..... احمد بن الصباح الرازی..... احمد بن عبد اللہ المکی المقری..... احمد بن محمد بن الولید الازرقی المکی..... ابراہیم بن محمد بن العباس بن محمد علی الشافعی..... اسحاق بن ابراہیم بن مخلد المقری..... اسحاق بن یحییٰ ابو ابراہیم المزنی۔ اشھب بن عبد العزیز المصری۔ بحر بن نصر بن سابق الخولانی المصری..... الحارث بن سرتح النقال..... حامد بن یحییٰ البغنی..... الحسن بن عبد العزیز جروی..... المصری (شیخ بخاری)..... الحسن بن عثمان الزیادی الحسن بن علی الخلال الخولانی..... خالد بن زرارہ الی..... سعید بن الجهم بن نافع..... الکوئی المکی..... ابو ایوب البغدادی..... ابو حاتم بھستانی..... عبد الرحمن بن مہری البصری..... عبد العزیز بن یحییٰ کسبی..... عبد المالك بن عبد العزیز المداشون..... عبد اللہ بن ہشام المصری الخوی..... علی بن عبد اللہ بن جعفر المدینی..... عمر بن ابی سلمہ التیمی..... الفضل بن الربیع..... قتیبہ بن سعید البغنی..... قحزم بن عبد اللہ بن قحزم..... محمد بن ابی بکر المقدی.....

(مقدمۃ "الام" ص ۷۳۳)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا اجمالی تعارف

عصر صحابہ و تابعین میں مجتہدین کرام اپنے اجتہادات و فتاویٰ کی تدوین کو پسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ سرے سے تدوین سنت تک کو ناپسند کرتے تھے۔ تاکہ صرف کتاب (قرآن) کے اصول مدونہ محفوظ رہ سکیں کہ یہی شریعت کا ستون اور نور مبین ہے۔ جسے روز قیامت تک خدائے بزرگ برتر قائم اور باقی رکھے گا لیکن بعد میں علماء تدوین سنت اور تدوین فقہ و فتاویٰ پر مجبور ہو گئے مسلمانوں میں مختلف فرقے پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے نقطہ نگاہ کے مطابق تدوین اقوال کی طرف توجہ کی۔ اہل تشیع نے اپنے ائمہ کے افکار و آراء مدون کر ڈالے معتزلہ نے اپنے علماء کے خیالات کی تدوین کی محدثین نے تدوین صحیح پر اپنی توجہ مرکوز کر دی تاکہ رسول اللہ ﷺ سے منسوب کلام مکذوب کی تیز ممکن ہو جائے۔

بعد میں فقہاء نے اپنے افکار و نظریات کی تدوین پر زور دیا۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں کئی کتابیں قلمبند کیں۔ قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الخراج“ خلیفہ ہارون الرشید کے لیے لکھی۔ اس کے علاوہ بھی متعدد کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔ محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے آراء عراق کی تدوین کی اور ان کی آراء کی تدوین کا سلسلہ شروع کر چکے تھے اور اپنے شیوخ کے آراء بھی مدون کر رہے تھے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرف پوری توجہ کی۔ (امام شافعی ص ۲۸۸)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب تحریر:

امام ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جس فصاحت و بلاغت سے

تقریر فرمایا کرتے تھے اور جو محاروات عرب ان کی گفتگو میں ہوتے تھے۔ ان کے سمجھنے کے لیے بھی انسان کو کافی علم کی ضرورت تھی۔ عرب کے فصیح و بلیغ ان کی تقریریں کر سہ دھنتے تھے۔ اگر وہ اپنی تصانیف میں بھی یہی اسلوب بیان کرتے تو غالباً ان کا سمجھنا دشوار ہوتا تا آنکہ انسان کا علم مکمل نہ ہوتا۔ آپ نے اپنی تصانیف میں اتنی سلیسی و آسان زبان استعمال کی جس میں تمام خوبیاں ہیں اور یہ بھی آپ کا اعجاز ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے جب طریق اجتہاد و بحث فتاویٰ میں کمال حاصل کر لیا تو تالیف کتب کا باقاعدہ سلسلہ شروع کر دیا پہلے ان اصول و مبادی کا ذکر کرتے کہ جو انہوں نے بسلسلہ استنباط وضع کیے تھے۔ پھر مسائل فیہا کا تذکرہ کرتے پھر سنت رسول اللہ ﷺ اور اختلافات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زیر بحث لاتے اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد ان کی آراء میں سے جس رائے کو صحیح خیال کرتے اسے مرجع قرار دیتے۔ (سیرت امام شافعی ص ۱۰۲)

امام شافعی رحمہ اللہ کا انداز تصنیف:

تصنیف و تالیف کا کام امام شافعی رحمہ اللہ مسجد میں بیٹھ کر بھی کیا کرتے تھے اور گھر میں بھی۔ شاہی مسجد کے بارے حرمہ سے روایت ہے کہ شاہی مسجد میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے۔ یہاں ان کے لیے ایک گدی بچھا دیا جاتا اور تصنیف کا کام اسی پر متمکن ہو کر شروع کر دیتے۔

تصنیف کتب کے وقت امام شافعی رحمہ اللہ دوسروں کی کتب سے بھی مدد لیتے تاکہ معلوم ہو سکے کہ موضوع زیر تصنیف سے متعلق احادیث اور آثار فقہیہ کیا ہیں؟ پھر اس مواد کو وہ پرکھتے اور اچھی طرح مطمئن ہونے کے بعد اس سے استفادہ کرتے اس سلسلہ کی ایک روایت ہے:

”امام شافعی رحمہ اللہ مصر آئے اور یہاں چار سال تک مقیم رہے۔ اسی زمانہ میں انہوں نے بہت سی کتابیں تالیف و تصنیف کیں۔ اپنے ساتھ حجاز سے وہ کتب سفیان ابن عیینہ بھی لائے تھے۔ یہ کتابیں وہ اپنے سامنے رکھ لیتے اور تصنیف شروع کر دیتے۔ جب وہ لکھ چکے تو ابن ہرم اس کی نقل شروع کر دیتے۔ امام بوہلی رحمہ اللہ انہیں امام شافعی رحمہ اللہ کا لکھا ہوا سناٹے اور تمام حاضرین ابن ہرم کا لکھا ہوا سنتے رہتے اور اس کی نقل کر لیتے۔ ربیع بن سلیمان مرادی رحمہ اللہ ان کاموں میں امام شافعی رحمہ اللہ کے کام سے کبھی کبھی اٹھ جایا کرتے۔ جاتے دقت بتا جاتے، جب واپس آتے تو جو حصہ چھٹ جاتا، اس کی امام شافعی رحمہ اللہ کے سامنے قرأت کر لیتے۔ (توالی القاسم)

(امام شافعی ص ۲۹۳/۵)

امام شافعی رحمہ اللہ کے انداز تصنیف کے بارے میں تصریحات بالا سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کس طرح تصنیف کیا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا طریقہ کتابت کیا تھا۔ پھر ان کے لکھے ہوئے کو شاگرد کس طرح نقل کیا کرتے تھے؟ اور پھر سماعت کس طرح کرتے تھے؟ امام شافعی رحمہ اللہ کبھی کبھی اصلاح بھی کرایا کرتے تھے۔ چنانچہ ”الام“ کے دوران مطالعہ میں خود بخود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کافی عبارتیں ایسی ہیں۔ جن میں کہا گیا ہے کہ یہ بات امام شافعی رحمہ اللہ نے یوں لکھوائی، مثلاً؛

(۱) صلح کے باب میں ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ شافعی رحمہ اللہ نے ہمیں املا کرایا۔

(۲) حوالہ کے باب میں ربیع بن سلیمان کا قول ہے کہ شافعی رحمہ اللہ نے ہمیں یہ لکھایا۔

(۳) دکالت کے باب میں ربیع بن سلیمان کا قول ہے کہ شافعی رحمہ اللہ نے املا کرایا۔

(۴) وثیقہ جس کے بیان میں ربیع بن سلیمان کا قول ہے کہ شافعی رحمہ اللہ نے املا کراتے ہوئے ہمیں بتایا۔

(۵) تعبیر کے بیان میں ربیع بن سلیمان کا قول ہے کہ شافعی رحمہ اللہ نے املا کراتے ہوئے ہمیں باخبر کیا۔

(۶) ولیمہ کے باب میں ربیع بن سلیمان کا قول ہے کہ شافعی رحمہ اللہ نے املا کراتے ہوئے بتایا۔

(۷) نکاح کے بیان میں ربیع بن سلیمان نے ہمیں بتایا کہ شافعی رحمہ اللہ نے املا کرایا ہے۔

(۸) اقرار و ارث کے بیان میں ربیع بن سلیمان نے ہمیں بتایا کہ شافعی رحمہ اللہ نے املا کرایا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کبھی خود لکھتے تھے، کبھی لکھاتے تھے اور امام شافعی رحمہ اللہ جو کچھ لکھتے یا املا کراتے ان کے تلامذہ اسے نقل کر لیا کرتے تھے۔ جو کتابیں خود امام شافعی رحمہ اللہ کی قلمبند ہوئی ہیں۔ ان کے بارے میں رواد کا بیان ہے کہ بعض تو انہوں نے خود لکھی ہیں اور بعض املا کرائی ہیں۔ تالیف کتب کے سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا معمول اور اصول کیا تھا؟ اسے ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ نے یوں تحریر کیا ہے: ”امام شافعی رحمہ اللہ کے درود مصر سے ایک مدت تک ان کی خدمات میں حاضر رہا۔ ان کی ایک سیاہ فام باندی تھی۔ جب وہ کچھ لکھنا چاہتے باندی سے کہتے: ”وہ اٹھتی اور چراغ جلا دیتی پھر جو کچھ اور جب تک جی چاہتا ہو بیٹھے لکھتے رہتے۔“

— ہمیشہ اسی طرح کرتے کام ختم کرنے کے بعد خود ہی چراغ بجھا دیتے۔“

ایک دفعہ پوچھا گیا کہ ایسا آپ کیوں کرتے ہیں؟ تو امام شافعی رحمہ اللہ نے جواب دیا: ”چراغ کی روشنی میں خیالات یکسو نہیں رہتے۔“ رات کی تاریکی میں امام شافعی رحمہ اللہ چراغ بجھا کر زیادہ تر غور و فکر کرتے۔ ان کا خیال تھا کہ چراغ کی روشنی فکر عمیق میں حارج ہوتی ہے۔ چنانچہ چراغ بجھا دیتے۔ (امام شافعی ص ۲۸۸)

امام شافعی رحمہ اللہ نے زیادہ کتب بغداد میں لکھیں:

مکہ کے دوران قیام میں امام شافعی رحمہ اللہ نے باقاعدہ سلسلہ تصنیف نہیں شروع کیا تھا۔ وہاں انہوں نے صرف وہ رسالہ لکھا تھا جو عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ کے لیے تھا۔ پھر ۱۹۵ھ میں دوبارہ آنے کے بعد انہوں نے بہت سی کتابیں لکھ ڈالیں۔

اور اگر دوران قیام مکہ میں امام شافعی رحمہ اللہ نے کچھ کتابیں لکھیں تو لوگوں سے ان کی روایت نہیں کی اور انہیں چھپائے رکھا۔ پھر بغداد آنے کے بعد کثرت دراست و مراجعت اور تبحر کے بعد انہیں اپنے تلامذہ کے سامنے پیش کیا اور اپنے اصحاب سے روشناس کرایا۔ جس کے بعد وہ سارے آفاق میں منتشر ہو گئیں۔ مصر آنے کے بعد اپنی کتابوں پر دوبارہ انہوں نے نظر ڈالی۔ تغیر و تبدل کیا۔ کچھ بڑھایا کچھ گھٹایا تاکہ تصنیف ہر جہت سے مکمل ہو جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا فن تحقیق:

واقعہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی کتب جدید اور کتب قدیم میں فرق صرف اس قدر ہے کہ وہ تحقیق و تبحر برابر کرتے تھے اور کتب قدیمہ کو نئے قالب میں ڈالتے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کا رسالہ جدیدہ درحقیقت رسالہ قدیم کا خلاصہ ہے لیکن تحقیق و تبحر مزید اور جدید حذف و اضافہ کے ساتھ یہی حال دوسری تمام کتابوں کا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ ایک بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ لہذا افکار و آراء کو برابر پرکھا کرتے تھے اور ان پر نظر ثانی کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ طلب حق کے لیے مناقبہ کرتے تھے اور بظاہر ہے اس کا مقصد طلب غلبہ نہیں تھا۔ جس طرح دوسروں کے افکار کے ساتھ بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ارمان متبادل یا متقاربہ (ذور و قریب) میں ایک ہی مسئلہ پر ان کی مختلف رائیں موجود ملتی ہیں۔ وہ ایک رائے قائم کرتے تھے۔ پھر تحقیق مزید کی روشنی میں اس سے رجوع کر لیتے

تھے۔ یا کسی حدیث کے باعث جس تک رسائی ہو گئی تھی یا کسی قیاس کے سبب جس نے انہیں نئی روشنی دی یا کسی فتویٰ صحابی کی وجہ سے جس کا اب تک علم نہیں تھا اور ایک متلاشی حق کو ایسا ہی ہونا چاہیے اپنی مدت اجتہاد کے سارے طویل زمانہ میں وہ اسی اصول پر عامل رہے۔ بویطی نے روایت کی ہے کہ وہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ”میری ان کتابوں میں مخالف کتاب و سنت تم کوئی بات نہیں پاؤ گے۔ کیوں کہ ایسی تمام باتوں سے میں رجوع کر چکا ہوں۔ (امام شافعی ص ۲۹۲-۲۹۳)

امام شافعی رحمہ اللہ کی قدیم و جدید کتب:

امام شافعی نے مناقب الشافعی میں اور ابن حجر نے ”توالی التالیس“ میں کتب شافعی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے امور ذیل مستفاد ہوتے ہیں:

☆ امام شافعی رحمہ اللہ جدید کتب کی تصانیف کے وقت اپنی قدیم کتب کو سامنے رکھتے تھے۔
☆ جس رائے میں کوئی تعبیر نہیں ہوتا تھا۔ اسے علیٰ حالہ باقی رکھتے تھے اور قدیم نسخے جوں کے توں قائم رکھتے تھے۔

☆ لیکن جن مسائل میں رائے بدل گئی ہوتی۔ ان کتابوں کو حذف و اضافہ اور تغیر و تبدل کے بعد از سر نو لکھتے اور قدیم کتابوں کو ضائع کر دیتے۔

کتب امام شافعی رحمہ اللہ کی دو اقسام:

تدوین کتب شافعی پر گفتگو ختم کرنے سے پہلے ایک اور اہم مسئلہ کی طرف ہم اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ جس کی بائیں کی نظر میں بڑی اہمیت ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ اصحاب شافعی نے اپنے استاذ کی جن کتابوں کو روایت کیا ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔

☆ ایک قسم تو وہ ہے جسے مؤرخوں اور راویوں نے براہ راست امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ”الأم“ اور ”الرسالہ“ اور ”اختلاف العرقیین“ اور ”اختلاف مالک“ اور ”اختلاف علی و عبد اللہ“ وغیرہ کتابیں خود امام شافعی رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی ہیں۔

☆ دوسری قسم میں وہ کتب شافعی شامل ہیں جو ان کے اصحاب کی طرف سے منسوب ہیں اور جو درحقیقت امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال کی تلخیص ہیں۔ چنانچہ راویوں اور مؤرخوں کا بیان ہے کہ مختصر البویطی ”مختصر الحمزنی“ وغیرہ اصحاب شافعی کی تالیف ہیں اور اقوال

شافعی کی تلخیص پر مبنی ہیں اور اس طرح کی جو کتابیں ہیں وہ تعداد میں کسی طرح قسم اول سے کم نہیں ہیں۔ فرق جو کچھ ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلی قسم کی کتابیں لفظ و معنی ہر اعتبار سے امام شافعی رحمہ اللہ کی ہیں اور دوسری قسم کی کتابیں صرف معنوی اعتبار سے امام شافعی رحمہ اللہ کی ہیں۔ ورنہ تالیف عبارت اور شان الفاظ کا جہاں تک تعلق ہے، یہ محنت اصحاب شافعی کی ہے۔

یہ دوسری قسم کی کتابیں اس طرح کی ہیں جیسے امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ کی کتابیں مذہب حنفی کی جانب منسوب ہیں۔ ورنہ قسم اول کا جہاں تک تعلق ہے۔ وہ بلا نزاع و اختلاف امام شافعی رحمہ اللہ کی ہیں۔ ان میں نزاع کرنا تاریخ مسلسل کا انکار کرنا ہے۔ (امام شافعی ص ۲۹۳)

امام شافعی رحمہ اللہ نے چار سال میں کتنا تصنیفی کام کیا:

مصر میں آنے کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ نے سب سے پہلے زیادہ جس کام پر توجہ دی وہ اپنی کتابوں پر نظر ثانی کرنا۔ ان میں تغیر و تبدل کرنا اور حذف و اضافہ کرنا تھا اور اس طرح ان کتابوں نے بالکل نئی روشنی اختیار کر لی۔ یہاں آکر انہوں نے کئی کتابیں بھی لکھیں۔ مسائل کثیر املاء کرائے۔ اصحاب شافعی نے بہت سے مسائل ان سے روایت کیے۔ یہاں پر ”کتاب الائم“ تکمیل کو پہنچی۔ یہیں ”کتاب السنن“ کی تکمیل ہوئی۔ سیوطی کا قول ہے: ”مصر میں امام شافعی رحمہ اللہ نے بہت سی نئی کتابیں لکھیں مثلاً الائم، الامالی، الکبریٰ، الاصلاح والصغیر۔ (حسن البخرہ)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ربیع رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے مصر میں چار سال تک قیام کیا اور ڈیڑھ ہزار اوراق (تین ہزار صفحات) املاء کرائے۔ مصنفات میں ”کتاب الائم“ دو ہزار اوراق کی تھی۔ اس کے علاوہ ”کتاب السنن“ نیز اور بہت سی کتابیں یہ سارا تصنیفی کام چار برس میں انجام پایا۔ (تواریخ الاسلام)

تصانیف کا شماریاتی و تحقیقی جائزہ:

امام صاحب رحمہ اللہ نے مختلف علوم و فنون میں بکثرت کتابیں لکھیں جن کی تعداد کے متعلق متضاد بیانات ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ڈیڑھ سو کتابوں کے اسماء شمار کرائے ہیں۔ (تواریخ الاسلام ص ۱۱۶) ابن ندیم نے ایک سو پانچ اور ابن زولاق نے دو صد تک کتابوں کی تعداد بتائی ہے۔ (معجم الادباء جلد ۶ ص ۳۹۸)

ایسے کثیر التصانیف مصنف کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ ان کی تصانیف میں سے اکثر تو (کتاب الأم) وغیرہ مطبوعہ مصر میں یکجا شائع ہو چکی ہیں اور بعض مخطوطہ کی صورت میں مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ ابھی چند ایک کتب امام شافعی رحمہ اللہ کا تفصیلی طور پر جائزہ لیا جاتا ہے۔

احکام القرآن

امام شافعی رحمہ اللہ کی فقہ کا اول مصدر قرآن ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن کی تصریحات وہ یوں کرتے ہیں کہ کتاب احکام القرآن فقہی تفسیر کا مرجع معلوم ہوتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب ”احکام القرآن“ کا مخلص یہ ہے کہ قرآن مجید میں جن احکام کی پابندی مسلمانوں پر لازم کی گئی ہے۔ ان کی چار اقسام ہیں:

(۱) عقائد: جس میں توحید، رسالت، کتب سابقہ، انبیاء کرام، حشر و نشر اور قرآن پر ایمان لانا فرض ہے۔

(۲) پھر عبادات میں ان کا ادا کرنا فرض ہے۔ ان کی حیثیتیں ہیں۔ ایک وہ معاملہ ہے۔ جو خدا، اور بندے کے درمیان ہے۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، مالی اور تمدنی عبادت ہے۔ حج بدنی عبادت اور تمدنی عبادت ہے۔ بندوں کے باہمی معاملات ان کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک قوانین تحفظ، دعوت اسلام و جہاد، دوسرے قوانین معاشرت جیسے نکاح، طلاق اور وراثت کے احکام۔

(۳) قوانین معاملات باہمی یعنی بیع اجارہ وغیرہ۔

(۴) قوانین تعزیری یعنی حدود و قصاص۔

قرآن مجید کے احکام کو کس طرح سمجھنا چاہیے۔ آپ اکثر اس جملہ کا اعادہ فرماتے رہتے تھے کہ مجھے اس شخص پر حیرت ہے جو لغت عرب اور کلام عرب سے ناواقف ہونے کے باوجود قرآن مجید کی تفسیر کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ کوئی شخص قرآن مجید سے نصیحت حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ بایں طور پر کہ اس کا نفس قرآنی وعدوں پر مطمئن ہو جائے۔ وعید سے لرز جائے۔

وحدانیت اور رسالت کے حقائق سے صحیح طور پر آشنا ہو سکے تا آنکہ وہ اس کے معانی کو سمجھنے کی اہلیت پیدا نہیں کر لیتا اور اس کے طریقہ ہائے بیان کی حلاوت محسوس نہیں کر لیتا اور نبی ﷺ کے حالات زندگی پر اور ان واقعات پر جن کے لحاظ و مناسبت سے نزول قرآن ہوا ہے۔

باخبر نہیں ہو جاتا۔ لغات اور کلام عرب اور ان باتوں پر عبور ہو جانے کے بعد سب سے بالا تر محبت باری تعالیٰ ہے جس کا نام نور بصیرت ہے۔ فرماتے ہیں قرآن کریم کی اس آیت کو سمجھنا چاہیے:

☆ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ○

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے مخلوط نہیں کیا ان کے امن (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

(سورۃ الانعام، آیت ۸۲)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، ”یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو۔“ آپ ﷺ نے فرمایا، ”یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔“ اس حدیث نے لغت میں یہ اضافہ کیا کہ ظلم کے معنی وضع اشیاء فی غیر محلہ، یعنی کسی شے کا استعمال بے محل کرنا ظلم ہے اور اس لیے مقصد یہ ہے کہ ایمان کی بجائے خود وہ قوت ہے جس میں بجز توحید کے اور کچھ نہ ہو اور شرک کا اختلاط وضع اشیاء فی غیر محلہ کا صحیح مصداق ہوا۔

امام یونس بن عبد الاعلیٰ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ اس خوبی سے قرآن مجید کی تفسیر بیان کیا کرتے تھے گویا آپ نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ قرآن مجید کو امام شافعی رحمہ اللہ سے زیادہ سمجھنے والا کوئی نہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایسا کوئی کلمہ نہیں ہے جس کا مطلب محاورہ عرب کے لحاظ سے میں نہ جانتا ہوں۔

(تواریخ السیاس)

وجوہ نظر قرآن مثلاً، مجمل، مبین، محکم، متشابہ، عام، خاص، ناسخ و منسوخ، اعتبار، امثال، قصص، احکام، اسباب نزول اور محاورات عرب سب پر آپ کی غائر نظر تھی۔ ہم احکام القرآن کے کچھ حصے کو پیش کرتے ہیں۔

تمام تکلفات شرعیہ کی بنیاد دو لفظوں پر ہے۔ ”کرد“ اور ”نہ کرد“ جس کا نام امر ونہی ہے۔ قرآن وحدیث دونوں میں اوامر و نواہی موجود ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان دونوں یعنی امر ونہی کے احکام جن باتوں کے کرنے یا نہ کرنے پر دلالت کرتے ہیں آیا ان کا کرنا لازمی اور جن کی ممانعت ہے ان کا نہ کرنا لازمی ہوگا؟ یا اگر قرآن وحدیث کے امر ونہی واجب التعمیل ہیں۔ تو اگر مامور بہ عبادت دوسرے امر کے ساتھ متعلق ہو تو اس کے کیا احکام ہوں گے؟ خدا فرماتا ہے۔ جس

کی یہ چند مثالیں ہیں:

☆ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاذِنْكُمْ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اِيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَلْبِسُوْا الْحِلْمَ مِنْكُمْ ثَلَاثٌ مَّرَاتٍ ط

ترجمہ: مسلمانو! غلام اور وہ لوگ جو تم میں سے بالغ نہیں ہوئے ہیں تم سے تین بار اجازت طلب کریں۔ (النور: ۵۸، ۲۳)

(لیکن اجازت طلبی کا یہ امر کسی دوسری چیز کے ساتھ متعلق نہیں ہے۔)

☆ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ

ترجمہ: مسلمانو! جب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ تو اپنے چہرے کو دھو لیا کرو۔ (المائدہ: ۵)

(لیکن وضو کا یہ حکم ایک دوسری عبادت یعنی نماز کے ساتھ متعلق ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِيْنٍ اِلَى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ

ترجمہ: مسلمانو! جب تم ایک مدت کے قرض کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لو۔ (البقرہ: ۲۸۲)

(کتابت کا یہ حکم بھی ایک مقصد یعنی قرض کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ

ترجمہ: اے مسلمانو! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت میں طلاق دو۔ (الطلاق: ۶۵)

اس امر میں بھی طلاق کی ابتدائی عدت کے لحاظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ ایک

مقصد یعنی طلاق کا ذریعہ ہے تاکہ وہ مطلقہ کے نقصان کا سبب نہ بن جائے تو کیا کہا جاسکتا ہے کہ خدا نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ لازمی ہے؟ اور جب وہ کسی چیز کے ساتھ متعلق ہوتا، کیا اس صورت میں بھی لازم ہے؟ اگر وہ چھوڑ دیا جائے تو جس چیز کے ساتھ متعلق ہے کیا اس میں وہ موثر ہوگا؟ یہاں تک کہ بغیر وضو کے نماز، بغیر تحریر و کتابت کے قرض اور عورت کے حائضہ ہونے کی حالت میں طلاق باطل ہوگی!

ان سب باتوں کے پیش نظر آپ فرماتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور عام لوگوں کے کلام

میں امر کے متعدد معانی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا نے پہلے ایک چیز کو حرام کیا پھر مباح فرما دیا۔

اس لیے کہ کسی موقع پر امر کے معنی ایک حرام چیز کو حلال کر دینے کے ہیں۔ مثلاً ”وَ اِذَا حَلَلْتُمْ

فَاَصْطَادُوْا“ (جب تم نے حج کا احرام کھول دیا تو شکار کرو) (۲: المائدہ: ۵) اور ”فَاِذَا قُضِيَتِ

الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ“ (پھر جب نماز جمعہ ادا کی جا چکی ہو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو) (۱۰۰: البقرہ: ۶۲) ”وَاتُوا النِّسَاءَ صَدَقْتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبَّنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا“ (اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے ادا کرو، البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں معاف کر دیں تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو) (۴: النساء: ۳۴) یا ”فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا“ (جب قربانیاں ذبح ہو چکیں تو ان میں سے کھاؤ) (۳۱: الحج: ۲۲) اور ایسے متعدد احکام ہیں لیکن احرام کھولنے کے بعد شکار کرنا۔ نماز جمعہ کے بعد تجارت کیلئے منتشر ہو جانا اگر کوئی عورت بخوش اپنے مہر کا کچھ حصہ چھوڑ دے تو اس سے فائدہ اٹھانا اور ذبح ہونے کے بعد قربانی کا گوشت کھانا واجب اور فرض نہیں ہے۔ ”وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ“ (اپنی بیواؤں اور نیک لوگوں کا نکاح کر دیا کرو)۔ (۳۲: النور: ۳۲) اس کو فرض یا واجب کہا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید نے طلب و تحیر کے متعلق ایک طرز بیان کا التزام نہیں کیا بلکہ استقراے تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف طریقوں سے افعال کا مطالعہ کرتا ہے۔

(۱) کبھی وہ صریح امر کا لفظ استعمال کرتا ہے مثلاً ”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ“ (۹۰: النحل: ۱۶) خدا عدل و احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ ”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ“ (۵۸: النساء: ۵۸) خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت داروں کی امانت ان کو ادا کرو اور جب تم لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو۔

(۲) کبھی یہ خبر دیتا ہے کہ یہ فعل مخاطبین پر فرض کیا گیا ہے۔ ”كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ“ (۴۸: البقرہ: ۲) اور ”كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ“ (۱۸۳: البقرہ: ۲) مقتولین کے بارے میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔ تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ ”إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا“ (نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت پر فرض ہے)۔ (۱۰۳: النساء: ۴۳)

(۳) کبھی یہ خبر دیتا ہے کہ اس فعل کی ذمہ داری تمام لوگوں میں سے کسی خاص گروہ پر ہے۔ ”وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا“ (۹۷: آل عمران: ۳) خدا کے لیے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو استطاعت سفر رکھتے ہیں۔ ”وَعَلَى الْمُؤَلَّدِ لَهُ رِزْقُهُمْ وَكِسْوَتُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ“ (۲۳۳: البقرہ: ۲) اور جس

شخص سے لڑکا پیدا ہوا۔ اس پر ان عورتوں کا کھانا فرض ہے۔ ”وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ“ (البقرة: ۲۳۱) جن کو طلاق دی جائے ان کے ساتھ دستور کے مطابق سلوک کرنا مناسب ہے۔ چونکہ پرہیزگاروں پر یہ ایک طرح کا حق ہے۔

(۴) کبھی وہ فعل مطلوب کی ذمہ داری ان لوگوں پر ڈال دیتا ہے۔ جن سے اس فعل کا تعلق

ہے۔ مثلاً ”وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ“ (البقرة: ۲۲۸) مطلقہ عورتیں تین حیض کے آنے تک اپنے آپ کو روک رکھیں۔ ”وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا“ (البقرة: ۲۳۳) اور جو لوگ تم میں مرجائیں اور بیویوں کو کچھ چھوڑ کر مریں۔ وہ بیویاں اپنے آپ کو چار مہینہ دس دن تک روک رکھیں۔ کبھی ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جن سے مطالبہ فعل کی تاکید ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ فعل فرض نہیں ہے۔ مثلاً ”وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنَسِّمَ الرِّضَاعَةَ“ (اور ماؤں کو اپنی اولاد کو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہیے تو مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں)۔ (البقرة: ۲۳۳)

(۵) کبھی وہ صیغہ طلب (یعنی صیغہ امر و مضارع مقرون باللام کے ساتھ) افعال کا

مطالبہ کرتا ہے۔ مثلاً

☆ ”ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُؤْذُوا نَدْوَرَهُمْ وَلِيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ“ (الحج: ۲۹) ترجمہ: پھر چاہیے کہ وہ اپنے میل پکیل کو دور کریں اپنی نذریں پوری کریں اور پرانے گھر کا طواف کریں۔

(۶) کبھی وہ اس کی تعبیر فرض سے کرتا ہے۔ مثلاً

☆ ”قَدْ عَلِمْنَا مَا قَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ“ (الحج: ۵۰) ترجمہ: ہم نے جو کچھ ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ان پر فرض کیا ہے۔ اس کو ہم نے جان لیا ہے۔

☆ ”فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ“ (البقرة: ۱۹۶) ترجمہ: اگر تم (حج سے) روک دے جاؤ تو قربانی اس کو روانہ کرو۔

(۷) کبھی فعل مطلوب کا ذکر کسی شرط کی جزا کے طور پر کرتا ہے۔ مگر یہ بیان عام طور پر نہیں

☆ ”فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ“ (البقرة: ۱۹۶) ترجمہ: اگر تم (حج سے) روک دے جاؤ تو قربانی اس کو روانہ کرو۔

☆ ”فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ اَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ“

☆

أَوْ نُسَلِّكَ“ (۱۹۹: البقرہ ۲)

ترجمہ: تو جو لوگ تم میں سے بیمار ہوں۔ ان کے سر میں تکلیف ہو تو بال اتروانے کے بدلے میں روزہ یا صدقہ و خیرات یا قربانی کرے۔

☆ ”وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ“ (۲۸۰: البقرہ ۲)

ترجمہ: اگر مقروض تک دست ہو تو فراخ دستی تک مہلت دینی چاہیے۔

(۸) کبھی وہ مغل مطلوب کا ذکر لفظ خیر کے ساتھ ملا کر کرتا ہے۔ جیسے

☆ ”وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ“ (۲۲۰: البقرہ ۲)

ترجمہ: اور جو لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیں کہ ان کی اصلاح بہتر ہے۔

(۹) کبھی وہ کسی فعل کا ذکر کسی وعدے کے ساتھ کرتا ہے۔ جیسے.....

☆ ”مَنْ ذَا الَّذِي يُقرَضُ اللّٰهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيرَةً“ (۲۳۵: البقرہ ۲)

ترجمہ: وہ کون ہے جو خدا کو قرض حسد دے گا تو خدا اُس کو اس کے لیے کئی گنا زیادہ دے گا۔

(۱۰) کبھی وہ فعل مطلوب کی نسبت کہتا ہے کہ وہ خود نیکی ہے یا نیکی کی طرف پہنچانے والا ہے۔ جیسے:

☆ ”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ“ (۹۲: آل عمران ۳)

ترجمہ: تم لوگ ہرگز نیکی کو نہ پاؤ گے۔ یہاں تک کہ جن چیزوں کو تم محبوب رکھتے ہو، اُن میں سے کچھ خرچ نہ کرو۔

☆ ”وَلَيْكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ“ (۱۸۹: البقرہ ۲)

ترجمہ: نیکی اس شخص کی ہے، جس نے تقویٰ اختیار کیا۔

جس طرح بطور مثال یہ احکام کی آیتیں ہیں۔ اسی طرح کسی فعل یا افعال کی ممانعت کے لیے بھی مختلف طرز بیان نہیں۔ مثلاً

۱۔ صریح ممانعت:

☆ ”وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ“ (۹۰: النحل ۱۶)

ترجمہ: خدا بے حیائی کے کاموں اور بری باتوں سے روکتا ہے۔

☆ ”إِنَّمَا يَنْهَىٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَتَلُواكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

وَوَظَّهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ“ (۹: البقرہ ۶۰)

ترجمہ: جن لوگوں نے تم سے مذہب کے بارے میں جنگ کی اور تمہارے دشمنوں کی تمہارے نکلوائے جانے پر مدد کی خدا ان سے دوستی کرنے پر منع کرتا ہے۔

۲۔ شے ممنوعہ کو حرام کرنا:

☆ ”إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ“ (الاعراف: ۳۳)

ترجمہ: میرے خدا نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا ہے۔ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ہوں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو اور جس بات کو کہ تم کسی کو خدا کا شریک قرار دو۔ جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور یہ کہ بغیر سوچے سمجھے خدا پر بہتان باندھو۔

۳۔ فعل ممنوع کو حلال نہیں کہتا جیسے:

☆ ”وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ“ (البقرہ: ۲۲۹)

ترجمہ: تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ جو کچھ تم نے عورتوں کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو۔ بجز اس صورت کے کہ یہاں میاں بیوی دونوں کو یہ خوف ہو کہ وہ حدود خداوندی کو قائم نہ رکھیں گے۔

۴۔ صیغہ نہی (فعل مضارع کا، جس کے پہلے ”لائے نہی“ ہو) سے

یا ایسے فعل امر کا جس سے ممانعت مقصود ہو۔ مثلاً ”دع“ و ”ذر“ کا

استعمال کرنا مثلاً

☆ ”وَلَا تَقْرُبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ (النعام: ۱۵۲)

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ بجز اس طریقہ کے جو عمدہ ہو!

☆ ”وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ“ (النعام: ۱۲۰)

ترجمہ: کھلے اور پوشیدہ گناہوں کو چھوڑ دو۔

۵۔ فعل ممنوع سے نیکی کی نفی کرنا:

☆ "لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" (البقرہ: ۱۷۷)
ترجمہ: یہ نیکی نہیں ہے کہ اپنے چہروں کو مشرق و مغرب کی طرف پھیر دو۔

۶۔ فعل ممنوع کی نفی کرنا:

☆ "فَمَنْ قَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفْعَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ"
ترجمہ: تو جو شخص ان مہینوں میں حج ادا کرے تو حج میں نہ تو شہوت کی بات ہے نہ گناہ کی نہ لڑائی کی۔ (البقرہ: ۱۹۷)

☆ "لَا تَضَارَّ وَالِدَةً يُوَلِّدُهَا وَلَا مَوْلُودًا لَهُ يُوَلِّدُهُ" (البقرہ: ۲۳۳)
ترجمہ: ماں کو اس بچہ کی وجہ سے نقصان نہ پہنچایا جائے نہ اس کو جس کا بچہ ہے۔ اس بچہ کی وجہ سے نقصان نہ پہنچایا جائے۔

۷۔ گناہ کے استحقاق کے ساتھ ملا کر فعل ممنوع کا ذکر کرنا مثلاً:

☆ "فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ" (البقرہ: ۲۱۸)
ترجمہ: جو وصیت سن کر اس کو بدل دے تو اس کا گناہ انہیں لوگوں پر ہے جو وصیت کو بدل دیں!

۸۔ فعل ممنوع کو عذاب کی وعید کے ساتھ ملا کر ذکر کرنا جیسے:

☆ "وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ" (البقرہ: ۹)
ترجمہ: اور جو لوگ سونے و چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو خدا کے راستہ میں صرف نہیں کرتے تو ان کو درد انگیز عذاب کی وعید دو۔

۹۔ فعل ممنوع کے وصف میں "شر" کا لفظ استعمال کرنا جیسے:

☆ "وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ

هُوَ شَرُّ لَّهْمٍ“ (۱۸۰: ۱۱۱۱۱۱۱۱)

ترجمہ: جو لوگ اس فضل کے ساتھ جس کا خدا نے ان کو دیا ہے بخل کرتے ہیں یہ گمان کریں کہ وہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ ان کے لیے بدتر ہے۔
قرآن مجید میں بعض ایسے اوامر بھی ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے کا مکلف کو اختیار ہے۔ ان کو بھی مختلف طریقوں سے ظاہر فرمایا ہے۔

۱۔ حلت کی اسناد اس فعل کی طرف کرنا یا اس کو اس کے ساتھ متعلق کرنا۔ جیسے:

☆ ”الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ وَ طَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ“ (۵: ۵۵)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لیے کھانے کی پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور ان لوگوں کا ذبیحہ جن کو کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارے ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے۔

☆ ”يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ وَ مَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلَّبِينَ“ (۵: ۵۵)

ترجمہ: لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا تو ان سے کہد کہ کھانے کی پاک چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ شکاری جانور کا شکار جو تم نے سدھا رکھا ہے۔

۲۔ فعل کے کرنے پر گناہ کی نفی کرنا جیسے:

☆ ”فَمِنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ“ (۲: ۱۷۳)

ترجمہ: جو بے قرار ہو جائے اور عدل حکم اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو اس پر کوئی گناہ نہیں!

☆ ”فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَ مَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ“

ترجمہ: پھر جو شخص جلدی کرے اور اسی دن میں چل کھڑا ہو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ پھر

جو شخص دیر تک ٹھہرا رہا ہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ (۲: ۲۰۳)

یہ رعایت ان کے لیے جو ہر پرہیزگاری کریں۔

۳۔ فعل کے کرنے پر گناہ کی نفی لفظ ”جُنَاحَ“ سے کرنا جیسے:

☆ ”إِنَّ الصَّفَاَ وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا“ (۲۶: البقرہ)

ترجمہ: صفا و مروہ خدا کے شعائر ہیں۔ تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر یہ گناہ کی بات نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اوامر و نواہی کی اور بھی متعدد اقسام بیان فرمانے کے بعد پھر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان احکام خداوندی کی وضاحت، بجز رسول اللہ ﷺ کے ناممکن ہے اور یہ کہ حدیث صحیح کا قرآن سے کیا رابطہ ہے۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

☆ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ○

ترجمہ: خدا کی وہ ذات ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول ﷺ بھیجا جو اللہ کی آیتیں سناتا ہے اور ان کو پاک صاف کرتا ہے۔ اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔ (۲: البقرہ)

اس آیت میں تین باتوں کا تذکرہ ہے:

- (۱) آپ ﷺ خدا کے احکام یا آیات پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں۔
- (۲) آپ ﷺ سننے والوں کو شرک اور دیگر غلاظتوں سے پاک کرتے ہیں۔
- (۳) آپ ﷺ ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ کا فرض محض وحی خداوندی کو پڑھ کر دوسروں کو سنانا ہوتا اور صرف اس پر اس کا فرض تبلیغ ختم ہو جاتا تو آخری حکم یعنی تعلیم کتاب و حکمت کیا معنی رکھتا ہے۔ اس لیے اس کی وضاحت یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کو جو علم حاصل ہوتا ہے اس کی دو اقسام ہیں۔ ایک وحی حقیقی یعنی وہ علم جس کو خدائے لم یزل و قنا فو قنا ان پر نازل فرماتا ہے۔ جس کے مجموعے کو کتاب الہی۔ صحیفہ ربانی یا قرآن مجید کہا جاتا ہے۔ دوسرا وہ علم جو پیغمبر ﷺ کے مکملہ نبوت نور نبوت یا فہم

نبوت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

پہلا علم اصلی اور دوسرا ضمنی ہے۔ علم اول شریعت غیر متبدل اور ازلی احکام کلیہ اور مہیات کو واضح کرتا ہے اور دوسرا علم پہلے علم کے اصول کلیہ کے تحت اس کے مقصود اصلی کی وضاحت اور اس کے جزئیات کی تفصیل کرتا ہے اور غیر اہم و متبدل امور کے متعلق ہنگامی اوقات میں مصلحت کے احکام بھی نافذ کرتا ہے۔ اس کے تحت رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالی کی تین اقسام ہیں:

(۱) وہ جو بعینہ قرآن مجید میں موجود ہیں۔

(۲) وہ جو قرآن مجید کے مجمل احکام کی تشریح ہیں۔

(۳) وہ جن کا ذکر بظاہر قرآن مجید میں تفصیلاً ہے نہ اجمالاً۔

پھر فرماتے ہیں کہ خدا نے نبی ﷺ کی اطاعت کا یقیناً فرض کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا جس کی کچھ نہ کچھ اصل قرآن میں نہ ہو۔

تمام احادیث رسول اللہ ﷺ جو بصحت سند ہو جائیں وہ القاء فی الروع ہیں۔ یعنی خدا نے رسول اللہ ﷺ کے قلب عالی میں وہ باتیں ڈال دی تھیں اور یہی حکمت ہے۔ جب کوئی واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش آتا اور وحی نہ ہوتی تو نبی ﷺ خود اجتہاد فرما کر حکم صادر فرماتے تھے۔ وہ امت کے لیے واجب العمل اور ہر لغزش اور غلطی سے پاک و منزہ ہے۔ اس لیے امور رسالت اور امور دین میں آپ ﷺ کی رائے کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ پھر فرماتے ہیں۔ میرے ماں باپ رسول اللہ ﷺ پر فدا ہو جائیں۔ پیغمبرانہ اجتہاد و رائے، علم کا وہ کوثر ہے جس کے سوتے دل کے سرچشمہ سے بہہ نکلتے ہیں وہ الہام الہی، انقائے ربانی، فہم رسالت ملکہ نبوت اور حکمت خداوندی سے ماخوذ ہو کر نمودار ہوتے ہیں اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے لوگو! حضور ﷺ کی رائے عالی غلطی سے پاک تھی۔ چونکہ اللہ

عز وجل آپ ﷺ کو وہ رائے دکھاتا تھا اور ہماری رائے ہمارا گمان اور

یعنی از خود کہتا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ استنباط قرآن مجید سے کیا ہے:

☆ ”إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ“

ترجمہ: ہم نے تجھ پر کتاب سچائی کے ساتھ اتاری تاکہ لوگوں کے درمیان جو اللہ تم

فیصلہ کرد اور رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے۔ (۱۰۵:۱۰۵)

میں تم لوگوں کے مابین اس مسئلہ میں جس کی نسبت مجھ پر وحی نہیں آتی اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ دنیا میں جس شریعت کو لے کر تشریف لائے۔ وہ آخری اور ابدی ہے۔ ایسی آخری اور ابدی شریعت کے لیے یہ لازمی و ضروری تھا کہ وہ زیادہ اور شریعت کے اصول کلی پر دے۔ اس لیے اس آخری وحی الہی نے اپنی کتاب مقدس قرآن کو اصول و کلیات تک محدود رکھا اور جزئیات کے لیے اپنی آیتوں میں ایسے اشارے رکھے جن کے سہارے سے وہ دل جو علم و معرفت سے پر نور اور علم و حکمت سے معمور اور شرح صدر و تائید ربانی سے فیضاب ہوں وہ زمانہ کے لحاظ سے ان جزئیات سے غور کریں۔

ہمارے لیے نقش اول ذات گرامی نبی کریم ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کی رائے، آپ ﷺ کا ارشاد، آپ ﷺ کا عمل، ہر خطا و لغزش سے محفوظ و مصون ہے۔ اس لیے اس منصب کے نتائج بھی ہر خطا سے محفوظ ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے توسل سے یہ رتبہ خلفائے راشدین، اکابر صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علماء اعلام کو ہمیشہ سے ملتا چلا آ رہا ہے اور چلا جائے گا۔ اسی کا اصطلاحی نام اجتہاد ہے۔ (سیرت امام شافعی ص ۸-۱۵۵)

مسند الامام الشافعی (کتاب السنن)

یہ ان احادیث مرفوعہ کا مجموعہ ہے۔ جنہیں خود امام شافعی رحمہ اللہ اپنے شاگردوں کے رو برو سند کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے اور روایت کیا کرتے تھے اور ان حدیثوں میں سے جو حدیثیں ابو العباس محمد بن یعقوب الاصبہانی نے ربیع بن سلیمان مراوی سے سن کر کتاب الامم اور مبسوط کے ضمن میں جمع کی تھیں۔ یہاں انہیں ایک جگہ جمع کر کے مسند امام شافعی نام رکھ دیا ہے اور ربیع بن سلیمان نے جو امام شافعی کے بلا واسطہ شاگرد ہیں۔ تمام حدیثوں کو امام شافعی رحمہ اللہ سے سنا ہے۔ البتہ جزو اول کی چار حدیثوں کو امام شافعی رحمہ اللہ سے بواسطہ بو یطی کے روایت کیا ہے اور جامع و ملفط کی حدیثوں کو ایک شخص نے جو نیشاپور کر رہے والے ہیں اور جن کا نام ابو جعفر محمد بن مطر ہے۔ ابواب ام اور مبسوط سے انتخاب کر کے جدا لکھا اور چونکہ یہ سب ابو العباس الاصبہانی کا جمع کردہ تھا۔ اسی وجہ سے اسے مسند شافعی لکھتے ہیں۔

بعض کا یہ قول ہے کہ خود ابو العباس نے ان احادیث کو انتخاب کیا ہے۔ وہ محمد بن مطر صرف کا تب تھے۔ بہر حال وہ مسند نہ مساند ہی کی ترتیب پر ہے۔ نہ ابواب کی بلکہ کیف ماتفق

انتخاب کر کے جدا لکھا گیا اور اس وجہ سے اس کے اکثر موقعوں میں بہت تکرار واقع ہوئی ہے۔ (بستان المحمد ثین ص ۵۴) مسند الشافعی کے ۶۸ ابواب اور تعداد احادیث ۱۷۷۹ ہے۔ یہ نسخہ دار لکتب العلمیہ بیروت (لبنان) کے مطابق ہے جو ۱۹۸۰ء میں چھپا تھا۔

حاجی خلیفہ لکھتے ہیں کہ ابن عبد اللہ علم الدین جلوی نے اس کو مرتب کیا ہے اور ایک بڑی جماعت نے اس کی شرحیں لکھی ہیں جن میں ابن اشیر الجزری رحمہ اللہ (المتوفی ۶۰۶ھ) کی شرح کتاب شافعی العینی فی شرح مسند الشافعی پانچ جلدوں میں، علامہ رافعی قزوینی (المتوفی ۶۲۳ھ) کی الشرح الکبیر دو جلدوں میں اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی شرح مسند الشافعی مشہور ہے۔ شیخ زین الدین حلبی رحمہ اللہ نے ”المنتخب المرضی من مسند الشافعی“ کے نام سے اس کا انتخاب کیا ہے۔ (کشف الظنون جلد ۲ ص ۴۳۳ و مقدمہ تجتہ الاوزی ص ۲۷)

مسند امام شافعی رحمہ اللہ کا پہلا باب ”اخرج من کتاب الوضوء“ ہے اور اس کی پہلی حدیث:

اخبرنا الامام ابو عبد الله محمد بن ادريس الشافعي اخبرنا مالك بن انس عن صفوان بن سليم عن سعيد عن سلمة رجل من ال ابن الارزق ان المغيرة بن ابى بردة وهو من بنى عبد الدار اخبره انه سمع ابا هريره يقول سأل رجل رسول الله فقال يا رسول الله انا نركب البحر ونحمل معنا القليل من الماء فان تو ضأنا به عطشنا فتوضأ بماء البحر فقال رسول الله ﷺ هو الطهور ماءه و الحل ميتته

ترجمہ: امام ابو عبد اللہ محمد بن ادريس الشافعی، مالک بن انس، صفوان بن سليم، سعيد، سلمہ (ال ابن الارزق کا فرد) المغیرہ بن ابی بردہ (بنی عبد الدار کا فرد) نے خبر دی کہ اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت کی کہ فرمایا ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ تحقیق ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی رکھ لیتے ہیں۔ پس اگر اس قلیل پانی سے ہم وضو کریں تو ہم پیا سے رہ جائیں (یا رسول اللہ ﷺ) کیا ہم سمندری پانی سے وضو کر سکتے ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (اس میں شبہ ہی کیا ہے) اس

(مسند) کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (۱)
 مسند الشافعی کا آخری باب ”ومن کتاب اختلاف علی و عبد اللہ ممالم
 یسمع الربیع من الشافعی“ ہے اور آخری حدیث یہ ہے۔

☆ اخبرنا ابن عیینہ عن منصور عن ابی وائل عن مسروق عن
 عبد اللہ انه النبی علی الصفا فی عمرة بعدما طاف بالبيت
 واللہ اعلم:

ترجمہ: ابن عیینہ، منصور، ابی وائل، مسروق، عبد اللہ، نبی ﷺ نے جب
 بیت اللہ کا طواف کیا تو عمرہ میں صفا پر تھے اور اللہ زیادہ علم والا ہے۔

کتاب الرسالة

اس کا پورا نام کتاب الرسالة فی اصول الفقه والمحدث ہے۔ یہ کتاب امام شافعی رحمہ اللہ
 نے عبد الرحمن بن مہدی کی استدعا پر تصنیف کی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی سب سے پہلی تصنیف یہی
 ہے۔ امام صاحب کی یہ کتاب اصول حدیث اور فقہ میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ امام فخر الدین
 رازی رحمہ اللہ اپنی کتاب مناقب الامام شافعی میں لکھتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی حیثیت اصول فقہ میں ایسی ہے جیسے منطق میں ارسطو کی اور عروض
 میں خلیل بن احمد کی امام شافعی رحمہ اللہ اس اعتبار سے ائمہ ثلاثہ سے ممتاز نظر آتے ہیں کہ امام
 شافعی رحمہ اللہ نے اس کتاب کے ذریعے ایک مخصوص طرز فکر کی بنیاد رکھی جس نے آنے والے زمانہ
 میں فقہ اسلام کے ارتقاء میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس کتاب میں امام شافعی رحمہ اللہ نے قرآن و
 سنت کو اسلامی قانون کا مآخذ قرار دیا ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کی حیثیت ایک
 شارح کی ہے اور آپ ﷺ کے فیصلے ایک الہامی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز احادیث رسول
 اللہ ﷺ قرآن کے مکمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ (کتاب الرسالة اردو ص ۶/ سیرۃ النبی اربعہ ص ۲-۳)

یہ کتاب اصول فقہ میں ہے۔ امام الجرح والتعديل عبد الرحمن بن مہدی نے امام
 شافعی رحمہ اللہ سے یہ درخواست کی تھی کہ ایک ایسی کتاب تصنیف کیجئے جس میں کائنات وسنت اور

۱۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، رقم الحدیث 83، سنن الترمذی، رقم الحدیث 69، سنن ابن
 ماجہ، رقم الحدیث 386، مسند احمد 361/2، مسند الشافعی 16/1، مصنف ابن ابی شیبہ
 131/10، المستدرک للحاکم 140/1)

اجماع و قیاس سے استدلال کے شرائط ناسخ و منسوخ اور عموم و خصوص کے مراتب کا بیان ہو۔ اس فرمائش پر امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب ”الرسالہ“ تصنیف فرمائی۔ ائمہ اہل عصر اس کتاب کو پڑھا کرتے اور حیرت و مسرت سے معمور ہو جاتے اور اسے عبدالرحمن بن مہدی کے پاس بھیجا۔ انہوں نے پڑھ کر بے ساختہ فرمایا۔ ماظنت ان الله خلق مثل هذا الرجل نیز وہ کہا کرتے تھے کہ میں ہر نماز کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ کے لیے دعا کرتا ہوں۔ صاحب الحکم کتاب ”الرسالہ“ کے متعلق لکھتے ہیں ہو اول کتاب الف فی هذا العلم۔ اس کا پہلا ایڈیشن مصر سے ۱۳۱۰ھ میں شائع ہوا۔ امام صاحب کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد نے اس کتاب کی شرح لکھی ہے۔ اس کے شارحین میں ابو بکر محمد بن عبداللہ الشیبانی (المتوفی ۳۸۸ھ) کے نام مشہور و ممتاز ہیں۔

کتاب الام

وجہ تالیف:

جب مذہب مالکی اور حنفی شائع ہو چکے اس کے اصول و فروع مرتب ہو چکے تو امام شافعی رحمہ اللہ کا نشو و نما ہوا۔ انہوں نے متقدمین کی روشوں میں جب غور و خوض کیا تو بہت سے ایسے امور پائے جن کی وجہ سے وہ متقدمین کے طریقوں کا اتباع نہ کر سکے امام شافعی رحمہ اللہ نے ان طریقوں کو کتاب الام کے اوائل میں ذکر کیا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۳۵)

امام بیہقی فرماتے ہیں۔ امام شافعی نے صحیح احادیث و آثار کے علم کے بعد اپنے قول و قدیم سے رجوع فرما کر طریقہ جدید کو مرتب فرمایا ہے۔ ایسے مسائل کا علم امام احمد بن حنبل و امام حمیدی، ربیع بن سلیمان مروی، امام بو یطی، امام مزنی، امام حرمہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تھا اور یہ افراد اپنے سارے شاگردوں کو امام کی یہ وصیت پہنچاتے رہے کہ اگر کبھی کوئی صحیح حدیث آپ کے قول کے معارض مل جائے تو وہی آپ کا مذہب ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے علامہ ابوطاہر مدنی سے امام صاحب کے رسالہ اصول و حدیث و فقہ ”کتاب الام“ کو شروع سے آخر تک پڑھا اور استنباط مسائل میں شاہ صاحب کے پیش نظر ہمیشہ امام شافعی رحمہ اللہ کے اصول پر رہے۔ شاہ صاحب نے انصاف، عقد جید، حجۃ اللہ البالغہ اور مصطفیٰ و مسوٰی میں جگہ جگہ اس کی وضاحت کی ہے۔ کتاب الام کی ضخامت تقریباً چار ہزار صفحات ہے۔

مصر میں کتاب الام سات جلدوں میں ۱۳۲۱ھ میں بار ثانی شائع ہوئی ہے۔ حافظ ابن

حجر رحمہ اللہ نے جس قدر ابواب کی تصریح فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ مطبع مصر نے اس کے حاشیہ پر اور کچھ اس کے ساتھ یہ کتابیں بھی چھاپ دی ہیں۔

کتاب الام جس کے ابواب یہ ہیں:

طہارات، الصلوٰۃ بشمول صلوٰۃ الجمعة، صلوٰۃ الخوف، صلوٰۃ عید، صلوٰۃ کسوف، صلوٰۃ استسقاء، نوافل، تارک نماز کا حکم، نماز جنازہ، زکوٰۃ و صدقات کی اقسام، روزہ، اعتکاف، حج کے احکام، کتاب البیوع، صرف، بیع سلم، رہن کبیر، حجر و تغلیس تمام، معاملات و صایا، فرائض احیاء اموات، و دیعہ یا امانت، لفظ، کتاب الزکاح اور اس کے متعلقات، جنایات، کتاب قتل، اہل نفی، کتاب الجہاد، سیر الاوزاعی، سیر الواقد، کتاب الاطعمہ، کتاب الاشربہ، کتاب الضحایا، کتاب الصيد والذباح، قضا بالیسیمین والشاہد، کتاب الدعویٰ والبیات، کتاب الاقضیہ، کتاب الایمان والندور کتاب العتق، کتاب الشرع، کتاب الام کے عنوانات تقریباً ۴۰ ہیں۔

(سیرت امام شافعی ص ۳-۱۰۲)

الحجۃ، المبسوط، القدیم اور الام ایک ہیں:

ابوزہرہ مصری کی تحقیق کے مطابق جب بغداد میں امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں کا چھپا کر کیا اور اپنے تلامذہ سے ان کی قرأت کرائی۔ ان کے راویوں میں زعفرانی اور کراہیسی خاص طور پر مشہور ہیں۔ عراق میں فقہ و فروع پر امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک کتاب الحجۃ بھی لکھی۔ ملا کا تب چلبسی نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے: ”یہ ایک بہت بڑی اور ضخیم کتاب تھی جو امام شافعی رحمہ اللہ نے عراق میں لکھی اور جب ان کے مذہب کے سلسلہ میں مطلق طور پر ”القدیم“ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد بھی الحجۃ ہوتی ہے۔“

ابن ندیم نے امام شافعی رحمہ اللہ کی ایک اور کتاب ”المبسوط“ کا ذکر بھی کیا ہے جو زعفرانی سے مروی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا الحجۃ اور المبسوط ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں؟ تحقیق کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہیں یہ ہے کہ کتاب الحجۃ جسے ملا کا تب چلبسی القدیم قرار دیتے ہیں اور جسے ابن ندیم نے اپنی الفہرس میں المبسوط قرار دیا ہے یہ درحقیقت وہ کتاب ہے جو ”الام“ کے نام سے اب معروف ہے۔ قیام مصر کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ نے کافی تغیر و تبدل اور اضافہ و حذف کے بعد از سر نو مرتب کیا اور پھر یہ ”الام“ کے نام سے معروف ہوئی۔ (نام شافعی ص ۲۹۰) یا پھر الحجۃ المبسوط، القدیم تینوں کتب کا مواد الام میں ضم ہے۔

کتاب الام کی نوعیت:

یہ کتاب الام جو امام شافعی رحمہ اللہ سے منسوب ہے اس کی نوعیت کیا ہے؟ کیا یہ کتاب امام شافعی رحمہ اللہ نے خود اپنے قلم سے لکھی؟ یا اپنے شاگردوں کو املا کروائی؟ کیا ایسا تو نہیں ہے کہ یہ کتاب اقوال امام شافعی رحمہ اللہ کی حکایت ہو؟

کتاب الام بویطی کی لکھی ہوئی ہے:

عام طور پر یہ ہی گمان کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب امام شافعی رحمہ اللہ کی ہے۔ جسے یا تو انہوں نے بذات خود لکھا ہے یا املا کروایا ہے۔ یہی بات تو اثر و تسلسل کے ساتھ کتابوں میں نقل در نقل ہوتی چلی آرہی ہے اور سلف سے خلف تک بغیر علماء اُسے مانتے چلے آئیں ہیں۔ کسی کو بھی اس سے اختلاف نہیں ہے لیکن تصوف کی ایک کتاب ”قوت القلوب“ میں جو باب ”اخوت“ کے متعلق ہے۔ اس سے اس خیال عام کی نفی ہوتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے اصل مصنف بویطی ہیں۔ جنہوں نے یہ ربیع بن سلیمان مرادی رحمہ اللہ کے حوالہ کر دی۔ اس سلسلہ میں اصل کتاب کی عبارت یہ ہے کہ جو ابو طالب نے ”قوت القلوب“ میں لکھی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے محمد بن الحکم المصری کو اپنا بھائی بنالیا تھا۔ جنہیں بہت پیار کرتے اور جن سے غیر معمولی محبت کرتے ہیں۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ مصر میں محمد بن الحکم کی وجہ سے میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ ایک مرتبہ محمد بن الحکم بیمار بیمار پڑے تو امام شافعی رحمہ اللہ ان کی عیادت کے لیے گئے۔ مجھ سے قرشی نے اور ان سے ربیع رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ جب محمد بن الحکم کی عیادت کے لیے گئے تو یہ اشعار ان کی زبان پر تھے۔

ترجمہ: میرا حبیب بیمار پڑ گیا۔ میں اس کی عیادت کے لیے گیا اس کی بیماری کی تشویش اور صدمہ نے خود مجھے بیمار ڈال دیا۔ پھر میرا حبیب میری عیادت کے لیے میرے پاس آیا اور جیسے ہی میں نے اسے دیکھا فوراً تندرست ہو گیا۔

باشندگان مصر کو یقین کامل تھا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اپنا جانشین محمد بن الحکم ہی کو بنائیں گے اور لوگوں کو ہدایت کریں گئے کہ انہیں سے رجوع کیا کریں یہاں تک کہ دورانِ علالت میں امام شافعی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا اے ابو عبد اللہ آپ کی وفات کے بعد ہم کس کے حضور میں حاضر ہوا کریں؟ کون صاحبِ حلقہ ہوگا؟ سوال کرنے والوں کا خیال تھا کہ امام شافعی رحمہ اللہ، محمد بن الحکم

کا نام لیں گے اور ان کے بارے میں ہدایت کریں گے۔ اس موقع پر محمد بن الحکم، امام شافعی رحمہ اللہ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے امام شافعی رحمہ اللہ نے جواب میں کہا۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ میرا جانشین! ابو یعقوب بویطی رحمہ اللہ کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ یہ بات محمد بن الحکم کو گراں گزری اور اسے انہوں نے دل میں لے لیا اس گفتگو کے بعد اصحاب شافعی بویطی کی طرف راغب ہو گئے۔ حالانکہ محمد بن الحکم، علم شافعی اور فقہ شافعی کے عامل تھے اور اسی لیے مذہب مالک انہوں ترک کر دیا تھا۔ امام بویطی رحمہ اللہ زاہد اور متقی شخص تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے انہیں دین اور مسلمین کے لیے نصیحت کی اور اس معاملہ میں کسی مداخلت سے کام نہیں لیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد محمد بن الحکم نے مذہب شافعی ترک کر دیا اور اصحاب شافعی سے رسم و راہ چھوڑ دیا اور مذہب مالک پر واپس آ گئے اور اپنے والد کی کتابوں کی امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرنے لگے اور فقہ مالک میں غیر معمولی عبور حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ کبار اصحاب مالک میں شمار ہونے لگے۔

امام بویطی رحمہ اللہ کا دل کچھ ایسا بچھا کہ بویطی میں جو مصر کا ایک مقام ہے خانہ نشین ہو گئے اور یہیں بیٹھ کر انہوں نے کتاب الام تصنیف کی جو کہ اب ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کے جامع بویطی رحمہ اللہ ہیں لیکن انہوں نے اس کا چرچا نہیں کیا اور یہ اپنی محنت ربیع رحمہ اللہ کے حوالہ کر دی۔ جس میں انہوں نے کافی اضافہ کیا۔ لوگوں نے اس سے اس کی سماعت کی۔ پھر بویطی رحمہ اللہ کا دور ابتلا شروع ہوا۔ وہ سلطان کے سامنے پیش کیے گئے اور مسئلہ غلطی قرآن کے سلسلہ میں وہ نذیر زندان کر دیے گئے۔

ربیع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جیل سے بویطی رحمہ اللہ مجھے خط لکھا کرتے تھے اور انعقاد و مجالس پر اکسایا کرتے تھے اور علم پر موانعت کی تاکید کرتے تھے اور متعلقین کے ساتھ نیک اور اچھے برتاؤ کی ہدایت کیا کرتے تھے کہ ان سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آیا جائے۔ ان کے سوالات کا جواب خندہ پیشانی سے دیا جائے۔ (فتاویٰ القلوب جلد ۴ ص ۱۳۵)

ابوطالب مکی کا الام کے بارے میں خیال:

ابوطالب مکی کی عبارت جو سطور بالا میں نقل ہوئی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی سے دوستی اور ربط ضبط کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ دین کی محبت پر غالب آ جائے۔ پھر ابوطالب مکی نے بویطی رحمہ اللہ کے زہد و تقویٰ کا ذکر کیا ہے۔ جو نزاعات تصوف کی ایک بڑی کڑی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ابوطالب مکی کے کلام سے ہم یہ نتیجہ اخذ کریں کہ ابوطالب مکی طریق ربیع سے کتاب الام کی امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف نسبت میں طعن کرتے ہیں؟ اور یہ کہ ان کا طعن دوسرے کی توثیق سے مقدم ہے؟ کیوں کہ علماء کا خیال یہی ہے کہ کتاب امام شافعی رحمہ اللہ کی ہے۔

خلاصہ کلام:

ان تمام باتوں کے باوجود ”الام“ کا پڑھنے والا اگر ذوق ادب سے محروم نہیں ہے۔ تو اس کی بلیغ عبارت دیکھ کر کہہ اٹھے گا کہ یہ بیان دل نشین یہ فصیح و بلیغ عبارت امام شافعی رحمہ اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ ”الام“ کی عبارتوں کا اگر ان کتابوں سے موازنہ کیا جائے جو اجماعی طور پر امام شافعی رحمہ اللہ کی ہیں تو معلوم ہوگا کہ ان کا اور الام کا اسلوب تحریر اور انداز نگارش بالکل یکساں ہے اور وہ معمولی سا اختلاف جو کہیں کہیں قوت بیان کے سلسلہ میں نظر آتا ہے وہ اختلاف موضوع کے سبب ہے۔ دوسرے یہ کہ صاحب قلم اصحاب کے طرز نگارش میں قوت و ضعف کے لحاظ سے اختلاف اسلوب ہوا ہی کرتا ہے۔ اگرچہ روح واحد ہوتی ہے اور یہ اختلاف اسلوب پر مبنی ہوتا ہے سمجھنے والے کی ذہنی کیفیت، راحت و تعصب، قوت و ضعف اور صحت و علالت پر بہر حال یہ بات شک و شبہ سے بالا ہے کہ ربیع رحمہ اللہ ہی امام شافعی رحمہ اللہ کی کتب جدید کے راوی ہیں۔ بغیر کسی نزاع کے علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ کتاب الام میں جو آراء درج ہیں وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہیں اور مذہب شافعی میں اس کتاب کو حجت اولیٰ کی حیثیت حاصل ہے۔ (امام شافعی ص ۳۱۰-۳۰۴)

کتاب الاسلام:

یہ کتاب امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب جدید کی اہم تصنیف ہے۔ امام الحرمین کا خیال ہے کہ یہ امام صاحب کی قدیم کتابوں میں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس کی روایت ربیع بن سلیمان المرادی رحمہ اللہ نے کی ہے۔ جو مصری ہیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۲۵۲) یہ کتاب پندرہ جلدوں میں ہے۔ جس کی کتب (ابواب و اجزاء) کی تعداد مجموعی طور پر ایک سو پچاس ہے۔ (کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۵۲) کتاب الطہارۃ سے آغاز ہوا ہے۔

(سیر الصحاب)

دیوان امام شافعی رحمہ اللہ

دیوان شافعی، امام شافعی رحمہ اللہ کی مستقل تصنیف ہے۔ جس میں انہوں نے مختلف عنوانات کے تحت اپنا کلام مرتب کیا۔ دیوان الشافعی کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

- (1) عمر الانسان
- (2) دع الايام تفعل ماتشاء
- (3) لا تهزاء بالدعا
- (4) حب النساء
- (5) خالف هواك
- (6) حق الاديب
- (7) هكذا الحظ
- (8) الشيب نذير الفنا
- (9) الحلم سيد الاخلاق ﷺ
- (10) غنى بلامال
- (11) سوء الانصاف
- (12) نبوة الكواكب الكاذبة
- (13) انت حسبي
- (14) الغر طفل صغير
- (15) دع الاوطان واغترب
- (16) سأ ضرب في طول البلاد وعرضها
- (17) خلق الرجال
- (18) اخلاق المسلم
- (19) آل رسول الله
- (20) باعو الدين بالدنيا
- (21) احدى المعيبات
- (22) آداب العلم

- (23) اصداقاء الحیاة
- (24) المال یوجب البذل
- (25) مکارم الاخلاق
- (26) حقائق الاسلام
- (27) هذه فی اخلاق الرجل
- (28) حدیث الضعیف
- (29) فرج الله قریب
- (30) ما اقتررب الفرج
- (31) الصمت حکمة
- (32) المفتی المکی
- (33) الفقیه والصوفی
- (34) اخلاق الناس
- (35) الموت سنة الحیاة
- (36) دهری رخاء وشدة
- (37) صحبة الناس
- (38) المنايا فوق المهمات
- (39) عفا الله
- (40) عداوة الحساد
- (41) الفیظتنی لمکرمة
- (42) الموت یطلبه
- (43) کل من علیها فان
- (44) عفو الله
- (45) التفویض لله
- (46) الشعر
- (47) تقوی الله
- (48) فی الاسفار خمس فوائد

- (49) محن الزمان
 (50) حب الوالی
 (51) جنان الخلد
 (52) امطری لولوا
 (53) شقاء وای شقاء
 (54) امرفوق امری
 (55) المرء خبیر بنفسه
 (56) شوق الی مصر
 (57) احذر مودة الناس
 (58) المشكلات
 (59) وحدی للعبادة
 (60) الیقظة والحذر
 (61) التماس العذر
 (62) ایاک
 (63) الدهریومان
 (64) الصمت
 (65) راض بما حکم الدهر
 (66) نفس کبیرة
 (67) مثل الحسام
 (68) عادالہوان
 (69) الصدیق والعدو
 (70) اجل واکبر
 (71) صدیقک عن من کل کان معک فی الشدائد
 (72) رحمتمک اللہم
 (73) طریق الفجاة
 (74) وقفة الحرباب نحس

- (75) شرف العلم
 (76) خلفائے رسول اللہ
 (77) العلم نور
 (78) اذالم تجوروا
 (79) قف بالمحصب
 (80) احب الصالحین
 (81) ادب الفاصح
 (82) الودع
 (83) دعاء الی اللہ
 (84) محال فی القیاس
 (85) المفتی المکی
 (86) حذار من الطمع
 (87) الزل فی الطمع
 (88) من هم الا صدقاء؟
 (89) امام لذكر فضل امام رحمة علی امام المسلمین ابی حنیفہ
 (90) کیف الوصول الی سعاد
 (91) ما اضعف القوی و اقوی الضعیف
 (92) المتنسكون
 (93) لا مقام فی وطن بضام الحرفیہ
 (94) حلاوة العلم
 (95) العقل والمال ضدان
 (96) الاحمق من الناس
 (97) خلق الناس المکران والملق
 (98) الغریب
 (99) توکلت علی اللہ
 (100) العقل وحد لا یغنی

- (101) علمی معی
- (102) الصدیق ربما اخطاء في حق الصديق عليه السلام
- (103) هو الحظ
- (104) ماحك جالدك مثل ظفرك
- (105) راس الغنى
- (106) من الشفاء
- (107) الفتنة المعظيمة
- (108) العمل للكام
- (109) الاخوان قليل في النابات
- (110) المر لا يولد عالما
- (111) طالب الحكمة
- (112) استعن بالله
- (113) آل رسول الله وخلفاء عليه السلام
- (114) آل بيت رسول الله عليه السلام
- (115) مشكلة الناس
- (116) استعارة كتب
- (117) طريق المعالي
- (118) زادني علماء بجهلى
- (119) الشقى فى شقاء
- (120) داريت كل الناس لكن
- (121) محد العلم
- (122) ثلاث مهلكات
- (123) لانشر الدر على الغنم
- (124) لعمرى
- (125) الزناديق
- (126) اسباب الغنى

- (127) ليس اللشاميتين يوم
 (128) ياهاتكا حرم الرجال
 (129) قد بلوتك
 (130) عزة الله العظمى
 (131) الرجاء بسلم لعفو الله
 (132) فضل العلم
 (133) كيف ننال العلم؟
 (134) صنت نفسى عن الهوان
 (135) اهبن لهم نفسى
 (136) احفظ لسانك
 (137) نعيب زماننا
 (138) اصبحوا مثلاً
 (139) شينة الله
 (140) نصيحة غالية
 (141) سوء الظن
 (142) تركوا الدنيا
 (143) عزاء
 (144) فوادى من فوادك طالق
 (145) ارجع الى رب العباد
 (146) سهوت اعين
 (147) امت مظامعى
 (148) العلم يهدى
 (149) الف سنة
 (150) شوق الى غزة
 (151) مداخل العلم
 (152) المنه

- (153) مرارة تعمیل الجمیل
 (154) افضل العلوم
 (155) جنون الجنون
 (156) اہین نفسی
 (157) حشو الکلام
 (158) سأسبر
 (159) الفقیہ والسفیہ
 (160) حیاة الاشراف وللنام
 (161) حب علی وسبطیہ وفاطمة رضی اللہ عنہم
 (162) الاعراض عن الجاهل
 (163) عین الرضاء کلیلة

(فہرست مستعار دیوان شافعی ص ۱۲۷)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ

بطور محدث خدمات

علم حدیث اور اس کے متعلقات میں امام شافعی رحمہ اللہ کے تبحر کا اعتراف خود ان کے اساتذہ کو بھی تھا اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کتابوں کی سماعت کے لیے ان کے پاس بیک وقت سات، سات سوتشنگان علم کا ہجوم رہتا تھا۔ (الدیاج المذہب ص ۲۲۸)

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ناخن و منسوخ حدیث کا پتہ اسی وقت چلا جب امام شافعی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تعلیم حاصل کی۔ امام ابو حاتم رازی کا قول ہے۔ اگر امام شافعی رحمہ اللہ نہ ہوتے تو اصحاب حدیث تاریکی میں رہتے (مراۃ البیان ۱۹:۲) ایک اور بزرگ کا بیان ہے، مجھے امام شافعی رحمہ اللہ کی کسی غلط حدیث کا علم نہیں (العمر فی خبر من غیر جلد ۴ ص ۳۴۴) صاحب ”الروضات“ نے لکھا ہے کہ بلاشبہ امام شافعی رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مختلف الحدیث کے بارے میں کلام کیا اور اس فن میں کتاب تصنیف کی۔ (روضات الجنات جلد ۴ ص ۱۵۴) امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، اصحاب حدیث ہمیشہ امام شافعی رحمہ اللہ ہی کی زبان میں کلام کریں گے۔ (توالی التامیس ص ۵۴) مزید براں جو حدیث پر نقد کے اصول امام شافعی رحمہ اللہ نے وضع کیے ہیں لا محالہ سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حدیث مرسل و مرسل خفی کا اصول:

مرسل: وہ حدیث جس کے آخر سند میں تابعی کے بعد انقطاع ہو اور راوی حذف ہو۔

(نزعۃ النظر ص ۴۳)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مرسل چند شرطوں کے ساتھ صحیح ہے۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ

اور بعض دوسرے اہل علم کے نزدیک ہے اور وہ شرطیں چار ہیں: تین کا تعلق ارسال کرنے والے راوی سے ہے اور ایک کا تعلق مرسل حدیث سے ہے۔ وہ شرطیں یہ ہیں۔

- (۱) ارسال کرنے والا کبار تابعین میں سے ہو۔
- (۲) اور جب ارسال کرنے والا جس سے ارسال کرتا ہے۔ اس کا نام ثقہ لے تو ثقہ کا نام لے!
- (۳) جب اس کی مشارکت حافظ اور مامون راوی کریں تو اس کی مخالفت نہ کرتے ہوں۔
- ایسے ہی ان تین شروط کے ساتھ درج ذیل صفات میں سے ایک صفت بھی ملی ہو۔
- (۱) وہ حدیث ایک اور مسند طریق سے مروی ہو۔
- (۲) یا وہ حدیث ایک اور مرسل طریق سے مروی ہو لیکن اسے مرسل وہ بیان کریں جنہوں نے پہلی مرسل حدیث کے رجال کے علاوہ دوسرے راویوں سے حصول علم کیا ہو۔
- (۳) یا وہ حدیث صحابی کے قول کے موافق ہو۔
- (۴) یا اس کے موافق اور متقضي پر اکثر اہل علم نے فتویٰ دیا ہو۔
- (۵) یا اس کے موافق اور متقضي پر اکثر اہل علم نے عمل کیا ہو۔ (الرسالہ للشافعی ص ۴۲۱)

مرسل خفی:

- راوی اس سے حدیث بیان کرے جس سے اس کی ملاقات ہو یا اس کا ہم عصر ہو لیکن جو حدیث بیان کر رہا ہے۔ وہ اس سے نہیں سنی تاہم وہ ایسا لفظ بولتا ہے۔ جس میں سماع اور غیر سماع کا احتمال ہو جیسے قال وغیرہ۔ ارسال خفی کی پہچان تین امور میں سے ایک کے ذریعے ہوتی ہے۔
- (۱) بعض ائمہ کا نص بیان کرنا کہ فلاں راوی جس سے بیان کر رہا ہے۔ اس سے اس کی ملاقات نہیں ہے۔ یا اس کا اس سے مطلقاً سماع ثابت نہیں ہے۔
 - (ب) وہ خود اپنے متعلق بتائے کہ میں جس سے حدیث بیان کر رہا ہوں اس سے ملاقات نہیں ہے۔ یا اس سے کچھ بھی نہیں سنا۔
 - (ج) یہی حدیث دوسری سند سے مروی ہو جس میں اس راوی عنہ کے درمیان ایک راوی کی زیادتی ہو۔ (تیسرے مصطلح حدیث ص ۸۲-۸۳)

اصول ناخ و منسوخ:

ناخ کو منسوخ سے پہچاننے نے علماء کو تھکا دیا ہے اور عاجز کر دیا ہے اور اس میں اپنے

فن کا مظاہرہ کرنے والے مشہور ترین امام شافعی رحمہ اللہ ہیں انہوں نے اس میدان میں کافی مہارت اور پیش قدمی کی اور ید طولیٰ حاصل کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابن وارہ سے کہا جس وقت وہ مصر سے آیا تھا کیا تو نے امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب لکھی ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں۔ کہا کہ تو نے تفریط سے کام لیا ہے۔ کیونکہ ہمیں مجمل اور مفسر اور ناخ و منسوخ کا علم اس وقت ہوا جب امام شافعی رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی۔

(تیسرہ مصطلح الحدیث ص ۶۰)

وضاحت کے لیے ابو زہرہ مصری یوں رقمطراز ہیں۔ اختلاف بین الاحادیث کی دوسری قسم یہ ہے کہ ناخ کون ہے اور منسوخ کون۔ اس کی معرفت ہی نہ ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس صورت مسئلہ کی بھی دو اقسام کرتے ہیں۔

(۱) یہ کہ مختلف فیہ حدیثوں میں تطبیق ممکن ہو اور اختلاف صرف ظاہر قول میں ہو معنی اور مقصد میں نہ ہو۔ پس اگر کسی طرح بھی تطبیق ممکن ہے تو پھر اس کو لیا جائے گا اور اختلاف کو اس وقت تک کوئی اہمیت نہیں دی جائے گی جب تک تطبیق کی کوئی بھی صورت ممکن ہے۔

(۲) اگر تطبیق کی کوئی صورت بھی ممکن نہ ہو۔ یعنی اختلاف صرف ظاہر قول میں نہ ہو اور بلکہ ظاہر اور باطن دونوں میں ہو اس سلسلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے تین مسلک ہیں۔ دو مختلف المعنی حدیثوں کے مابین تقدم و تاخر فرض کیا جائے گا۔ متاخر حدیث متقدم حدیث کی ناخ قرار دی جائے گی اور اس کے راوی کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ اسے ناخ کا علم نہیں تھا۔ اس لیے روایت کر ڈالی۔ دو مختلف المعنی حدیثوں کی سند دیکھی جائے گی۔ جس حدیث کی سند قوی ہوگی وہ قبول کر لی جائے گی اور جس کی کمزور ہوگی وہ رد کر دی جائے گی۔ دو مختلف المعنی حدیثوں میں جو حدیث کتاب اللہ یا رسول اللہ ﷺ کی سنت ثابتہ سے زیادہ قریب ہوگی یا ایسے شواہد ہوں جو اس کے معنی کی تائید قرآن یا سنت نبوی سے کرتے ہوں وہ قبول کر لی جائے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل ہی نہیں ہیں کہ کوئی دو حدیثیں ایسی بھی ہو سکتی ہیں جو مختلف المعنی ہوں اور ان میں تطبیق نہ دی جاسکے یا ترجیح دینا ممکن نہ ہو یا ناخ اور منسوخ کی معرفت نہ ہو سکے۔ (امام شافعی ص ۹-۳۲۸) امام شافعی رحمہ اللہ کی اس مد میں تشریح یوں بھی کی جاسکتی ہے۔

(۱) یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ نفس یہ ارشاد فرمایا ہو کہ پہلے میرا یہ حکم تھا اور اب میں یہ حکم

دیتا ہوں۔

- (۲) بصحت سند اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ مروی ہو کہ ابتدا ہم کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ ازاں بعد یہ دوسرا حکم دیا گیا۔
 (۳) یہ کہ تاریخ یا سنہ حکم اول اور تاریخ یا سنہ حکم ثانی معلوم۔
 (۴) یہ کہ امت کا اس پر اجماع ہو۔ نسخ کے سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی مزید اہم تفصیلات یہاں قلمبند کی جاتی ہیں۔

نسخ کے حدود و قیود:

بہر حال مختصر طور پر یوں سمجھنا چاہیے کہ شریعت اسلامیہ میں چند مخصوص صورتوں میں نسخ ثابت ہے۔ حدود نسخ ہم بیان کر چکے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الرسالہ“ میں لکھا ہے۔ ”اللہ نے اپنی مخلوق پر کتاب اتاری جس میں ہر بات موجود ہے۔ یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے۔ اس میں فرائض کا ذکر ہے جو اس نے فرض کر دیئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جنہیں اپنی مخلوق پر رحم کھا کر منسوخ فرما دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تسلیم کرتے ہیں کہ کتاب صرف کتاب ہی کو منسوخ کر سکتی ہے۔ کیوں کہ ضروری ہے کہ نسخ منسوخ سے مماثل ہو چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ قرآن ہی قرآن کو منسوخ کر سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن کا مثل اور کوئی نہیں۔ حدیث خواہ کسی نوعیت کی بھی ہو قرآن کی نسخ نہیں ہو سکتی۔

موقوف۔ منقطع، معلق اور تدلیس کی وضاحت:

موقوف۔ منقطع، معلق اور تدلیس کی وضاحت کے جو اصول امام شافعی رحمہ اللہ نے وضع کیے ہیں۔ علوم حدیث میں ان کو اولیت حاصل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے سب سے پہلے اس اصول کو وضع کیا کہ ایسی روایتیں مرفوع متصل، صحیح الاسناد کے مقابلہ میں قطعاً ناقابل اعتبار ہیں علاوہ ازیں فن حدیث سے جن حضرات کو ذوق سلیم ہو اور بالخصوص امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے پیروکاروں پر لازم ہے کہ وہ ان تمام باتوں پر نظر غائر رکھیں کہ کس روایت میں ایسے راوی ہیں جن پر تدلیس کا الزام ہے تاکہ وہ صحیح اور ضعیف، موقوف منقطع کے فرق کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

(سیرت شافعی ص ۱۷۶)

موقوف۔ وہ قول، فعل یا سکوت جس کی اضافت صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف ہو۔ (تیسرے معلق ص ۱۲۲)

منقطع: وہ روایت جس کی سند متصل نہ ہو یہ انقطاع کسی بھی وجہ سے ہو۔ (تیسرے مصطلح الحدیث ص ۷۳)
 معلق: جسکی سند کے ابتداء سے ایک یا زیادہ راوی مسلسل حذف ہوں۔ (تیسرے مصطلح الحدیث ص ۶۷)
 تدلیس: سند میں عیب کو مخفی اور پوشیدہ رکھنا اور اس کے ظاہر کو اچھا یا حسین پیش کرنا۔ (ایضاً ص ۷۵)

خبر آحاد کی صراحت:

احادیث آحاد کے قبول کرنے میں امام شافعی رحمہ اللہ راوی کے لیے بڑی دقیق شرائط عائد کرتے ہیں مثلاً:

- (۱) راوی کو اپنے دین میں ثقہ اور صدق قول میں معروف ہونا چاہیے۔ اس راوی کی حدیث ہرگز نہیں قبول کی جائے گی جس کا صدق معروف نہ ہو یا جو غیر معتدین ہو۔
- (۲) راوی کو عقیل و فہیم بھی ہونا چاہیے جو حدیث وہ بیان کر رہا ہے اس کا مفہوم وہ اچھی طرح سمجھ رہا ہو۔
- (۳) راوی ضابط بھی ہو۔ یعنی اس کا حافظہ قوی ہو اور جس حدیث کو وہ روایت کر رہا ہے۔ وہ اسے زبانی بھی یاد ہو۔
- (۴) یہ بھی ضروری ہے کہ جس راوی سے حدیث کی روایت کر رہا ہے۔ اس سے خود اس نے بہ نفس نفیس سماعت کی ہو۔ ورنہ پھر وہ مدلس (تدلیس کرنے والا) قرار دیا جائے گا۔
- (۵) اس علم کی احادیث سے حدیث مخالف ہو۔ (امام شافعی ص ۳۷۵)

حدیث کے ظاہری معنی پر محمول:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث ہمیشہ ظاہری معنی پر محمول ہونی چاہیے اور جب اس میں متعدد معانی کا احتمال ہو تو جو معنی کلام عرب و محاورات عرب کے مطابق ہوں گے وہ لیے جائیں گے۔

(سیرت شافعی ص ۱۸۴)

فن اسماء الرجال کا اصول:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جب چند احادیث متعارض ہوں تو ان میں یہ غور کرنا چاہیے کہ راوی کیسے ہیں۔

شاہد حدیث:

غریب اور منفرد حدیث کے راوی کے لفظ اور معنی میں یا صرف معنی میں دوسرے راوی موافقت اور مشارکت کریں بشرطیکہ صحابی مختلف ہو..... امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الام میں ذکر کیا ہے۔

”عن مالك عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال الشهر تسع وعشرون فلا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين“ (۱)

اس حدیث کے متعلق ایک گروہ کا خیال ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ اسے بیان کرنے میں امام شافعی رحمہ اللہ منفرد ہیں انہوں نے اسے غرائب شافعی میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ کے دوسرے شاگردوں نے یہ حدیث اس سند سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے۔
☆ فان غم عليكم فاقد رواله لیکن اعتبار (بحث و تفتیش) کے بعد ہم نے امام شافعی رحمہ اللہ کے لیے متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ اور ایک شاہد پایا ہے۔

درج بالا معلومات میں علم حدیث وضع کرنے میں جو امام شافعی رحمہ اللہ کی خدمات ہیں ان کو درج کیا گیا ہے۔ جبکہ ان کی ”مسند“ ایک مستقل حدیث کی کتاب شمار ہوتی ہے۔

دو حدیثیں اور امام شافعی رحمہ اللہ:

دوسرے مسلک پر امام شافعی رحمہ اللہ مسلک کی برتری پر ائمہ شوافع دو حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں جس سے اس کی فوقیت ثابت ہوتی ہے یا نہیں لیکن اس میں شبہ نہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی عظمت اور جلالت شان کا اندازہ (میدان حدیث میں) بخوبی ہو جاتا ہے۔ پہلی حدیث حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدایا قریش کو ہدایت عطا فرما اس خاندان کا یہ عالم روئے زمین کو مالا مال کر دے، خدایا پہلے ان پر عذاب نازل کیا اب ان پر انعام کی بخشش فرما۔ (تواریخ ص ۴۷) اس حدیث کی سند کے متعلق علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ

کے قول فان علم العالم منهم يسح طباق الارض؛ سے مراد ملت کا ایسا قریشی عالم ہے جس کا علم پوری دنیا میں پھیل جائے گا اور اس کی تالیفات مصاحف کی طرح لکھی جائیں اس کے اقوال زبان زد خلقت ہوں۔ ہم کو امام شافعی رحمہ اللہ کے علاوہ کسی اپنے شخص کا پتہ نہیں چلتا جو مذکورہ صفات کا حامل ہو۔ (تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۶۱)

ابو نعیم جرجانی فرماتے ہیں۔ قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہر اہل علم کا علم اگرچہ بہت پھیلا، لیکن اس کی کثرت شہرت اور اشاعت پورے ربح مسکون میں اتنی نہ ہو سکی جتنی امام شافعی رحمہ اللہ کے علوم کی۔ اس لیے غالب گمان یہی ہے کہ اس حدیث کے مصداق امام صاحب ہی ہیں۔ (تواریخ ص ۷۷) اور اس میں شک نہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے علوم اور مسلک کو جو فروغ حاصل ہوا، اس کی مثال خفی مسلک کے سوا نہیں مل سکتی۔ عالم اسلام کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں اس مسلک کا کوئی مدرس، مفتی یا مصنف موجود نہ ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جب بھی مجھ سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا گیا جس میں مجھے کوئی حدیث نہ ملی تو میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال کے مطابق فتویٰ دے دیا۔ کیونکہ وہ امام عالم قریش ہیں۔ (تواریخ ص ۷۷) دوسری حدیث ”تجدید دین“ سے متعلق ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ ہر صدی کے آخر میں اس امت کے لیے ایک شخص کو مبعوث کرتا ہے۔ جو اس کی تجدید کرتا ہے۔ (۱)

اس حدیث کو ابو داؤد نے اپنی ”سنن“ اور حکم نے ”مستدرک“ میں روایت کیا ہے۔ شیخ علی متقی نے بھی امام بیہقی رحمہ اللہ کی ”معرقۃ السنن والآثار“ کے حوالہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ (کنز العمال ص ۶۳۸) ملا علی قاری نے اس کی سند کو صحیح اور اس کے کل رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح جلد اول ص ۲۴۸)

جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ وہ پہلی صدی کے مجدد ہیں۔ اسی طرح با اتفاق محققین دوسری صدی کے مجدد امام شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ انہوں نے بدعات کا قلع قمع کر کے حدیث کا بول بالا کیا اور تمام روئے زمین کو قال اللہ تعالیٰ و قال الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترانوں سے معمور کر دیا۔

۱۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، رقم الحدیث 4291، المستدرک للحاکم 522/4 رقم الحدیث 8592، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، رقم الحدیث 247)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس حدیث و مختلف طرق سے روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ہم نے غور کیا تو دیکھا کہ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہیں اور دوسری صدی کے امام شافعی رحمہ اللہ اور دونوں خاندان قریش سے ہیں۔ (مجم الادباء جلد ۶ ص ۳۸۹) اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ساتویں صدی تک تمام مجددین شافعی المسلک تھے۔

(مقارح السعادة جلد ۲ ص ۹۰)

امام شافعی رحمہ اللہ فقہی فکر ہونے کے علاوہ قرآن کے مفاہیم کا ادراک بھی رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ ان میں حدیث کے علم کی وسعت بھی لاحقہ و تھی۔ وہ فقہیہ بھی تھے اور محدث بھی انہوں نے گزشتہ فقہ اور حدیثی ضعیف مواد کے علاوہ موضوع صوفیانہ روایات کا استیصال کیا اور غیر ضروری مواد کو کانٹ چھانٹ کر کے تلف کر دیا اور مسند الشافعی (کتاب السنن) کے نام سے ایک حدیثی کتاب تصنیف کی۔ جو آج بھی اسلامی مصدر کے لحاظ سے سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے محدث ہونے پر دلائل:

جو صفات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ محدث تھے حسب ذیل ہیں:

۱۔ راسخ حافظ:

حرمہ نے کہا کہ میں ۱۳ سال کا تھا جب مدینہ منورہ میں آیا۔ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے مولف پڑھی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے مجھے کہا کہ اس شخص کو تلاش کرو جو مولف پڑھے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا میں خود پڑھ لیتا ہوں۔ ان کے سامنے پڑھا پس کبھی کبھی مولف کی کسی حدیث کو خود دوبارہ پڑھا حتیٰ کہ تمام احادیث از بر سنادی۔ (مناقب الامام الشافعی للرازی ص ۲۱۹)

مولف کو یاد کیا گیا مگر متعدد ائمہ اس بات سے یا اس صلاحیت سے عاجز تھے۔ یہ علم یافتہ بھی ان کے محدث ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی فرمایا کہ میں نے ان کو حافظ حدیث میں پختہ پایا ہے۔ تحقیق بعض ائمہ حدیث نے صحیح اسناد میں اختلاف کیا ہے۔ مگر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ بالآخر سب کو امام شافعی رحمہ اللہ کی پیروی کرنا پڑی۔ مزید براں اس سند سے بڑھ کر کوئی سند نہیں عن مالک عن نافع عن ابن عمر رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی ان کو راسخ فی سند جانا اور یہ تمام امام شافعی رحمہ اللہ کے علم حدیث کو تسلیم کرتے تھے۔

۲۔ اجتہاد:

امام شافعی رحمہ اللہ کی کوشش کے بارے میں کہ وہ علم قرآن و حدیث میں کیا تھے۔ وہ مستقل رائے امام اور مجتہد تھے اور ان قرآن و حدیث کے علوم کی تفصیل میں پختہ تھے اور ان کے علوم میں ماہر و اجتہاد کرنے میں یدِ طولی رکھتے تھے۔

۳۔ علم حدیث میں پختگی:

متعدد علماء حدیث نے ان کی فضیلت و فوقیت کو بیان کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: بعض ائمہ کی حدیث صحیح ہے جبکہ رائے ضعیف ہے اور بعض کی حدیث ضعیف ہے مگر رائے درست ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی حدیث بھی صحیح ہے اور رائے بھی درست ہے۔

۴۔ علم میں مقدم ہونا:

امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب ”مسند الشافعی“ دنیا میں مشہور ہے۔ کوئی بھی اس پر طعن کرنے کی علمی طاقت نہیں رکھتا۔ کبھی کبھی کسی نے اس پر کسی نے نکتہ چینی کی ہے۔ مگر بے بنیاد اور جس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو امام شافعی رحمہ اللہ علم میں یگانہ روزگار ہیں دوسری یہ کہ ناقدین اس علم کے بارے میں رائے نہیں رکھتے اور ان میں صلاحیت نہیں ہے کہ وہ تنقید کریں یا ان کا علم محدود ہے۔ اس کے علاوہ ناقد چونکہ عداوت کی بنیاد پر تنقید کرتا ہے اور دشمن کی بات ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔

۵۔ اصحاب کا اتفاق:

امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھی فقہ شافعی کے علاوہ ان کے حدیثی شعور پر اعتقاد رکھتے ہیں اور تمام اصحاب الحدیث ہیں اور انہوں نے حدیث میں امام شافعی رحمہ اللہ کو چنا ہے اور اسی پر قائل ہیں۔ ہر چند وہ دیگر ائمہ حدیث سے تقابلی جائزہ بھی پیش کرتے ہیں۔

۶۔ جرح و تعدیل میں یکتا:

امام شافعی رحمہ اللہ جرح و تعدیل کی مد میں اساتذہ و ائمہ حدیث کی طرف رجوع کرتے

ہیں اور ان کی کتاب حدیث میں موطا امام مالک کی وسیع رفق نظر آتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: حدیث کی کتاب کون سی اصح ہے؟ پس کہا کتاب اللہ کے بعد موطا ہے۔ جبکہ امام مالک رحمہ اللہ اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے سوال کیا گیا وہ علم مجاز میں دونوں قریب ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ پر فخر کرتے تھے۔ یہ ان کی حدیثی وسعت کی بنا پر تھا۔ (مناقب الامام الشافعی للرازی ص ۲-۲۲۱)

امام شافعی رحمہ اللہ کے علم حدیث پر تنقیدی دلائل اور ان کا رد

۱۔ حدیث ضعیف ہونے پر:

فجر کی نماز میں قنوت نازلہ والی حدیث..... بعض لوگوں نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے کہ اس نے روایت کیا ہے کہ پھر بعد ا کو ترک کر دیا تھا..... جبکہ قلعین والی حدیث ضعیف ہے۔

اس کا رد:

تمام احادیث صحیح ہیں۔ طعن ہوا ہے مگر ان احادیث کے صحیح ہونے میں کلام طویل ہے۔ یہ بتی نے ان سے موافقت کی ہے۔ معرفۃ السنن والآثار نے اس کی تائید کی ہے کہ جو کچھ امام شافعی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے وہ پختہ اور راسخ ہے۔ جبکہ اس طعن پر بحث کی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کو برحق ثابت کیا ہے۔ مزید کہنے کی گنجائش نہیں جو مزید تنقید کرتا ہے۔

۲۔ رواۃ غیر ثقہ ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ نے ایسی احادیث نقل کی ہیں جن سے روایت لینا جائز نہیں ہے جیسے ابراہیم بن یحییٰ ریا کار تھا۔ اسماعیل بن عیینہ پر خود امام شافعی رحمہ اللہ نے تنقید کی ہے۔ اس کے علاوہ قاسم، عمر، سلیمان، اور نخعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی روایت میں ملتے ہیں۔ جن کو کتب رجال میں بعض نے ضعیف شمار کیا ہے۔

اس کا رد:

امام مالک رحمہ اللہ اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جعفر جعفی سے بڑا کوئی جھوٹا نہیں پھر بھی

روایت کرتے ہیں۔ ‘فحسبنا‘ حارث الاعور سے روایت کرتے ہیں حالانکہ خود ان پر جھوٹ کی گواہی ہے۔ مالک بن انس، عبدالکریم بن امیہ عن محمد بن عجلان رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ضعیف ہیں پس راوی پر عیب بے سو و ثابت ہوا۔ کیونکہ اس طرح شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ابراہیم بن یحییٰ قدری سے کیسے روایت لیتے ہو پس جواب دیا کہ ابراہیم پہاڑ سے گر جائے تو یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ پہاڑ سے گر جائے مگر وہ حدیث میں ثقہ ہے۔ مزید کہا کہ جان رکھو کہ بدعتی کی روایت لی جائے اگر وہ اپنے دین میں عادل ہے۔

۳۔ امام شافعی رحمہ اللہ پر طعن:

نقل کیا کہ یحییٰ بن معین و اسحاق بن راہویہ، ابو عبید القاسم بن سلام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ان تمام نے امام شافعی رحمہ اللہ پر طعن کیا ہے۔

اس کا رد:

امام یحییٰ رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ پر شاکہ ہے۔ جبکہ ایک صریحاً ملتا ہے کہ تمہاری (شافعی) روایات ہماری روایات سے ٹکراتی ہیں۔ ہم سب سے زیادہ پختہ ہیں اور یہ اس لیے کہ ہم حسد کرتے ہیں اور حاسد کا قول قبول نہیں ہوتا۔

امامین نے امام شافعی رحمہ اللہ سے کوئی روایت نہ لی:

امامین (بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ) نے کوئی بھی روایت امام شافعی رحمہ اللہ سے نہیں لی۔ اگر وہ روایت کرنے والا ضعیف ہو تو امامین اس سے حدیث نہیں لیتے جبکہ دیگر محدثین سے انہوں نے روایت لی ہے۔

امامین شاید امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت تک پہنچے ہی نہ تھے۔ مزید امام بخاری رحمہ اللہ و امام مسلم رحمہ اللہ کے اکثر اساتذہ امام مالک رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ

بھی امام مالک رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص تھے۔ اسی طرح اگر امام بخاری رحمہ اللہ نے دیگر معتبر محدثین کی روایات نہیں لیں تو اس سے ان کے ضعف کا احتمال پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ (امامین) نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حدیث لی اور احمد رحمہ اللہ نے شافعی رحمہ اللہ سے، اگر شافعی رحمہ اللہ سے حدیث لینا جائز نہ ہوتا تو امام بخاری رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ کی وجہ سے مجروح ہو جاتے۔ امام احمد رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کی وجہ سے اور امام بخاری رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی وجہ سے مجروح ہو جاتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت لینے کو جائز تصور کیا ہے تو یہ اشکال جائز نہیں۔ دوسری طرف امام بخاری رحمہ اللہ ہر ایک سے روایت لینے کے قائل ہیں۔ بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ دونوں ایک دوسرے سے روایت لیتے ہیں۔ اگر وہ ایک دوسرے کی روایت کو ترک کر دیں تو اس پر طعن نہیں۔ اس کے علاوہ امامین نے اگر امام شافعی رحمہ اللہ کی حدیث لی نہیں تو امام شافعی رحمہ اللہ پر طعن بھی نہیں کیا۔ بلکہ ان کی تعریف کی ہے۔

۵۔ مسندنا قابل اعتبار ہے:

یہ کہ تمام کتب حدیث ہو سکتی ہیں مگر کوئی مسند صحیح نہیں۔ ابو ثور رحمہ اللہ نے کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ حدیث کے بارے میں کچھ نہ رکھتے تھے اور نہ جانتے تھے۔ ہم اس پر توقف کرتے اور رکھتے۔

اس کا رد:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کو زیادہ جانتے تھے اور ان کی احادیث کے حاملین میں سے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ وہ روایت جو ابو ثور رحمہ اللہ سے منقول ہے اس میں بُعد ہے۔ وہ اصحاب رائے میں سے ہیں۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کا بیان علم حدیث کے موافق ہے اور ان کی مسند قابل اعتبار ہے۔

۶۔ تصریح کا ترک:

امام شافعی رحمہ اللہ نے تصریح کو ترک کر دیا ہے۔ ناقد کہتے ہیں مرایل (مرسل کی جمع) حجت نہیں بلکہ اس کی کتب بھری پڑی ہیں۔ بعض روایات کو جمع بھی کیا ہے اور یہ عجیب بات ہے۔

اس کا رد:

شاید اس کو لکھا ہو مگر ان تمام رواۃ کا ذکر چھوڑ دیا جو حاضر نہ تھے۔ غلطی کے خوف سے انہوں نے راوی کا نام چھوڑ دیا ہو۔ اہل اصول نے کہا کہ اگر تصریح نہ ہو تو مشابہات کے وارد ہونے پر محکماً کو جاننے کی کوشش کی جائے، ظاہری اطوار پر بحث نہیں کرے گا بلکہ بحث و نظر اور حقائق میں جانے کی کوشش کرے گا۔

(مناقب الامام الشافعی للرازی: ج ۱ ص ۲۲۰-۲۲۹)

طبقات الشافعی:

تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین، حافظ ابن المفضل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے چار طبقات میں سے چوتھے طبقہ کے رجال سے تعلق رکھتے تھے۔

تقی الدین ابن قاضی نے اپنی کتاب طبقات الشافعیہ میں ۲۹ طبقات کے سن عہد کا

تذکرہ یوں کیا ہے۔

(۱) فیمن اخذ عن الشافعی

(۲) اصحاب الشافعی

(۳) 301ھ تا 320ھ

(۴) 321ھ تا 340ھ

(۵) 341ھ تا 360ھ

(۶) 361ھ تا 380ھ

(۷) 381ھ تا 400ھ

(۸) 401ھ تا 420ھ

(۹) 421ھ تا 440ھ

(۱۰) 441ھ تا 460ھ

(۱۱) 461ھ تا 480ھ

(۱۲) 481ھ تا 500ھ

- 520.....ت.....501 (13)---
- 540.....ت.....521 (14)
- 560.....ت.....541 (15)
- 580.....ت.....561 (16)
- 600.....ت.....581 (17)
- 620.....ت.....601 (18)
- 640.....ت.....621 (19)
- 660.....ت.....641 (20)
- 680.....یا.....661 (21)
- 700.....ت.....681 (22)
- 720.....ت.....701 (23)
- 740.....ت.....721 (24)
- 760.....ت.....741 (25)
- 780.....ت.....761 (26)
- 800.....ت.....781 (27)
- 820.....ت.....801 (28)
- 840.....ت.....821 (29)

فقہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی جائزہ

تاریخی پس منظر:

چونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر میں بنی عبد الحکیم میں سکونت اختیار کی تھی۔ اس لیے ابن الحکیم میں سے ایک جماعت نے اشہب بن قاسم و ابن المواز وغیرہ نے آپ سے علم فقہ سیکھا۔ ازاں بعد حارث بن مسکین اور اس کی اولاد کو یہ پہلا حصہ ملا۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد چونکہ مصر میں روافض کی سلطنت قائم ہو گئی اور ان کی فقہ رائج ہو گئی۔ اس لیے اہل سنت کی فقہ سے مصر بالکل خالی ہو گیا۔ یہاں تک کہ صلاح الدین ایوبی نے عبیدیوں کی سلطنت کو مٹا کر اپنی سلطنت قائم کرنے کے ساتھ ہی شافعی فقہ کو بھی از سر نو مصر میں رواج دیا۔ چونکہ اس وقت تک عراق، شام میں شاگردان شافعی بکثرت موجود تھے۔ اس لیے بہت جلد شافعی فقہ کی گرم بازاری ہو گئی اور محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اور عز الدین بن عبد السلام نے شام میں بہت بڑی شہرت حاصل کی اور سلاطین ایوبیہ ان کے حامی و ناصر ہوئے۔ اسی طرح مصر میں ابن الرافع نے بڑا نام پایا۔ ازاں بعد تقی الدین بن دقیق اور تقی الدین سبکی امام وقت مانے گئے۔ ہمارے اس زمانہ میں شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی کے علم و فضل کا ذکر کاغذ کا رنگ رہا تھا اور وہ مصر میں اکبر الشافعیہ مانا جاتا ہے۔ بلکہ اگر اسے علمائے عصر میں سے سربراہ و ردہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۹۱)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فقہ کا مفہوم:

شوافع کے نزدیک فقہ کی زیادہ معین اور قطعی تعریف یہ ہے: الفقہ هو العلم بالا

احکام الشرعیہ العلمیہ من ادلتها التفصیلیہ.

(کشف اصطلاحات الفنون جلد اول ص ۳۱/ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۵ ص ۳۹۶)

اس کی تعریف کے تین اجزاء قابل غور ہیں۔ (۱) احکام الشرعیہ (۲) العلمیہ (۳) ادلتها التفصیلیہ۔ حکم (جمع احکام) سے مراد وہ حکم شرعی ہے جس میں شرعی نقطہ نظر سے کوئی مصلحت ہو یا وہ حکم جو شارع (حقیقی) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے مکلف بندوں کو دیا۔ اس کی دو قسمیں ہیں: تکلیفی اور وصفی۔

(کشف اصطلاحات الفنون جلد اول ص ۳۱ / اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱ ص ۳۹۶)

علمیہ سے مراد وہ امور ہیں جن کا تعلق محض عقائد سے نہیں بلکہ معاملات سے بھی ہے اور اولیٰ سے مراد وہ اصول جو علم اصول فقہ کا موضوع ہیں۔ شوافع نے فقہ کے چار ارکان بتائے ہیں (۱) العبادة (۲) المعاملات (۳) المناکحات (۴) العقوبات اور غور کیا جائے تو یہ شوافع تک محدود نہیں بہر حال فقہ کے جملہ مسالک کی بنیاد کارائیں چار اولہ (ارکان) پر قائم ہے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱ ص ۳۹۶)

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ فقہ میں بھی مجتہدانہ مقام کے حامل تھے۔ جیسا کہ کتاب و سنت کی شرح میں ان کی کتابیں ”الرسالہ“ اور ”کتاب الام“ اس کی شاہد عادل ہیں، وہ فقہ کے تمام مراکز سے مستفید ہوئے تھے۔ مثلاً مکہ کے رئیس الفقہ امام مالک رحمہ اللہ کی فقہ کے علوم کو ان کے تلمیذ رشید امام ”محمد“ (بن حسن شیبانی رحمہ اللہ) سے حاصل کیا۔ اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ علوم الرائے اور اہل حدیث کے جامع ہیں۔ (مجم الاداب جلد ۶ ص ۳۸۹) امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقہ، فقہاء کے لیے قفل تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے ذریعے کھولا۔ دوسری جگہ فرمایا اس قریشی نوجوان سے زیادہ کتاب اللہ کا فقیہ میری نظر سے آج تک نہیں گزرا۔ (مجم الاداب جلد ۳ ص ۲۸۰)

امام شافعی رحمہ اللہ اور علم اصول فقہ:

امام شافعی رحمہ اللہ کا سب سے عظیم کارنامہ اصول فقہ کی ایجاد ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں صرف فقہ کا لفظ و طریق موجود تھا۔ اس کے اصول و ضوابط متعین کرنے کا سہرا امام شافعی رحمہ اللہ کے سر ہے۔ فن کی شکل میں سب سے پہلے انہیں نے اس کی بنیاد رکھی۔ علامہ آسنوی کا قول ہے: ”امام شافعی رحمہ اللہ نے بالاتفاق اصول فقہ میں سب سے پہلے تصنیف کی۔“

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ باتفاق امت امام صاحب اصول فقہ کے بانی ہیں اور انہی نے اس علم کے ابواب مرتب کیے اور قوت و ضعف کے مراتب کی تشریح کی۔ (مجم

الادباء جلد ۶ ص ۳۸۹) علماء کا بیان ہے کہ اصول فقہ کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف بالکل اسی طرح ہے جیسے منطق کی..... ارسطو کی طرف۔ (مرآۃ البیان جلد ۲ ص ۱۸) بدرالدین زرکشی کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں تصنیف کی۔ اس فن میں انہوں نے کتاب الرسالہ، کتاب احکام القرآن، اختلاف الحدیث، ابطال الاستحسان، کتاب اجماع العلم اور کتاب القیاس لکھ کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا۔ (المحرر المحیط بحوالہ امام شافعی ص ۶۱)

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ یوں امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں رقمطراز ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ کو اصول فقہ کے مدون کرنے میں اولیت حاصل ہے۔ اس فن میں انہوں نے اپنا مشہور رسالہ ”الرسالہ“ تصنیف کیا۔ جس میں انہوں نے اوامرو نواہی کا بیان اور خبر و نسخ اور قیاس سے علت منصوصہ کے حکم کے بارے میں کلام کیا ہے۔ پھر اس کے بعد حنفی فقہاء نے اس فن میں کتابیں لکھیں۔ (مقدمہ ابن خلدون جلد ۱ ص ۳۹۸/سیر الصحابہ ۹ ص ۳۲۹)

اس کے بیان سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کو اصول فقہ کے بانی اور واضع ہونے کا شرف حاصل ہے۔ بعض علماء کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اس فن میں سب سے پہلے امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب لکھی۔ مستشرقین یورپ میں بھی امام شافعی رحمہ اللہ کو اس فن کا پہلا مصنف قرار دیا ہے۔ گولڈنظہیر ”انسائیکلو پیڈیا آف اسلام“ میں لفظ فقہ کے تحت رقمطراز ہے:-

”محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کی خصوصیات میں سے ہے کہ انہوں نے مسائل شرعیہ کو مستنبط کرنے کے ضوابط وضع کیے اور تمام اصولوں کی حد بندی کی۔ اپنے رسالہ میں قیاس عقلی کے ایسے اصول ایجاد کیے جن کی طرف قانون سازی کے وقت رجوع کرنا نہایت ضروری ہے۔ ان گونا گوں خصوصیات کی بنا پر امام احمد رحمہ اللہ نے بجا فرمایا تھا:

”امام شافعی رحمہ اللہ کی حیثیت علم کے لیے ایسی تھی جیسے دنیا کے لیے سورج کی اور جسم کے لیے صحت کی۔ کیا ان دونوں کو کوئی بدل سکتا ہے۔“

فقہ شافعی رحمہ اللہ کے مآخذ و مصادر پر مباحثہ

علم فقہ کے مراتب خمسہ:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک علم کے پانچ انواع ہیں جو پانچ مراتب سے مرتب ہیں۔ ان مراتب میں سے ہر مرتبہ اپنے مابعد سے مقدم ہے۔ یہ پانچ مراتب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب وسنت:

کتاب کے علاوہ سنت وہ جو ثابت شدہ ہو۔ کتاب کے ساتھ سنت کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ دونوں کا مرتبہ عملاً ایک ہی ہے۔ کیونکہ اکثر احوال میں سنت، کتاب کی وضاحت کرنے والی ہے۔ لہذا حدیث اگر صحیح ہو تو وہ قرآن کے پہلو رکھی جائے گی۔ اگرچہ اخبار و احادیث میں قرآن کے برابر نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کی طرح متواتر نہیں ہیں۔ سنت قرآن کی معارض نہیں ہو سکتی۔

۲۔ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم:

اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی رائے بشرطیکہ کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کی رائے اس سے مخالف نہ ہو۔ صحابی رضی اللہ عنہ کی رائے کو یہ منزلت اس لیے حاصل ہے کہ ہماری آراء کے مقابلہ میں آراء صحابہ بہر حال زیادہ وزنی اور وقیع ہیں۔ کسی مسئلہ میں اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف، اس صورت میں صحابی رضی اللہ عنہ کا وہ قول قبول کیا جائے گا جو کتاب وسنت سے اقرب ہو یا از روئے قیاس جسے ترجیح حاصل ہو۔

۳۔ اجماع:

جس مسئلہ میں قرآن وسنت کا کوئی واضح حکم موجود نہ ہو اور اسے اجماع سے طے کیا گیا ہو۔ اجماع سے مراد ان فقہاء کا اجماع ہے جو علم خاصہ سے بہرہ ور ہوں!

۴۔ اجتہاد:

اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔

۵۔ قیاس:

جس مسئلہ کا کوئی حکم علی الترتیب کتاب، سنت اور اجماع میں سے کسی ایک پر از روئے قیاس معنی ہو یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے غیر مختلف فیہ قول پر قیاس کیا گیا ہو یا صحابی رضی اللہ عنہ کے مختلف قول پر قیاس سے کام لیا گیا ہو۔

طبقات علم فقہ کی تفصیل:

الامام میں امام شافعی رحمہ اللہ نے طبقات العلم پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے:

”وہ فقہ کے مختلف طبقے ہیں۔ سب سے پہلے کتاب و سنت صحیح پھر قرآن میں حکم مطلوبہ پانے کی صورت میں سنت اور اگر حکم مطلوبہ کتاب میں ہو نہ سنت میں تو پھر اجماع اور اس کے بعد قول صحابہ بشرطیکہ غیر مختلف فیہ ہو۔ پھر اصحاب رضی اللہ عنہم کے اقوال مختلف فیہا اور آخر میں مذکورہ طبقات علم میں سے کسی ایک پر قیاس۔ (۱)“ (الامام جلد ۷ ص ۲۳۶)

اب ہم مذکورہ طبقات علم پر الگ الگ گفتگو کریں گے۔ سب سے پہلے کتاب الہی و سنت سے آغاز کلام کرتے ہیں۔

الکتاب والسنت

مصدر اوّل:

امام شافعی رحمہ اللہ کتاب و سنت کو ایک ہی درجہ میں رکھتے ہیں کہ علم شریعت کا مصدر اوّل ہی دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ استدلال کے دوسرے چشمے یہ ہیں اور دونوں کی روح سے متشبع ہیں گو براہ راست ان کی نص سے مأخوذ نہ ہوں۔ پس مصادر استدلال خواہ تعدد و تنوع کے اعتبار سے کتنے ہی ہوں۔ بہر حال اصل واحد ہی کی طرف راجع ہوں گے اور یہ اصل کتاب و سنت پر مشتمل ہے۔

کتاب و سنت پہلو بہ پہلو کیوں؟

لیکن ہم دیکھتے ہیں فن اصول فقہ پر امام شافعی رحمہ اللہ کے بعد جو کتابیں لکھی گئیں بلکہ

۱۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ علم کی دو صورتیں ہیں۔ ایک اتباع دوسرے استنباط اتباع پہلے کتاب الہی کی پھر سنت پھر عامہ سلف کے اقوال کی جو غیر مختلف فیہ ہوں۔ پھر قیاس کی جو کتاب الہی پر، پھر سنت پر پھر سلف کے اقوال غیر مختلف فیہ پر قیاس کرنا چاہیے اور یہ اقوال اگر مختلف فیہ ہوں۔ تو پھر اپنے اجتہاد سے کام لینا چاہیے اور اپنے اجتہاد سے آدمی اگر کسی نتیجہ تک پہنچ جائے تو پھر کسی دوسرے کے اجتہاد کا اتباع کرنا ضروری نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ حکم الہی میں تلاش کرنا چاہیے۔ وہاں نہ ملے یا ملے مگر محمل غیر مفصل ہو یا محتاج بیان وضاحت ہو تو پھر سنت میں جستجو کرنی چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے اور طریق سے بھی ثابت ہے کہ سنت بڑی حد تک مرتبہ قرآن میں ہے اس لیے وہی اس کی تہمین و تفصیل کرتی ہے۔

ان فقہاء کے ہاں جو امام شافعی رحمہ اللہ سے پہلے گزرے ہیں۔ بلکہ خود آپ نے اپنی بعض کتابوں میں سنت کو مرتبہ کتاب میں نہیں رکھا ہے بلکہ اس کے قریب قریب رکھا ہے۔ جو بہر حال اس سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ان دونوں (کتاب و سنت) کو ایک بھی قرار دیتے ہیں۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں: ”کتاب و سنت دونوں خدا کی طرف سے ہیں کیونکہ نبی ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، جو کچھ کہتے ہیں وہ وحی ہے۔“ ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“ (ہجرت: ۲-۳) لہذا ثابت ہوا کہ کتاب و سنت دونوں من جانب اللہ ہیں اگرچہ دونوں کے اسباب و طریق جدا جدا ہیں۔ (الرسالہ ۳۳ طبع علی (شام) / امام شافعی ص ۱-۳۳)

حدیثی دلیل:

ہم دیکھتے ہیں اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسلک بھی وہ تھا جو امام شافعی رحمہ اللہ کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورتیں گودنا کرتی ہیں یا کراتی ہیں۔ جو عورتیں چہرے کے بال اکھاڑنے کا کام کرتی ہیں یا اکھڑواتی ہیں اور دانتوں کے درمیان دراڑ پیدا کر کے اس زیبائی میں تغیر پیدا کرتی ہیں جو اللہ نے پیدا کی ہے۔ ان پر خدا لعنت بھیجتا ہے۔ یہ حدیث بنواسد کی عورت نے سنی جو قرآن کا پڑھنا جانتی تھی۔ اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تمہاری جو حدیث مجھ تک پہنچی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فلاں فلاں قسم کی عورتوں پر تم لعنت کرتے ہو؟..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سوال سن کر جواب دیا۔ میں اس پر کیسے نہ لعنت کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور جو کتاب میں موجود ہے۔ عورت نے جواب دیا میں نے بھی قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے تو اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی عبداللہ بن مسعود نے کہا اگر تم نے غور سے پڑھا ہوتا تو ضرور نظر آتا۔ کیا اللہ نے نہیں فرمایا ہے کہ ”وَمَا أَنْتُمْ بِالرَّسُولِ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا“ (اع: ۵۹) ”جو کچھ رسول اللہ ﷺ تمہیں دے لے لو اور جس سے منع کریں باز آ جاؤ۔“ (۱) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جس میں استفسار پر کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہی قرآن ہے۔ (۲)

۱- (صحیح بخاری، رقم الحدیث 4886، 5991، صحیح مسلم، کتاب اللباس، رقم الحدیث 5573، سنن ابی داؤد رقم الحدیث 4169، سنن الترمذی، رقم الحدیث 2782، سنن النسائی، رقم الحدیث 5114، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 1898)

۲- (صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، رقم الحدیث 1739، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 1342)

امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں سنت کا مفہوم:

کہیں ایسا نہ ہو ہم اپنے اصل موضوع سے دور جا پڑیں یا امام شافعی رحمہ اللہ کے کلام کو غیر محمل پر محمول کرنا شروع کر دیں۔ ضروری ہے کہ تین اہم امور پیش نظر رہیں۔

(۱) قرآن کے مرتبہ میں امام شافعی رحمہ اللہ جس سنت کو رکھتے ہیں وہ مجموعہ سنت ہے۔ ہر وہ حدیث جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہو۔ خواہ کسی طریق سے نہ ہو احادیث متواترہ کے مقابلہ میں نہیں رکھی جاسکتی جو قطعی الثبوت ہیں مثلاً احادیث آحاد، اپنے درجہ میں احادیث متواترہ اور مستفیضہ مشہور کے برابر نہیں ہیں۔ حالانکہ آیات قرآنی قطعی الثبوت ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس چیز پر متنبہ کیا ہے۔ کیونکہ مرتبہ قرآن میں جس سنت کو رکھا ہے۔ وہ سنت ثابتہ ہے۔ جیسا کہ فرما چکے ہیں کہ اولہ احکام میں پہلا درجہ کتاب اور سنت ثابتہ کا ہے۔ گویا امام شافعی رحمہ اللہ نے جو حکم لگایا ہے۔ یہ ہے کہ قرآن اور سنت ثابتہ کا ازروئے درجہ علم ایک ہے۔ کیونکہ جہاں تک کتاب الہی کا تعلق ہے۔ اسناد کی بحث کی محتاج نہیں ہے اس کے برعکس سنت میں اسناد کے کئی مراتب ہیں لہذا اس سے جو استدلال کیا جائے گا۔ وہ بھی ان مراتب کا حاصل ہوگا اور کتاب و سنت کے استدلال جو مراتب رکھتے ہیں، ان میں سے ہر ایک استدلال میں اپنا ایک خاص مقام رکھتا ہے جو دوسرے کو حاصل نہیں۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ نے علم سنت کو مرتبہ قرآن میں استخراج احکام فروع کے سلسلہ میں رکھا ہے اور یہ بات قرآن کے اصل دین، عمود دین، محبت دین اور معجزہ نبی ہونے کی منافی نہیں ہے۔ سنت فروع ہے قرآن اصل۔ لہذا وہ اس سے قوت حاصل کرتی ہے۔ وہ قرآن کے مقابلہ میں صرف اس وقت رکھی جاسکتی ہے۔ جب احکام فروعی کے استنباط کا مسئلہ درپیش ہو۔ اس لیے کہ قرآن میں جو احکام آتے ہیں۔ ان کی تمیین کا حق سنت کو حاصل ہے۔ شرع دین کے سلسلہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔ اس کا تعاضد سنت ہی سے ہوتا ہے اور یہی وہ احکام ہیں جن سے لوگ اپنی معاش اور معاد کو سنوارتے ہیں۔ انہی سے ان کا معاشرہ استنباط حاصل کرتا ہے اور ان کی راہ صواب متعین ہوتی ہے۔

فقہ شافعی رحمہ اللہ کا مصدر اول قرآن:

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے تمام وہ باتیں جن کی امت قائل ہے۔ سنت قرآن کی شرح ہے اور یہ بھی انہی کا قول ہے کہ جتنی باتوں کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے سب ایسی باتیں ہیں جن کو آپ ﷺ نے قرآن سے سمجھا تھا اور امام موصوف کے اس قول کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ میں ان ہی چیزوں کو حلال بتاتا ہوں جن کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور انہی اشیاء کو حرام کرتا ہوں جن کو باری تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔ یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الام“ میں بلفظ روایت کی ہے۔

چنانچہ شریعت اسلامیہ کا مصدر المصاد قرآن کریم ہے۔ یعنی وہ سرچشمہ ہے۔ جس سے مصادر کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ یہی وہ مآخذ ہے جس سے شریعت کے جملہ اصول و فروع مشتق ہوتے ہیں قوت استدلال کو حکم کرنے کے لیے یہیں سے دلیلیں حاصل کی جاتی ہیں۔ اس اعتبار سے جامع احکام یہی چیز ہے۔ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ ”فقہ کے جملہ ابواب میں کوئی باب ایسا نہیں ہے جس کی کتاب و سنت میں اصل موجود نہ ہو۔ اللہ عزوجل نے قرآن کو ہدایت، شفا اور رحمت سے تعبیر کیا ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں جس نے قرآن پڑھ لیا پھر اس سے مانفوق کوئی نہیں ہے۔

پس قرآن کلی شریعت ٹھہرا جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے تو ضروری ہوا کہ وہ مجمل ہو۔ یعنی محتاج تفصیل، کیونکہ ہر امر کلی تبیین اور تفصیل کا محتاج ہوا کرتا ہے۔ لہذا قرآن کی تبیین اور تفصیل کے لیے سنت سے استعانت لازمی ہوئی تاکہ استنباط احکام آسانی ممکن ہو سکے اور استخراج شرائع میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔

کلی شریعت:

کتنے بلیغ انداز میں امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں جو کچھ فرمایا ہے وہ رحمت و حجت ہے۔ وہ کلی شریعت ہے۔ کسی شے سے اس طرح واقف نہیں کہ پہلے اس سے جاہل تھا۔ نہ اس کا علم کسی چیز میں خام ہے۔ علم کے سلسلہ میں لوگ مختلف طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ علم کی دنیا میں ہر شخص کو وہی مقام حاصل ہے جس کا اپنے علم کے لحاظ سے وہ مستحق

ہے۔ طالبان علم کے لیے واجب ہے کہ علم قرآن حاصل کرنے میں زیادہ سے زیادہ جدوجہد کریں اور ہر اُس رکاوٹ کو استقلال و جرأت کے ساتھ دور کریں جو اُس میں حائل ہو اور استدراک علم قرآن میں خواہ از روئے نص ہو یا از روئے استنباط، پورے اخلاص سے کام لیں اور اس معاملہ میں اللہ کی مدد کے متمنی ہوں۔ کیونکہ جب تک خدا کی مدد شامل حال نہ ہو، خیر کا حصول کسی طرح ممکن نہیں اور جس شخص نے کتاب الہی سے نص و استدلال کے ذریعہ علم احکام حاصل کر لیا اور اللہ نے اس حاصل کردہ علم کے مطابق اسے قول و عمل کی توفیق دی تو وہ دین اور دنیا میں مرتبہ بلند پر فائز ہو گیا۔ شک و ریب کی دنیا سے باہر نکل آیا۔ حکمت کے نور سے اس کا قلب منور ہو گیا اور دین میں مرتبہ امامت پر فائز ہو گیا۔“

بیان قرآن کی دو قسمیں:

- جب صورت یہ بٹھری کہ قرآن بیان کلی ہے اور سنت حسب ضرورت اس کی شارح و مفسر، تو امام شافعی رحمہ اللہ بیان قرآن کی دو قسمیں کرتے ہیں:
- (۱) وہ بیان قرآن جو نص ہے اور جس کی تشریح و توضیح کے لیے خارج سے کسی امداد کی ضرورت نہیں، وہ خود واضح ہے۔
- (۲) وہ بیان قرآن جو اپنی تشریح و توضیح میں سنت کا محتاج ہے۔ خواہ اپنے اجمال تفصیل میں بمعنی مجمل کے تعین میں عموم کی تخصیص ہیں۔

امثال و شواہد اور ان کے احکام:

امام شافعی رحمہ اللہ نے ان اقسام میں سے ہر قسم کی مثالیں بھی بیان کی ہیں۔ شواہد بھی پیش کیے ہیں اور ہر شاہد کا حکم بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ ان احکام کا تذکرہ کرتے ہوئے جو قرآن میں واضح طور پر موجود ہیں اور کسی مزید تفصیل کے محتاج نہیں ہیں۔ لعان کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے:

☆ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ
فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْفَاسِقُونَ ○

ترجمہ: یعنی جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں اور چار گواہ

نہ پیش کرکیں انہیں اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ یہ لوگ دراصل فاسق ہیں۔ (۳: ۲۲، ۲۳)
پھر ارشاد فرمایا:

☆ وَالَّذِينَ يَزْمُونَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعٌ شَهَدَاتٍ ۚ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَذَرُوْا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعٌ شَهَدَاتٍ ۚ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

ترجمہ: ”یعنی جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور کوئی گواہ اپنے سوا نہ رکھتے ہوں تو ان میں سے ہر ایک چار مرتبہ اللہ کو گواہ کر کے کہے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور عورت سے یوں سزا مل جائے گی کہ وہ اللہ کا نام لے کر چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں (مرتبہ) یوں کہ عورت پر غضب اللہ کا اگر مرد سچا ہے۔“ (سورۃ النور ۲۳، آیت ۶-۹)

ان دونوں آیات کے احکام میں فرق ہے۔ جرم (بدکاری) کی تہمت ایک ہے لیکن صورت مسئلہ جدا گانہ ہے۔ غیر صورت پر تہمت لگانے والے شخص کو اتنی درے مارے جائیں گے کبھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اسے فاسق شمار کیا جائے گا یعنی اگر چار گواہ نہ پیش کر سکے تو اس پر حد جاری ہوگی لیکن جو بیوی پر تہمت لگائے اور چار گواہ نہ پیش کر سکے تو لعان کے اس طریقہ پر عمل کیا جائے جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے لیکن سنت نے اس میں ایک اور حکم کا اضافہ کیا ہے یعنی لعان کے بعد میاں بیوی میں تفریق کرادی جائے گی۔

لعان کا واقعہ عہد نبوی ﷺ میں:

امام شافعی رحمہ اللہ نے ”الام“ میں لعان سے متعلق سنت کا ذکر کیا ہے کہ آیت لعان نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عویمر بن عبد اللہ بن جراح اور اس کی بیوی میں تفریق کرادی اور لڑکا عویمر رضی اللہ عنہ سے لے کر ماں کے حوالہ کر دیا۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ عویمر رضی اللہ عنہ نے اس باب میں آپ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔ یہاں تک کہ آیت لعان نازل

ہوئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”خدا نے تیرے اور تیری بیوی کے لئے حکم نازل کر دیا ہے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت قرآنی کے مطابق دونوں میں ملاعنہ کرایا اور تفریق کرا دی اس صورت میں اولاد ماں کا حق ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عویمر کا لڑکا اس کی بیوی کے حوالے کر دیا فرمایا: اب تجھے اس عورت پر کوئی حق نہیں ہے اور شوہر کو بیوی سے مہر بھی واپس نہیں دلایا۔“ (۱)

آیات صوم کے اجمال کی تفصیل:

نص قرآن کی مش دیتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ نے صوم شہر رمضان کی مثال پیش کی ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط

ترجمہ: ”مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پر ہیز گار بنو۔ (روزوں کے دن) کتنی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کر لے۔“ (البقرہ ۱۸۳-۱۸۴)

پھر فرمایا:

☆ شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○

ترجمہ: ”(روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اُزل) (اُزل) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب الطلاق، رقم الحديث 5259، صحيح مسلم، رقم الحديث 1492، سنن ابی داؤد، رقم الحديث 2245، سنن النسائی 3402، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث 2066، مسند احمد 336/5-337، رقم الحديث 23234، موطا امام مالك، رقم الحديث 1156)

نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔ تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو تو چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کر) ان کا شمار پورا کر لے اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کر لو اور اُس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تمہیں ہدایت بخشی ہے تم اُس کو بزرگی سے یاد کرو اور اُس کا شکر ادا کیا کرو۔“ (۱۸۵: البقرہ ۲)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے چند دن رکھنا چاہیں۔ یعنی رمضان کا پورا مہینہ اس کے بعد ایام صوم کی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں کسی ایسے اہل علم کو نہیں جانتا کہ اس نے نبی ﷺ سے روایت کی ہو کہ جس مہینے میں روزے فرض ہیں۔ وہ ماہ رمضان ہے جو شعبان و شوال کے مابین وارد ہوا کرتا ہے۔ اس لیے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ رمضان کا مہینہ کب آتا ہے۔ پس یہ کافی تھا کہ اس مہینہ میں اللہ نے روزے فرض کر دیے ہیں نہ میں کسی ایسے غیر اہل علم سے واقف ہوں جسے یہ نہ معلوم ہو کہ رمضان کس مہینہ کو کہتے ہیں گویا یہ ایسے منصوبات قرآنی ہیں کہ ان کی تشریح کے لیے سنت کی ضرورت نہیں۔ (امام شافعی ص ۳۵۳)

اقسام ثلاثہ میں سے پہلی قسم:

یہاں قرآن کی دوسری قسم کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے موضوع کے اعتبار سے نص نہیں ہے۔ مگر محتاج سنت ہے۔ شافعی نے اس سلسلہ میں جو مثالیں بیان کی ہیں۔ وہ تین اقسام پر منقسم ہیں۔

(۱) قسم اول وہ ہے جو از روئے سیاق و احوالوں پر محتمل ہو اور سنت اس میں سے ایک کا تعین کر دے مثلاً اللہ عز و جل فرماتا ہے:

☆ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا . (۲۲۰: البقرہ ۲)

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے تو جب تک کسی دوسرے آدمی سے نکاح میں نہ آجائے اب اس پر حلال نہ ہوگی اور طلاق کے بعد کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر وہ رجعت کر لیں۔ پس اللہ کا یہ قول ”حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ“ اس بات پر محتمل ہے کہ اس عورت سے شوہر کے سوا کوئی

دوسرا آدمی شادی کرے، اگرچہ جماعت نہ کرے اور یہ کہ اس عورت کا کسی دوسرے مرد کے قبضہ عقد میں چلا جانا ہی سابق شوہر کے لیے اس حلال کر دینے کو کافی ہے۔ کیونکہ رسم نکاح اصابت اور عقد دونوں سے واقع ہو جاتا ہے لیکن ایک شخص نے جب اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ آپ ﷺ نے مطلقہ عورت سے فرمایا: ”تو اپنے سابقہ شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک نیا شوہر تجھ سے اور تو اس سے متمتع نہ ہو لے“ (۱) اس سے ثابت ہوا کہ جب تک نیا شوہر نکاح سے متمتع نہ کر لے نکاح نہیں ہو سکتا۔

احتمال و تعارض کی صورت میں:

جو کلام دونوں معنوں پر مشتمل ہو لیکن وہ احتمال آیات سابقہ کی طرح ذات لفظ پر مبنی نہ ہو بلکہ ظاہری طور پر متعارض ہو۔ اس بیوہ کا مسئلہ عدت ہے جو حاملہ ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی مدت وضع حمل ہے۔ ان کے نزدیک از روئے سنت اسی مسلک کو ترجیح ہے۔ اس لیے عدت وفات کی جو آیت ہے۔ اس میں اللہ عز و جل فرماتا ہے:

☆ وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مِنْكُمْ وَأَوَّلًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

ترجمہ: ”اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار

مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔“ (البقرة: ۲۳۴)

یہ آیت حاملہ اور غیر حاملہ ہر طرح کی عورتوں پر بظاہر مشتمل ہے۔ پھر اللہ رب العزت فرماتا ہے:

☆ وَأُولَاتِ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ. (النساء: ۶۵)

یعنی حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ یہ آیت اپنے ظاہری مفہوم کے لحاظ سے مطلقہ اور بیوہ دونوں پر مشتمل ہے۔ اس سے احتمال ہوتا ہے کہ بیوہ عورت دونوں عدتوں سے جو عدت چاہے اختیار کر لے یا اگر دونوں ساتھ ساتھ ختم ہوتی ہوں تو دونوں پر عمل کر لے۔ جیسا کہ بعض اہل علم نے کہا کہ بیوہ عورت کی عدت چار مہینے دس دن ہے اور حاملہ کی وضع حمل لیکن سنت نے اس احتمال کو واضح کر دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ بنت حارث سے جب شوہر کی وفات کے چند دن بعد اس نے بچے جنا تو فرمایا تیری عدت ختم ہو گئی ہے۔ بدیں صورت امام شافعی رحمہ اللہ نے

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب الشهادات، رقم الحدیث 2639، صحیح مسلم، رقم الحدیث 1433، سنن

ابی داؤد، رقم الحدیث 2309، سنن الترمذی، رقم الحدیث 1118، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 1932)

”کتاب الام“ جلد ۵ میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”اللہ نے بیوہ عورتوں کے لیے چار مہینے دس دن کی جو عدت مقرر فرمائی ہے۔ وہ اس بات پر محتمل ہے کہ ہر زوجہ پر خواہ وہ حرہ یا باندی، حاملہ ہو یا غیر حاملہ، یہی عدت عائد ہوتی ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ عدت آزاد عورتوں کی ہو یا بندیاں اس میں شامل نہ ہوں نیز حاملہ عورتیں مراد ہوں غیر حاملہ عورتیں مراد نہ ہوں لیکن سنت بتاتی ہے کہ یہ عدت غیر حاملہ عورتوں کی ہے اور حاملہ عورتیں خواہ مطلقہ ہوں یا بیوہ ایک ہی عدت کی تابع ہیں جو وضع حمل ہے۔“

قرآن میں عام و خاص:

عام اور خاص کی تعریف کے سلسلہ میں مناطقہ اور علماء کے اصول کے نزدیک عام کی تعریف ہے کہ یہ اسم ایسی اشیاء پر جو عدد میں متغائر ہوں لیکن معنی میں متحد ہوں۔ دلالت کرتا ہے جیسے انسان کہ مرد و عورت، اسود و ابیض، زید و بکر، اور خالد و عمر و سب پر دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک اپنے عدد میں اور اپنی شخصیت میں متغائر ہے لیکن انسانیت سب میں مشترک ہے۔ مرد ہو یا عورت، سید ہو یا زرد فام، زید ہو یا بکر سب کے لیے انسان کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس کے برعکس خاص وہ ہے جو مفہوم عام کے کسی حصہ پر بولا جاتا ہے۔ جیسے انسان سے ابیض کی نسبت اور خاص کبھی عام بھی ہوتا ہے۔ مثلاً مرد و گوانسان ہے لیکن ہر انسان کے لیے یہ لفظ نہیں بولا جائے گا۔

عام کی تین قسمیں:

- اس مقدمہ کے بعد ہم دیکھیں گے کہ امام شافعی رحمہ اللہ ان الفاظ عامہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو قرآن میں وارد ہوئے ہیں انہوں نے عام کی تین قسمیں کی ہیں:
- (۱) عام ظاہر..... جس سے مراد عام ظاہر ہے۔ یعنی از روئے للباق اس عام میں جو کچھ بھی شامل ہو سکتا ہے وہ سب مراد ہے۔
- (۲) عام ظاہر..... جس سے مراد تو عام ہوتا ہے لیکن اس میں خاص بھی شامل ہو جاتا ہے۔ جس کی تفصیل آگے آئے گی۔
- (۳) عام ظاہر..... جس سے مراد خاص ہی ہوتا ہے۔

چند قرآنی مثالیں:

اس سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ نے جو مثالیں دی ہیں ان میں سے چند کا ہم ذیل میں

ذکر کرتے ہیں۔ وہ عام جس سے مراد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس طرح کے فرمان ہیں:

☆ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الرعد ۱۶)

ترجمہ: اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

☆ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الرؤم ۳۰)

ترجمہ: اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔

☆ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلٰی اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود ۱۱)

ترجمہ: زمین پر جو جاندار بھی موجود ہے اللہ اس کے رزق کا ذمہ دار ہے۔

مذکورہ مثالیں پیش کر کے امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان الفاظ کے وہی معنی ہیں جو ظاہری طور پر سمجھ میں آتے ہیں یعنی زمین و آسمان، شجر و حجر، انسان و حیوان سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ زمین پر جو ذی روح موجود ہے۔ اس کا رزق خدا کے ذمہ ہے اور اس کے مستقر و مستودع کا علم خدا کو ہے۔ اس عام کی جس میں خاص داخل ہو شافعی نے کئی مثالیں دی ہیں جیسے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

☆ حَتّٰی اِذَا اَتٰیَا اَهْلَ قَرْیَةٍ ۚ اَسْتَطَعَمَا اَهْلُهَا فَاٰوَا اَنْ یُّضِیْفُوْهُمَا

ترجمہ: یعنی (موسیٰ و خضر علیہما السلام) ایک قریہ میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا لیکن اہل قریہ نے انہیں اپنا مہمان بنانے سے انکار کر دیا۔

(الکہف: ۷۷)

اس آیت میں ذکر عام اہل قریہ کا ہے لیکن خضر و موسیٰ علیہ السلام نے کھانا بھی سب کے بجائے چند ہی سے مانگا تھا اور انکار بھی سب نے نہیں کیا تھا۔ لہذا سزا و ملامت وہی ہیں جنہوں نے انکار کیا تھا نہ کہ سارے اہل قریہ پس یہاں عموم معتبر ہے اور خصوص مقصود۔

وہ عام جس سے مراد خاص ہوتا ہے یعنی معنی عام ہوتے ہیں لیکن مقصود تخصیص ہوتی ہے۔ لفظ کا مفہوم مراد نہیں ہوتا بلکہ یہ عام لفظ موضوع خاص کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس طرح لفظ عام کی تخصیص یا تو خود آیات قرآنی سے ظاہر ہوگی خواہ آیات متصلہ سے یا دوسری آیات سے۔ یا یہ تخصیص سنت سے ظاہر ہوگی یا پھر آثار صحیحہ سے جن سے یہ بات واضح ہوگی لفظ کو عام ہے مگر مراد عام نہیں خاص ہے۔ وہ عام جس سے مراد خاص ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

☆ الَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ (آل عمران ۳)

اس آیت کریمہ کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ ”ناس“ سے مراد جمیع ناس ہیں اور یہ محال ہے کہ یہاں ”ناس“ (لوگ) کہہ کر سارے لوگوں کو مراد لیا گیا ہو اور جن لوگوں کے جمع ہونے کا ذکر ہے وہ بھی سارے لوگ نہیں چند ہی تھے۔ لہذا عقل خود اس طرف رہنمائی کرتی ہے کہ وہ نہ سب لوگ جمع ہوئے نہ سب لوگوں کو خبر ہوئی اور نہ یہ لوگ جمیع ناس تھے اور وہ عام جس کی تخصیص دوسری آیت سے ہوتی ہو، یہ ہے:

☆ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ. (۲: ۲۲۰)

یعنی زنا کار مرد اور عورت میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور اللہ کے دین کے معاملہ میں رحم و رافت سے متاثر نہ ہو۔ عموم آیت اور سیاق آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زنا کار عورت کی حد (سزا) سو ڈرے ہے خواہ وہ آزاد ہو یا باندی لیکن باندیوں کے ذکر میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

☆ فَإِذَا أَحْصَيْتَ فَإِنَّ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ. (۴: ۲۵)

اس سے ثابت ہوا کہ ان کی سزا نصف ہے۔ پس یہ ایسا عام ہے جس کی تخصیص کر دی گئی ہے اور قرآن وہ عام جسے سنت نے خاص کیا ہے۔ آیات موارثت ہے۔ وراثت کے سلسلہ میں جو آیات کریمہ وارد ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وارثوں میں باپ، ماں، اولاد یا دوسرے سب حصہ پائیں گے خواہ ان کا دین و مذہب متحد ہو یا مختلف یا ان میں سے کوئی قاتل ہو یا نہ ہو لیکن وہ سنت ہے۔ جو بتاتی ہے کہ مسلمان غیر مسلم کا وارث نہیں ہو سکتا اور غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا اور یہ کہ میراث میں کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔

آیات وراثت کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مرنے والے کا قرضہ نہ بیاق ہو جائے اور وصیت نہ نافذ ہو جائے۔ اس وقت تک ورثا کو کچھ نہ ملے گا۔ گویا عموم آیت سے مستفاد ہوتا ہے کہ وصیت میراث پر مقدم ہے۔ خواہ اس کی مقدار کتنی ہی ہو لیکن سنت اس عموم میں تخصیص پیدا کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ جو وصیت میراث پر مقدم رکھتی ہے۔ وہ ایک ثلث سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ آیات کا لفظ عام ہے لیکن سنت نے اسے بالکل خاص کر دیا۔ وہ عام جس سے خاص مراد ہے۔ قرآن کریم کی آیت مبارکہ ہے:

☆ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا. (۵: ۳۸)

ترجمہ: چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ قطع کر دو

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اس عام کو سنت نے خاص کر دیا ہے۔ کیونکہ عموم آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے کوئی سی بھی چیز چرائی ہو اس کی سزا قطعید ہے نہ وہ چیز کم ہو یا زیادہ اور نہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو لیکن سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ ربع دینار سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (۱)

تین بے حداہم مسئلے:

قرآن کے عام کے مسئلہ پر گفتگو ختم کرنے سے پہلے ہم تین امور کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو علماء اصول زیر بحث لائے ہیں۔ پھر ان مسائل پر جو رائے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اس کا ذکر بھی کریں گے۔ یہ مسائل چونکہ اہم ہیں۔ لہذا مناسب ہے کہ ان پر الگ الگ خامہ فرسائی کی جائے۔

۱۔ عام کی تخصیص پر بحث:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عام پر بغیر کسی توقف کے عمل کرتے ہیں۔ بشرطیکہ اس کی تخصیص نہ ثابت ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ بحث میں کہتے ہیں:

”صرف لغت عربی میں ہی نہیں بلکہ تمام زبانوں میں عام کے مقتضیاً پر اس وقت تک عمل کیا جاتا ہے۔ جب تک کہ اس کی تخصیص نہ ثابت ہو۔ مثلاً کوئی آقا اپنے غلام سے کہتا ہے کہ جو شخص میرے ہاں آئے اسے ایک درہم یا ایک روٹی دے دیا کرو۔ غلام اس فرمان پر عمل کرتا ہے۔ تو آقا کے لیے اس پر اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے لیکن ان داخل ہونے والوں میں سے کسی کو درہم یا روٹی دے دینے کے باعث وہ غلام پر اعتراض کرے کہ اس شخص کو تو نے کیوں دیا، یہ ٹھکانا ہے۔ حالانکہ میں نے لمبے آدمیوں کو دینے کے لیے کہا تھا۔ یا یہ کالا ہے اور میں نے سفید فام لوگوں کو دینے کے لیے کہا تھا۔ تو غلام کہہ سکتا ہے کہ آپ نے کشیدہ قامت اور سفید فام کی کوئی تخصیص نہیں کی تھی۔ بلکہ یہ کہا تھا جو بھی آئے اسے دے دینا۔ میں نے ایسا ہی کیا اب جو

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب الحدود، رقم الحدیث 6789، صحیح مسلم، رقم الحدیث 1684، سنن

ابی داؤد، رقم الحدیث 4384، سنن الترمذی، رقم الحدیث 1445، سنن ابن ماجہ، رقم

الحدیث 2585، مسند احمد، 80/6)

عقل مند بھی ان دونوں کی گفتگو سنے گا۔ وہ غلام کو عذر معقول قرار دے گا اور آقا کی بات ساقط قرار دے گا۔

لیکن اگر غلام ہر داخل ہونے والے کو درہم یا روٹی دیتے دیتے کسی ایک کو نہ دے اور اب آقا خفا ہو اور دریافت کر لے تو نے اسے کیوں نہیں دیا، اور جب وہ جواب دے کہ چونکہ یہ لمبے قد کا تھا یا گورے رنگ کا تھا اور میں یہ سمجھا کہ آپ کی مراد ٹھٹھنے اور سیاقام لوگوں سے ہے۔ تو غلام مستوجب تادیب ہو گا کیوں کہ اس نے بغیر کسی وجہ کے عام ہدایت کی خلاف ورزی کی۔

اسی طرح کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنے تمام غلاموں اور باندیوں کو آزاد کیا اور یہ کہنے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا تو اب جو عورت چاہے اس کے کسی غلام سے شادی کر سکتی ہے اور مرد چاہے اس کی کسی باندی سے نکاح کر سکتا ہے۔ کیونکہ اب یہ غلام نہیں رہے۔ آزاد ہو گئے ہیں وراثت کی رضا مندی ضروری نہیں رہی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہ ہی ہے۔ ان کے نزدیک اگر عام مراد خاص ہے تو وہ تخصیص یا نص قرآن سے ہونی چاہیے یا اثر حدیث سے اکثر علماء اصول شافعی کے اس مسلک سے متفق ہیں۔ انہی میں حنفیہ بھی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ احناف عام کی قوت کو شافعی کے مقابلہ میں زیادہ شدت سے تسلیم کرتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے برعکس حنفیہ کا قول ہے کہ لفظ عام کی عموم پر دلالت، ”دلالت قطعیہ“ ہے۔ لہذا اس کی تخصیص خبر احاد سے نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ قرآن قطعی الثبوت ہے اور اس کا عام قطعی الدلالت ہے اور خبر احاد ظنی الثبوت ہے اور قطعی کی تخصیص کسی طرح بھی ظنی سے جائز نہیں ہے۔

۲۔ خبر واحد سے تخصیص پر امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک:

ہر حالت میں خبر واحد سے قرآن عام کی تخصیص امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز اور درست ہے۔ جیسا کہ وہ اپنے ”الرسالہ“ میں احادیث آحاد تخصیص قرآن کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ مثلاً قرآن نے زانی اور زانیہ کے لیے ۱۰۰ سو کوڑوں کی سزا کا حکم دیا ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ یہ سزا نہیں ملے گی جن کی شادی نہ ہوئی ہو۔ شادی شدہ زانی اور زانیہ کو سنگسار کیا جائے گا اور یہ حدیث رجم ”حدیث آحاد“ ہے۔ اس کے متعلقہ حنفیہ قرآن کے عام کی تخصیص کسی حدیث سے بھی جائز نہیں سمجھتے بجز اس صورت کے کہ عام تخصیص آخر سے مخصوص ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ عام کی عموم پر دلالت قطعی ہے اس کی تخصیص ظنی سے رد نہیں۔

۳۔ حقیقت تخصیص کا بیان:

تیسرا مسئلہ ہے بیان حقیقت کا، کتب اصول عام اس سے کہ وہ شوافع کی ہوں یا احناف کی اس بات پر متفق ہیں کہ نص مختص کو ارادہ خصوص پر مبنی ہونا چاہیے۔ چنانچہ ”المستصفیٰ“ میں ہے۔ ”اولہ خصصہ اکا قسیمہ جائز ہے۔ دلیل، ارادہ، متکلم کا عرفان ہے وہ نے لفظ موضوع عموم سے خاص معنی مراد لیتا ہے اور تخصیص، ایک صیغہ کا عموم سے نکلنے خصوص کی حدود میں داخل ہونے کا نام ہے۔ یعنی لفظ حقیقت سے نکل کر مجاز میں داخل ہو گیا۔“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمہور فقہاء کی مراد تخصیص سے یہ ہے کہ لفظ عام سے مقصود خاص مراد لیا جائے۔ نسخ اور تخصیص میں فرق یہ ہے کہ نسخ سے احکام ثابۃ بدل جاتے ہیں اس کے برعکس تخصیص سے یہ ہوتا ہے کہ مخصوص عموم صیغہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ”الرسالہ“ میں اسی مسلک کو اپنایا ہے۔

شوافع اور احناف کا نقطہ اختلاف:

بہر حال تخصیص کی کیفیت یہ ہے کہ نہ اہ عام کو خاص کرنے والی دلیل مخصوص مقارن ہو یا اس سے متاخر ہو یا اس سے سابق ہو وہ تخصیص ہے شافعی کا مسلک یہی ہے لیکن حنفیہ کا مسلک اس سے ذرا مختلف ہے۔ وہ تخصیص کی دلیل کے لیے یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ اسے عام سے مقارن ہونا چاہیے۔ یعنی ایسا قرینہ موجود ہونا چاہیے جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ لفظ عام سے خاص مراد ہو اور اس صورت میں وحدت زمانی کا بھی، دونوں میں کوئی لحاظ ضروری نہیں ہے، کیونکہ متاخر تعارض باہمی کی صورت میں متقدم ناخ ہوگا۔ اگرچہ متاخر عام ہی کیوں نہ ہو اور حنفیہ کے اس مسلک کی بنیاد یہ ہے کہ وہ عام کو قطعی الدلالت خیال کرتے ہیں۔ (امام شافعی ص ۳۷۶)

مطلق و مقید:

مطلق وہ لفظ یا حکم ہے جو صرف ذات پر دلالت کرے اور صفات پر دلالت نہ کرے یا مطلق وہ ہے جو چیز کی ماہیت پر بغیر قیود کے دلالت کرے..... مقید وہ لفظ یا حکم ہے جو ذات پر دلالت کے ساتھ ساتھ اس کی صفات پر بھی دلالت کرے احکام شوافع کے نزدیک اسے خبر واحد یا قیاس سے مقید کیا جاسکتا ہے۔ مثال (۱) قرآن میں ہے۔ فاغسلوا وجوہکم..... شوافع کے

نزدیک نیت اور ترتیب بھی وضو میں فرض ہے اور ان کے بغیر وضو صحیح نہیں..... (۲) الزانیۃ والزانہ فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة..... امام شافعی کے نزدیک 100 کوڑے اور جلا وطنی دونوں حد اور شرعی سزائیں اور یہ حاکم کی صوابدید پر نہیں..... (۳) ولیطوفوا بالبيت المعتيق..... اور چاہیے کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں۔

احناف کے نزدیک یہ آیت طواف کے لیے مطلق ہے اور اس پر عمل ممکن ہے۔ اس لیے کسی خبر واحد یا قیاس سے اس کی تقلید نہیں کی جائے گی۔ پس خبر واحد جس میں وضو کی طواف کے لیے شرط آئی ہے اس کی تقلید نہیں کرے گی بلکہ دونوں پر علیحدہ علیحدہ عمل ہوگا۔ یعنی قرآن کی رو سے طواف فرض ہے اور حدیث کی رو سے اس کے لیے وضو واجب ہوگا اور ترک واجب کی احناف کے نزدیک کفارہ سے تلافی ہو جاتی ہے۔ شوافع کے نزدیک طواف کے لیے وضو شرط ہے پس بغیر وضو کے طواف نہ ہوگا اور وضو کے ترک کی کفارہ سے بھی تلافی نہ ہو سکے گی۔ (تفہیم الفقہ ص ۲۱-۱۹)

امرو نہی:

کسی چیز کے حکم کو امر کہتے ہیں۔ شوافع کے نزدیک ارتقائی پہلو مد نظر رکھ کر امر فعل امر قول کے برابر ہے۔ نہی کسی چیز کی روک کے بارے میں ہے۔ شوافع کے نزدیک افعال سے متعلقہ نہی کا تقاضا یہ ہے کہ شرعی افعال میں قبح لعنت (مستوجب لعنت برائی) ثابت کیا جائے۔ (شرح نورالانوار ص ۴۰۱)

صریح و کنایہ:

صریح وہ لفظ ہے کہ اس کے معنی اور جو اس سے مراد ہو وہ ظاہر ہو یعنی بولتے ہی معنی سمجھ آ جائے مثلاً بحت واشتریت وغیرہ صریح کا حکم یہ ہے کہ اپنے معنی کو یقیناً ثابت کرے خواہ وہ جملہ خبر ہو یا لغت ہو یا ندا ہو اور اس میں نیت کرنے کی ضرورت نہیں مثلاً جب کسی شخص نے اپنی زوجہ کو کہا انت طالق تجھ کو طلاق ہے یا کہا کہ طلقنتک میں نے تجھ کو طلاق دے دی کہا تو طلاق فوراً واقع ہو جائے گی طلاق کی نیت کی ہے یا نہیں۔ اس کی اصل پر علماء احناف تیمم کی نسبت فرماتے ہیں کہ تیمم مفید طہارت ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: ولکن یرید لیطہرکم اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے یہ آیت حصول طہارت کے ثبوت میں صریح ہے۔ امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ تیمم طہارۃ ضروری ہے دوم یہ کہ تیمم طہارت نہیں بلکہ حدیث کو چھپا دینے والا ہے۔ لہذا مابین حنفی اور شافعیوں کے کئی مسائل ہیں۔

قرآنی عربی پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل

قرآن میں عجیبی کلمات:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں وہ اضطراب اقوال کا عہد تھا۔ اس زمانہ میں بہت سے فرقے پیدا ہو چکے تھے اور ان فرقہ میں رزم اور پیکار کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ پھر ہمیں دیکھ کر ذرا حیرت نہیں ہوتی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو قرآن میں معین عربی الفاظ دیکھ کر کہنے لگے تھے کہ قرآن کی زبان عربی خالص نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس مہمل خیال کی تردید کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور قرآن کریم کی عربیت خالص ثابت کرنے کے لیے میدان میں اتر آئے اور اسی شان جدل سے جو ان کا امتیاز خاص تھا وہ کہتے ہیں۔ ”علمی مسائل میں وہ لوگ بھی لب کشائی کرتے ہیں۔ جن کے لیے سکوت ہی بہتر تھا اور یہی طرز عمل سلامتی سے قریب تر تھا۔ ان میں بعض کا کہنا ہے کہ قرآن میں عربی اور عجیبی دونوں طرح کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب اللہ میں جو کچھ ہے وہ لسان عرب میں ہے۔ مگر جو کہتا ہے کہ قرآن میں غیر لسان عرب بھی کچھ ہے یا جو اس قول کو تسلیم کرنا ہے۔ اس کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ قرآن میں ایسے الفاظ بھی ہیں۔ جن سے بعض عرب ناواقف ہیں۔ (الرسالہ ص ۴۲)

دلائل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے دعویٰ کی دلیل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دلیلیں پیش کی ہیں اس جگہ ان کا تذکرہ ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ ”قرآن کی زبان کے بعض الفاظ سے اگر بعض عرب نا آشنا ہیں تو یہ اس کے عجیبی ہونے کی دلیل نہیں بلکہ اگر دلیل ہے۔ تو اس بات کی کہ بعض لوگ لغات عرب سے واقف نہیں ہیں اور کوئی شخص بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ زبان عربی کے تمام الفاظ کا وہ احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس لیے کہ یہ زبان حد درجہ وسیع اور بے انتہا ذخیرہ الفاظ کی حامل ہے اور اس کے تمام الفاظ کا احاطہ نبی ﷺ کے سوا کسی شخص کے بس کا روگ نہیں ہے۔ پس گو علم لسان عربی انفرادی طور پر معذور ہے لیکن مجموع کے لیے بہر حال ثابت ہے۔ یعنی مجموعی طور پر سارے عرب پوری لسانی عربی سے واقف ہیں۔ گو انفرادی طور پر ہر شخص نہ ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے علم سنت کی۔

کوئی ایک صحابی رضی اللہ عنہ بھی اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جملہ سنت کا وہ احاطہ کیے ہوئے ہے۔ البتہ مجموعہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ دعویٰ صحیح ہے اسی طرح ان کے بعد تابعین کے بارے میں پھر ان کے بعد آنے والے خلفاء کے بارے میں بھی صحیح ہے۔ اگر جمیع اہل علم کا علم جمع کیا جائے تو تمام سنت کا احاطہ صحیح ہے لیکن ہر عالم کو اگر اس کے علم سے جانچا جائے تو کسی نہ کسی سے کوئی سنت رہ جائے گی اور جو سنت کسی ایک عالم کے علم میں نہیں ہے۔ وہ کسی دوسرے عالم کے علم میں ضرور ہے بالکل یہی کیفیت لسان عربی کی ہے۔ ہر شخص اس زبان کے بہت سے الفاظ جانتا ہے لیکن سب نہیں۔ نیز ”یہ بھی ممکن ہے کہ عربی کے کچھ الفاظ بعض جمعیوں نے سیکھ لیے ہوں اور رفتہ رفتہ ان کی زبان میں داخل ہو گئے ہوں اور قرآن کے بعض کلمات قلیلہ ان الفاظ سے موافق ہوں جس طرح یہ ممکن ہے کہ لسان عجم میں سے کسی زبان کے کچھ الفاظ لسان عرب سے موافق ہو گئے ہوں!“

قرآن کے عجمی الاصل الفاظ:

گو امام شافعی رحمہ اللہ اس کے معترف ہیں کہ قرآن میں چند الفاظ ایسے ہیں جو عجمی الاصل ہیں لیکن یہ الفاظ جب عربی زبان میں داخل ہو گئے اور عرب انہیں بولنے لگے تو یہ بھی عربی ہو گئے۔ کیونکہ ان کے مخارج نے مخارج حروف عربیہ کی صورت اختیار کر لی تعریب کے عمل سے گزر کر صیقل پائے۔ یہ الفاظ عجمی الاصل ہونے کے باوجود جو عربی ہو گئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی تائید کی ہے۔ اس سلسلہ بحث میں وہ کہتے ہیں: قرآن میں اگر کچھ عجمی الفاظ بولتے ہیں تو اور نہیں، اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ جن الفاظ کو عرب بولتے ہوں۔ جو ان کی زبان پر جاری ہوں۔ جن کے معنی اور مفہوم سے وہ آشنا ہوں تو یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ الفاظ عربی نہیں ہیں؟..... (الموافقات للشافعی جلد ۴ ص ۴۳)

قرآن خود کہتا ہے:

اس سلسلہ بحث میں آگے چل کر امام شافعی رحمہ اللہ نے بعض آیات قرآنی استدلال میں پیش کی ہیں کہ قرآن کی زبان عربی ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں نازل ہوا ہے مثلاً اللہ عز وجل فرماتا ہے:

☆ وَإِنَّهُ لَنَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ○ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ○ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ○

ترجمہ: ”اے (قرآن کو) اللہ نے اتارا ہے اور روح الامین نے صاف عربی زبان میں

تیرے قلب پر نازل کیا ہے۔ تاکہ تو لوگوں کو خدا سے ڈرائے!“ (۱۹۲ تا ۱۹۵: اشعرا، ۲۶)

یا ایک دوسری جگہ آیت میں ہے:

☆ ”وَكَذَلِكَ أُنْزِلَتْهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا“ (۱۳۳: ط، ۲۰)

ترجمہ: ”یعنی قرآن کو ہم نے عربی زبان میں اتارا ہے۔“

نیز اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

☆ ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ“ (۴: ابراہیم، ۱۴)

ترجمہ: ہم نے جو نبی بھیجے ہیں (اور انہیں جو کتاب دی ہے) وہ ان کی قوم کی زبان میں ہے۔

اس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء کرام علیہم السلام آئے وہ صرف اپنی قوم کے لیے آئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا فائدہ ناس کے لیے ہوئی ہے۔ لہذا بات محتمل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی قوم ہی کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہوں..... کیونکہ کافہ ناس کے لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سیکھنا طاقت سے باہر ہے لیکن یہ بات بھی تو پیش نظر رکھنی چاہیے کہ زبانیں مختلف ہیں۔ ایک قوم دوسری قوم کی زبان نہیں سمجھ سکتی پس ضروری ہوا کہ بعض دوسرے کی متابعت کریں اور فضیلت و افضلیت اسی زبان کو حاصل ہوگی۔ جو تابع کی نہیں بلکہ تبع کی ہے۔ لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان دوسری زبانوں پر فائق ہوئی اور ہر دوسری زبان لسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع ہو۔“

ہر مسلمان کے لیے عربی سیکھنا واجب ہے:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین و معترضین کے صرف ان دلائل کے اوپر ہی اکتفا نہیں کرتے اور ان کی باتوں کو زعم باطل ہی کہہ کر خاموش نہیں ہو جاتے بلکہ کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا استنباط عربی زبان ہی پر مبنی ہے اور چونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ لہذا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر مسلمان کے لیے عربی کا سیکھنا واجب ہے اور اس سے روگردانی نہیں کی جاسکتی۔ (الرسالہ ص ۴۹)

بلکہ ایک روایت تو یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقد زواج بھی عربی کے بغیر جائز نہیں ہے۔ بشرطیکہ اس پر قدرت ہو۔ اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ بھی ہے کہ چونکہ قرآن کی زبان عربی ہے لہذا جو شخص اس سے احکام و مسائل کا استنباط کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے واجب ہے کہ لسان عربی کا خوب ماہر ہو اس لیے جب تک اسالیب عربیہ کے مقضضا سے واقفیت نامہ نہ ہو اس وقت تک فہم قرآن پورے طور پر ممکن ہی نہیں۔

اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے بہت سی باتیں کی ہیں۔ جن میں سے چند

یہ ہیں: قرآن لسان عرب پر نازل ہوا۔ جس کا مقصد نصیحت المسلمین ہے اور نصیحت ایسی ہے جس کا ترک جائز نہیں اور نصیحت کے ساتھ ایضاً حق بھی وہ کرتا ہے اور قیام بالحق و نصیحت المسلمین طاعت الہی ہے اور طاعت الہی جامع خیر ہے۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ ”میں نے نبی ﷺ سے ہر مسلمان کو نصیحت کرنے پر بیعت کی۔“ (۱)

حضرت تمیم داری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دین نصیحت ہے۔ دین نصیحت ہے۔ دین نصیحت ہے۔“ (۲)

قرآن میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ آغاز کلام ایسے لفظ سے ہوتا ہے۔ جس کی تمہین آخر لفظ سے ہوتی ہے یا اس کے برعکس یعنی آخر لفظ کی وضاحت اول لفظ سے ہوتی ہے یا وہ ایسی چیز کا ذکر کرتا ہے۔ جو لفظی وضاحت کے بدون صرف معنی سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔ اس کے سمجھنے کیلئے صرف ذرا سا اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اور یہ انداز و اسلوب اس کے نزدیک بہت اعلیٰ ہے۔ جس سے صرف اہل علم ہی بہرہ ور ہو سکتے ہیں نہ کہ جاہل۔ وہ کبھی ایک ہی چیز کو اسماء الکثیرہ کے نام سے موسوم کرتا ہے اور کبھی ایسا بھی کرتا ہے کہ ایک ہی اسم کو معانی کثیرہ کا حامل بنا دیتا ہے۔ (۱۱ شافعی ص ۲۲۹)

فقہ شافعی رحمہ اللہ کا مصدر دوم ”السنت“:

قرآن سے استنباط کرنے کے سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ہم نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا شریعت میں قرآن کی حجیت اور اثبات ایک مسلمان کی نظر میں محتاج دلیل ہے ہی نہیں۔ کیونکہ اثبات شریعت کے لیے جو حجیت قرآن کا انکار کرتا ہے۔ وہ ملت اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ضروری ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے۔ لیکن جہاں تک سنت کا تعلق ہے امام شافعی رحمہ اللہ کو ایسے لوگوں سے دو چار ہونا پڑا جو حجیت سنت کے منکر تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو سرے سے سنت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور وہ بھی جو احکام قرآنی سے ماوراء سنت کے احکام مشتبہ کا انکار کرتے تھے۔ ان کے نزدیک سنت سے قرآن کی تمہین تو ہو سکتی ہے لیکن اضافہ نہیں ہو سکتا اور وہ لوگ بھی تھے۔ جو خبر احاد کی حجیت سے منکر تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کو ان سب سے دو چار ہونا پڑا اور انہوں نے دلائل سے یہ بات ثابت کی کہ اثبات زیادتی کا انکار کرتے ہیں۔ (۱۱ شافعی ص ۲۵۷)

۱۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم الحدیث: 59)

۲۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم الحدیث: 55، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث:

4944، مسند احمد، 102/4، ابن حبان فی الاحسان، رقم الحدیث: 4574)

منکرین حدیث:

منکرین حدیث کے افکار و اقوال کا کچھ حصہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے الام (اجماع العلم) میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ جو اس اجماع کے مخالف ہیں بتایا ہے کہ ان لوگوں کے تین مذاہب ہیں اور ہر مذہب میں متعدد فرقے ہیں۔ ایک فریق تو وہ ہے جو سرے سے حدیث و سنت کی حجت کا انکار کرتا ہے دوسرا فریق ایسی حدیثوں کا قائل ہے جو قرآن سے مطابقت رکھتی ہوں اور تیسرا وہ منکرین حدیث فرقہ جو صرف مستفیض اور مشہور حدیثوں کا قائل ہے۔

مذہب اوّل کے سلسلہ ذکر میں امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے: (سوال و جواب کی صورت میں) کوئی شخص قرآن میں شک کرے تو آپ اس سے توبہ کرائیں گے اور وہ توبہ نہ کرے تو قتل کر دیں گے۔ پھر یہ بتائیے جب قرآن نے دکھتا ہے کہ وہ ”قبیان“ ہے یعنی اس نے ہر چیز کھول کھول کر بیان کر دی ہے پھر آپ یا کسی اور شخص کے لیے کسی چیز میں جسے خدا نے فرض کیا ہو۔ یہ کہا کہ صحیح ہے کہ کبھی عام کو کہا جائے کبھی خاص کو۔

آپ کے پاس جو احادیث ہیں انہیں دوسرے لوگوں نے روایت کیا ہے۔ یہ دو باتیں یا زیادہ راویوں کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو جو آپ ﷺ کے ہم مسلک ہیں۔ دیکھا ہے کہ جس کسی سے آپ لوگ ملتے ہیں اس کے صدق و حفظ اور بھول چوک کا ساتھ ساتھ اقرار کرتے ہیں۔ اکثر راویوں کے بارے میں آپ حضرات کا قول ہے کہ فلاں شخص نے فلاں حدیث کے بیان کرنے میں غلطی کی تھی اور فلاں راوی سے فلاں راوی حدیث میں چوک ہوئی۔ پھر اگر کوئی شخص کسی ایسی حدیث کے بارے میں جس کی رو سے آپ نے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا۔ اس میں آپ سے یا راوی سے چوک ہوئی آپ نے یا راوی نے غلطی کی آپ نے یا راوی نے جھوٹ بولا۔ تو اس سے آپ توبہ کیوں کراتے ہیں؟ اور اس کی بات کو برا کیوں کہتے ہیں؟ کیا یہ امر جائز ہے کہ قرآن کے ظاہر اور قرآن کے احکام میں فرق کیا جائے؟ وہ بھی ان احادیث کی بنا پر جن کے راویوں کے بارے میں معلوم ہے کہ غلطی کر سکتے ہیں؟ آپ لوگ ان کی حدیثوں کو کتاب اللہ کے مقام پر رکھتے ہیں اور انہی حدیثوں کی بنا پر لوگوں کو کسی بات کا حکم دیتے یا اس سے منع کرتے ہیں۔

سنت (حدیث) قرآن کی کلید ہے:

مذکورہ بالا رائے سنت کو ڈھا دینے والی ہے اور اصل فقہ اسلامی میں اسے ذرا بھی منزلت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس پر بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ رائے ایک بہت بڑے امر عظیم پر منتج ہوتی ہے۔ کیونکہ اس پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ فرائض جملہ کا جو ذکر قرآن میں ہے اور جن کی تیسین سنت نے کی ہے۔ ان کا انحصار صرف قدر لغوی پر رہ جائے گا۔

مثلاً از روئے قرآن نماز فرض ہے لیکن کتنی؟ اس کا اطلاق اس لفظ کے کم سے کم معنی پر بھی ہو سکے گا۔ زکوٰۃ فرض ہے لیکن نصاب کا کوئی سوال نہیں معمولی سا صدقہ بھی زکوٰۃ میں شامل ہو سکے گا۔ اگر کوئی آدمی دن بھر میں دو رکعتیں بھی پڑھ لے تو کافی ہے اور وہ کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ کتاب اللہ میں نہیں ہے، وہ فرض بھی نہیں ہے۔ لہذا نماز اور زکوٰۃ وغیرہ سب ساقط ہو جائیں گے۔ اس گروہ میں وہ لوگ بھی ہیں جو سنت کو صرف اس صورت میں قبول کرتے ہیں کہ قرآن اس کی تائید میں ہو اس جماعت کا ذکر کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”قرآن میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے بارے میں خبر کا قبول کرنا ضروری ہوگا گویا یہ لوگ قرآن کے سوا کچھ اور نہیں ماننے اور قرآن میں بھی ناخ اور منسوخ اور خاص و عام کو تسلیم نہیں کرتے۔“ گویا ان کا مسلک یہ ہے کہ سنت کتاب اللہ کے مقابلے میں شرح زائد نہیں معین کر سکتی۔ اس لیے کہ اس کے اس طرح کے احکام قرآن میں نہیں ہیں۔ نہ آیات بیانات سے ان کی تائید ہوتی ہے۔

خبر آحاد:

اس گروہ کا تیسرا مذہب جو اہل سنت والجماعت کا مخالف ہے۔ وہ ہے جو خبر احادیث جیت کا بالکل انکار کرتا ہے اور ان کا ذکر ابھی اعتبار نہیں کرتا۔ یہ لوگ صرف اخبار متواترہ یا مستفیضہ مشہورہ کا اعتبار کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس مسلک کے بارے میں اظہار رائے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یہ جماعت اس بارے میں ہم سے متفق ہے کہ نبی ﷺ سے مثبت اخبار امت کے لیے لازم ہے یہ لوگ اور اس جماعت کے دوسرے لوگ

کہتے ہیں کہ احکام اور مفتیوں میں سے کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ کوئی ایسا فتویٰ دے جو بہت احاطہ سے باہر ہو۔ احاطہ سے مراد کتاب و سنت مجتمع علیہا اور اجماع ناس ہے۔ مثلاً ظہر میں چار رکعتیں فرض ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مسلمانوں کا کوئی گروہ اس بارے میں مختلف القول نہیں ہے۔ لہذا کسی شخص کے لیے اس باب میں شک کی گنجائش بھی نہیں۔“

منکرین حدیث کی یہ قسم وہ ہے کہ صرف وہ حدیثیں اس کے نزدیک قابل قبول ہیں جو شک و ریب سے بالاتر ہوں اور ان کے احکام میں کسی طرح کی منازعت نہ ہو۔ اس علم کو امام شافعی رحمہ اللہ نے علم احاطہ کا نام دے دیا ہے جو علم ظاہر و باطن پر حاوی ہے۔

منکرین حدیث کی قسمیں:

منکرین حدیث کے اقوال جو عامہ مسلمین کے مسلک کے خلاف ہیں۔ ان کو ہم تین گروہوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

- (۱) وہ منکرین حدیث جو مطلق طور پر حجیت حدیث کا انکار کرتے ہیں۔
 - (۲) وہ منکرین حدیث جو صرف ان حدیثوں کو تسلیم کرتے ہیں جو قرآن سے مطابقت رکھتی ہوں
 - (۳) وہ منکرین حدیث جو صرف مستفیض اور مشہور حدیثوں کے قائل ہیں۔
- ان تمام اقوال کی مخالفت اور ان تمام گروہوں کا مقابلہ اس نوجوان نے کیا جسے مکہ اور بغداد کے لوگوں نے ناصر الحدیث کا لقب دیا اور تاریخ فقہ بلکہ تاریخ فکر اسلامی نے جسے ملتزم السنۃ قرار دیا۔ ہماری مراد امام شافعی رحمہ اللہ سے ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ میں حجیت حدیث و سنت رسول اللہ ﷺ کا اثبات فریق اول کے اقوال کا رد کرتے ہوئے کتاب اللہ اور دوسرے دلائل سے کیا ہے۔ جنہیں انہیں کے الفاظ میں مختصر طور پر ہم بیان کرتے ہیں۔

ایمان بالرسول ﷺ:

اللہ عز و جل نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر ایمان اسی طرح لازم قرار دیا ہے۔ جس طرح نے اپنے لیے۔ ایمان بالرسول ﷺ کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال و

افعال و تقریرات کی اطاعت واجب ہے اور اس واجب کی رو سے سنت نبویہ بھی شرع کریم کا مصدر ٹھہرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

☆ ”فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ“ (اعراف: ۱۵۸)

ترجمہ: ”اللہ پر اور اس کے نبی امی (ﷺ) پر ایمان لاؤ۔ اس کے ارشاد کو تسلیم کرو۔ اس کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤ۔“

نیز اللہ عزوجل فرماتا ہے:

☆ ”إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ“ (النور: ۶۲)

ترجمہ: ”مومن تو اصل میں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسول (ﷺ) کے ساتھ ہوں تو ان سے اجازت لئے بغیر نہ جائیں۔“

ان دونوں آیتوں سے صریح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان بالرسول ﷺ اسلام کا جزو ہے۔ ایمان کا ثمرہ اتباع ہوتا ہے اور یہ بات کسی طرح بھی معقول نہیں قرار دی جاسکتی کہ ایمان بالرسول ﷺ تو واجب ہو لیکن رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات کا اتباع واجب نہ ہو۔

کتاب و حکمت:

اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں:

☆ ”رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمِ الْبَيِّنَاتِ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار بھیج ان میں ایک رسول ﷺ انہی میں سے کہ پڑھے ان پر تیری آیات اور سکھائیں ان کو کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک کرے ان کو بے شک تو ہی بہت زبردست حکمت والا ہے۔ (البقرہ: ۱۲۹)

نیز اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

☆ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمُ الْآيَاتِ وَ يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ.

ترجمہ: ہم نے تم میں سے تمہارے مابین رسول ﷺ بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے۔ تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ (البقرہ: ۱۲۹)

ان آیات میں اور اس طرح کی دوسری آیات میں کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت نبویہ ہے۔ اس لیے کہ حکمت کا ذکر کتاب کے ساتھ ساتھ آیا ہے اور اللہ نے اطاعت رسول اللہ ﷺ لوگوں پر فرض کی ہے اور لوگوں کو امر رسول اللہ ﷺ کے اتباع کا حکم دیا ہے۔ لہذا لازمی طور پر کتاب اللہ کے بعد سنت کا درجہ آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے ایمان بالرسول ﷺ اسی طرح لازم قرار دیا ہے جس طرح ایمان باللہ۔ پس کتاب اور حکمت، کتاب اور سنت کا اقرار (قریب ہونا) ہے۔

اطاعت رسول اللہ ﷺ:

اللہ عزوجل نے مومنین پر نبی ﷺ کی اطاعت اور اتباع کو فرض کیا ہے۔ جس کی طاعت واجب ہو، اس کے اقوال کی پیروی بھی لازمی ہے۔ جو مخالفت کرے وہ عاصی ہے۔ لہذا سنت نبوی شریعت میں حجت کی حیثیت رکھتی ہے۔ معصیت رسول اللہ ﷺ خدا نے خود اپنی معصیت قرار دی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں وارد ہوا ہے:

☆ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ○

ترجمہ: یعنی کسی مومن و مومنہ کے لیے یہ زیب نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کوئی فیصلہ کر دیں تو وہ اسے بے چون و چرا تسلیم نہ کرے۔ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے وہ بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہے۔ (البقرہ: ۲۳)

نیز اللہ فرماتا ہے:

☆ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ

مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ○ (النساء: ۵۹)

ترجمہ: یعنی اے مسلمانو! اللہ اور رسول اللہ (ﷺ) اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اگر تم میں کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے تو اسے خدا اور اس کے رسول اللہ (ﷺ) کی طرف لوٹاؤ اگر تم خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ نیز قرآن کریم میں وارد ہوا ہے:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ○

ترجمہ: جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول اللہ (ﷺ) کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں۔ جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔ (النساء: ۶۹)

نیز اللہ عز وجل فرماتا ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ○ (النساء: ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

نیز قرآن کریم میں آیا ہے:

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا يَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ أَيْدِيهِمْ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ○

ترجمہ: نہیں، اے محمد (ﷺ)، تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ سرسری تسلیم کر لیں۔ (النساء: ۶۵)

حجت لازم:

اللہ عز وجل نے ادعاء رسول اللہ (ﷺ) کو ادعاء بعض کی طرح نہیں قرار دیا ہے۔ نہ رسول اللہ (ﷺ) کی مخالفت کی طرح مانا ہے بلکہ مخالف حکم رسول اللہ (ﷺ) غیر مسلم قرار دیا ہے۔

تو جب صورت حال یہ ہے تو آپ ﷺ کے احکام و اقوال سنت متبعہ اور حجت ملزمہ ہوئے۔
مثلاً اللہ رب العزت فرماتا ہے:

☆ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو اپنے میں ایسا مت سمجھ جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کا بلانا سمجھتے ہو۔ اللہ عزوجل ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں۔ پھر جو لوگ پیغمبر ﷺ کا حکم نہیں مانتے ان کو ڈرنا چاہیے کہ کوئی مصیبت ان پر نہ آن پڑے یا کوئی تکلیف کا عذاب ان کو نہ پہنچے۔ (النور: ۶۳)

نیز ارشاد الہی ہے:

☆ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ ○ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ○ أُولَئِكَ قُلُوبُهُمْ مَرَّضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ○ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ○

ترجمہ: اور جب اُن کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسول اللہ ﷺ) ان کا قضیہ چکا دیں تو اُن میں سے ایک فرقہ منہ پھیر لیتا ہے۔ اور اگر معاملہ حق (ہو اور) اُن کو (پہنچتا) ہو تو ان کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں۔ کیا اُن کے دلوں میں بیماری ہے یا (یہ) شک میں ہیں یا ان کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان کے حق میں ظلم کریں گے؟ (نہیں) بلکہ یہ خود ظالم ہیں۔ مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف بلائے

جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کر دیں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ (۵۲:۵۲-۵۳)

رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے:

اس طرح اللہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے جانا۔ گویا خدا سے فیصلہ طلب کرنا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ اللہ نے یہ بھی بتا دیا کہ جو اس کا حکم ہے۔ وہی رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے اور ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوا کہ سنت رسول اللہ ﷺ درحقیقت شریعت ہی ہے۔

تبلیغ رسالت کا حکم:

اللہ عزوجل نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اپنی رسالت کی تبلیغ کریں۔ شریعت کی تبیین کریں۔ وحی کی پیروی کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے قرآن پیش کیا یہی تبیین بھی تھی۔ پس شریعت جس طرح قرآن ہے۔ اسی طرح فرمان رسول ﷺ بھی ہیں۔ اس لیے کہ یہ بلاغ للناس اتباع وحی ہی تو ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

☆ اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ○ (۱۰۶:۱۰۶)

ترجمہ: یعنی اے نبی ﷺ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے وحی آتی ہے۔ اس کی پیروی کر اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور مشرکین سے گریزاں رہ۔

اسی طرح اللہ عزوجل فرماتا ہے:

☆ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ○ (۱۸:۱۸)

ترجمہ: یعنی ہم نے تجھے شریعت دی ہے۔ اس کی پیروی کر، ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر جو نادانف ہیں۔

تبلیغ کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو ان الفاظ میں دیا ہے:
يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا
بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ: ۵)

☆

ترجمہ: اے رسول اللہ (ﷺ)! اللہ نے جو وحی تجھ پر اتاری ہے۔ اس کی تبلیغ کر اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا پیام رسالت نہ پہنچایا۔ اللہ تجھے لوگوں کے شر سے ہر طرح محفوظ رکھے گا۔

تبلیغ اور اتباع وحی کی شہادت اللہ عزوجل ان الفاظ میں دیتا ہے:
وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا
الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ
مِّنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ○ (الشوریٰ: ۵۳)

☆

ترجمہ: اور اسی طرح (اے محمد ﷺ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تیری طرف بھیجی۔ تجھ کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کتاب کیا چیز ہے اور نہ ایمان معلوم تھا لیکن ہم نے قرآن کو ایک نور بنایا۔ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس قرآن سے راہ پر لگا دیتے ہیں اور تو بھی سیدھی راہ لوگوں کو دکھاتا رہتا ہے۔

نیز اللہ فرماتا ہے:

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ
يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ وَ
أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ
تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ○ (النبا: ۱۲)

☆

ترجمہ: اور (اے پیغمبر ﷺ)! اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تجھ پر نہ ہوتی تو ان میں ایک گروہ تجھے بہلا دینے پر مستعد ہو ہی گیا تھا اور درحقیقت وہ اپنے تئیں بہکا رہے ہیں اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے تجھے پر کتاب اتاری اور حدیث اور جو تو نہیں جانتا تھا وہ تجھ کو سکھایا اور اللہ کا بڑا فضل ہے تجھ پر۔

اس آیت نیز آیات ماسبق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ فرماتا

تھے اپنی طرف سے نہیں فرماتے تھے بلکہ درحقیقت وہ حکم خداوندی ہوتا تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے..... ”خدا نے جس چیز کا حکم دیا ہے میں نے تمہیں اسی بات کا حکم دیا ہے، ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی، اسی طرح اللہ عزوجل نے تمہیں جس چیز سے منع کیا ہے میں نے بھی اسی چیز کی ممانعت کی ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی۔“

پس جب کہ صورت حال یہ ہے کہ نبی ﷺ کے جملہ فرامین اور آپ ﷺ کے سارے افعال اللہ عزوجل کے امر و نہی کا بیان ہیں۔ تو بے شک مسلمانوں کو حق ہے کہ ان سے حجت پکڑیں اور اس نور کی روشنی میں امر الہی کی معرفت حاصل کریں۔

قرآن سے تائید:

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ وہ آیات قرآنیہ بھی پیش کرتے ہیں جن سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ سنت فقہ اسلامی کے مصادر میں سے ایک اہم مصدر ہے۔ بلکہ یہ ایسا علم ہے جو اپنے مرتبہ میں قریب قریب کتاب الہی کا ہم پایہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کو شاید اس استدلال کی ضرورت نہ پیش آتی۔ اگر زنادقہ احنہ نے جو بظاہر اسلام کا جامہ پہنے ہوئے تھے اور درحقیقت اسلام سے کوسوں دور تھے اور مسلمانوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کے درپے تھے، یہ مہم نہ چلائی ہوتی۔ چنانچہ نے ارج تو حکم رجم وزانی کو سنگسار کر دینے کی سزا کا بھی انکار کرتے تھے۔ کیونکہ قرآن کریم میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

چنانچہ عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ نے ان زنادقہ احنہ نے ارج کا ذکر کیا ہے جو سنت کے منکر اور اس سے حجت لانے کے مخالف تھے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث منسوب ہے (میرے جس قول کی روایت تم تک پہنچے اسے کتاب اللہ کے سامنے کرو۔ اگر میرا قول کتاب اللہ سے موافق ہو تو بے شک وہ میرا قول ہے اور کتاب اللہ سے مخالف ہو تو پھر وہ میرا قول نہیں ہے اور میں کتاب اللہ کے خلاف کس طرح کوئی بات کہہ سکتا ہوں جبکہ اس نے مجھے ہدایت بخشی ہے؟) زنادقہ احنہ نے ارج کی وضع کی ہوئی ہے۔

لیکن استاذ حضرمی رحمہ اللہ نے کلام شافعی کے سیاق و اسلوب سے یہ مستنبط کیا ہے کہ مسائل فروعی میں سنت سے احتجاج کرنے سے اختلاف کرنے والے لوگ معتزلہ تھے۔ کیونکہ یہ لوگ اس باب میں شہرت رکھتے تھے کہ آثار کا علم نہیں رکھتے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ بھی ایک موقع پر ذکر کیا ہے کہ خبر آحاد کے منکرین بصرہ میں ہیں اور بصرہ بہت عرصہ سے اعتزال کا گہوارہ چلا آ رہا

تھا۔ ابن قتیہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب میں اس خیال کی تائید کی ہے۔ (تاویل مختلف الحدیث علی المعز لہ) لیکن میرا خیال ہے کہ فروع میں سنت سے اجتماع کا انکار کرنے والے لوگ زیادہ تر زنادقہ اور کچھ نے ارج تھے۔ جیسا کہ عبدالرحمن بن مہدی نے کہا بھی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ زنادقہ اپنا اصل رنگ چھپانے کے لیے بظاہر معتزلی بن گئے ہوں گے۔

اخبار آحاد کی حیثیت:

اب ان لوگوں کا ذکر مقصود ہے جو اخبار آحاد کے منکر ہیں۔ اخبار آحاد سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو غیر متواتر اور غیر مشہور ہیں۔ بعض علماء عمل میں انہیں رد بکار نہیں لاتے کیونکہ ان کی حیثیت ظنی ہے اور راویوں کی جانب سے تدلیس اور کذب کا احتمال ہے اور اہل ہوا و بدعت نے اسی دروازے سے وہ حدیثیں پھیلا دی ہیں جو دراصل قول رسول اللہ ﷺ پر مبنی نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بات سخت دشوار ہوگئی کہ طیب سے خبیث کا امتیاز کیا جاسکے۔

لیکن امام شافعی رحمہ اللہ اخبار آحاد کی حجیت کے قائل ہیں اور متعدد مواقع پر انہوں نے اپنے اس مسلک کو ثابت کیا ہے۔ ان کے مناظرات، کتابت اور املا سے متعلق جو کتابیں ہیں ان میں سے یہ مسلک بکثرت ملتا ہے۔ امام صاحب کی یہ دلیلیں ”الرسالہ“ اور کتاب ”جماع العلم“ نیز کتاب ”اختلاف الحدیث“ میں مدون کر دی گئی ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم دلیلوں پر نظر ڈال لیں۔

قیاس بھی ایک دلیل ہے:

اخبار آحاد کی حجیت کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دلائل میں سے ایک دلیل تو یہ ہے کہ قرآن کریم اور اخبار مستفیضہ سے شریعت میں جو امور ثابت ہیں ان پر قیاس کرتے ہوئے بھی خبر آحاد کی حجیت ثابت ہے!

نص قرآن کریم اور سنت سے ثابت ہے کہ معاملات میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ زنا کے مقدمہ میں چار گواہوں کی گواہی پر فیصلہ ہوگا۔ حدود و قصاص کے جملہ معاملات میں دو گواہوں کی شہادت فیصلہ کے لیے کافی ہے۔ عورتوں کے جن معاملات کو صرف عورت ہی جان اور سمجھ سکتی ہے۔ ان میں صرف ایک عورت کی شہادت کافی ہے۔ جمہور علماء کا اس مسلک پر اتفاق ہے اور فیصلہ ہمیشہ کذب کے مقابلہ میں صدق کے ترجیحی پہلو کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

پس یہی صورت اگر اخبار آحاد کے ساتھ ہو تو اخبار آحاد پر بھی عمل واجب ہوا کیوں کہ راوی اگر عادل ثقہ، ضابط اور متقی ہے تو کذب کے مقابلہ میں صدق کا پلہ بھاری ہے اور قیاس بالکل درست ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے کسی قول کو ایک یا دو ثقہ راویوں کی روایت کی بنا پر قبول کر لینا ویسا ہی ہے۔ جیسے ایک یا دو گواہوں کی گواہی قبول کر لینا بلکہ عام گواہی کے مقابلہ میں حدیث کا قبول کر لینا اولیٰ ہے۔ کیونکہ کوئی عادل ثقہ اور ضابط شخص رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جس نے میرے بارے میں ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی ہے اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (۱)

ایک اور دلیل:

حجیت اخبار آحاد کے سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو دعائے خیر دی ہے جو دو حدیث سنے اسے یاد رکھے اسے محفوظ رکھے اور دوسروں تک پہنچا دے کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ سننے والا غیر فقیہ ہو اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ فقیہ ہو مگر ایسے پہنچا دے جو اس سے زیادہ فقیہ ہو۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہر شخص کے لیے نہ اہ وہ فرد واحد ہو یا جماعت۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اخبار آحاد:

اخبار آحاد کی حجیت کے سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اخبار آحاد پر عمل کیا کرتے تھے۔ حالانکہ نبی ﷺ ان کے مابین موجود تھے۔ اگر خبر آحاد عمل کے لیے کافی نہ ہوتی تو ضرور رسول اللہ ﷺ اس امر کی وضاحت فرمادیتے اور یہ بات اگر تبلیغ رسالت اور بیان شریعت کے لیے ضروری بھی تھی لیکن نبی ﷺ تبلیغ احکام کے لیے فرد واحد کو کافی سمجھتے تھے۔ اگر بیان شریعت فرد واحد سے روانہ ہوتا اور روایت بغیر جماعت کے قابل قبول ہوتی تو کیوں کر ممکن تھا کہ نبی ﷺ بیان شریعت اور روایت حدیث کے لیے فرد واحد کو منتخب فرماتے۔

اس سلسلہ میں امام صاحب نے بہت سی مثالیں پیش کی تھیں۔ ہم صرف چند ایک پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ بیت المقدس کی طرف رخ کیے ہوئے نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم الحدیث 110، صحیح مسلم، رقم الحدیث 4)

ایک آنے والا آیا اور اس نے کعبہ کے قبلہ ہونے کا اعلان کیا۔ فوراً لوگوں نے عین حالت نماز میں اپنا رخ بدل دیا اور بیت المقدس کی بجائے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور اہل قبائل کون تھے؟ (۱)

☆ سابقین انصار ☆ فقیہ

لیکن انہوں نے یہ سوال نہیں اٹھایا کہ ہم خبر واحد پر کسی طرح اعتماد کر لیں اور خبر واحد کی بنا پر تحویل قبلہ کا اعلان انصار نے مان لیا تھا۔ تو نے در رسول اللہ ﷺ نے انہیں کیوں نہیں ٹوکا؟ اور کیوں نہیں فرمایا کہ تمہیں اس وقت تک قبلہ تبدیل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جب تک میرے قول کی حجت تم پر نہ ثابت ہو جاتی؟ یا یہ حدیث تمہیں ایک جماعت کی طرف سے نہ ملتی۔ یا کم از کم ایک سے زیادہ راویوں نے یہ روایت تک پہنچائی ہوتی؟ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ ابو طلحہ، ابو عبیدہ بن جراح اور ابی ابن کعب رضی اللہ عنہم کو میں کھجور کی شراب پلا رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا۔ شراب حرام ہو گئی! یہ سنتے ہی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: انس! اٹھو اور شراب کے اس برتن کو انڈیل دو۔ میں اٹھا اور میں نے اس کے پچھلے حصہ پر ایک ضرب برتن کے منہ کے سامنے لگائی اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ساری شراب بہہ گئی۔

روایت میں جن اصحاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بڑے پایہ کے لوگ تھے۔ ان کا پایہ علم بھی بہت اونچا تھا اور نبی ﷺ کی بارگاہ عالی میں شرف تقرب سے بھی بہرہ ور تھے۔ محبت نبوی ﷺ کے اس مرتبہ پر فائز تھے۔ جس سے کوئی عالم انکار نہیں کر سکتا۔ جس وقت یہ بادہ و جام سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ شراب حلال تھی لیکن آنے والا جب آیا اور اس نے تحریم خمر کی خبر دی تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فوراً شراب کا برتن توڑ دینے کا حکم دے دیا۔ نہ انہوں نے، نہ حاضرین نے، نہ حاضرین میں سے کسی نے سوال اٹھایا کہ ہم تو شراب کو حلال سمجھتے ہیں۔ جب تک نہ رسول اللہ ﷺ سے ندل لیں نہ پوچھ لیں یا ”خبر عامہ“ ہمارے پاس نہ آ جائے۔ ہم یہ بات نہیں مان سکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو منیٰ میں لوگوں کے پاس بھیجا کہ انہیں سورہ توبہ سنا دیں اور رسول اللہ ﷺ اگر خبر واحد کو قبول کرنے کے خلاف ہوتے تو تنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ بھیجتے۔ متعدد جگہوں پر رسول اللہ ﷺ نے اعمال بھیجے! (۲)

لیکن کسی جگہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی عامل پہنچا ہو وہاں کے لوگوں

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب الاخبار الآحاد، رقم الحدیث 7253)

۲۔ (تفسیر ابن کثیر، تحت سورة التوبة، آیت نمبر 2-1، تفسیر ابن جریر الطبری، 16376)

نے کہا ہو کہ تم تنہا یہ خبر لائے ہو اور ہم خبر واحد نہیں مان سکتے۔ جب تک کہ وہ خبر کافہ یا مشہورہ نہ ہو۔ یا کم از کم ایک سے زیادہ راوی اس کے حامل نہ ہوں۔ پس خبر واحد کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا عمل ایسی حجت ہے کہ اس کے بعد کسی حجت اور برہان کی ضرورت نہیں۔ مذکورہ تمام اخبار، اخبار مستفیضہ مشہورہ ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ نبی ﷺ تبلیغ میں اور معاملات و مسائل میں خبر واحد کافی سمجھتے تھے۔

ایک اور اہم نکتہ:

خبر واحد کی حجت کے سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ہی وقت بارہ صحابہ کرام کو بارہ مختلف مقامات کے سلاطین کے پاس دعوت اسلام دینے کے لیے بھیجا نیز رسول اللہ ﷺ کو جو مکاتیب ارسال فرماتے تھے۔ وہ بھی ایک ہی صحابی کے ہاتھ بھیجتے تھے لیکن کسی والی نے بھی ترک الفاظ امر کی جرأت اس بنیاد پر نہیں کی کہ فرد واحد ہے۔ اس پر کیسے بھروسہ کر لیا جائے۔ یہ بات تو کئی اشخاص کے ذریعے سے پہنچی چاہیے تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی امر کے نفاذ و ترویج کے لیے خبر واحد کافی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی ﷺ ہر گز کسی فرد واحد کے ہاتھ اپنا مکتوب بھیجتے نہ پیام اور جن لوگوں کے پاس یہ پیام یا مکتوب پہنچتا وہ ضرور شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتے۔

حجیت خبر آحاد:

پانچویں دلیل حجیت خبر آحاد کے سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خبر واحد کو تسلیم کرتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ ان کے سامنے اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہوتا۔ جس کے بارے میں کتاب اللہ کے اندر کوئی حکم نہ ہوتا۔ تو وہ سنت رسول اللہ ﷺ کی جستجو کرتے اور ”خبر کافہ“، ”اخبار مشہورہ“ اور ”اخبار خاصہ“ بے تامل قبول کر لیتے۔ اس طرح کے واقعات و امثال اتنے زیادہ ہیں کہ حد شمار سے خارج ہیں اور ان کے سامنے کوئی حدیث بھی نہ ہوتی۔ تو اپنی رائے سے فیصلہ کر دیتے اور پھر بعد میں جب حدیث کا سراغ مل جاتا تو اپنی رائے سے رجوع کر لیتے اور حدیث پر عمل کرتے مثلاً عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مقتول کی دیت اس کے وادھیال رشتہ داروں کو دلاتے تھے اور بیوی شوہر کی دیت میں سے کچھ بھی نہیں پاتی تھی۔ یہاں تک کہ ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایشم صبا کی دیت

کے سلسلہ میں تحریر فرمایا تھا کہ اس کی بیوی بھی وارث ہوگی یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ (۱) اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے سوال کیا۔ کیا کوئی شخص ایسا ہے۔ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنین کی دیت کے بارے میں کچھ سنا ہو؟ یہ سن کر حمل بن مالک بن النابغہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا۔ میری دو بیویاں تھیں۔ ایک مرتبہ میں نے ایک بیوی کو خیمہ کی میخ سے مارا جس سے حمل سقط ہو گیا جنین مردہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ دیت تو نہیں دلائی کچھ جرمانہ کے طور پر عائد کر دیئے تھے۔“

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اگر یہ بات معلوم نہ ہو جاتی تو میرا فیصلہ کچھ اور ہوتا۔“ (۲)

امام شافعی رحمہ اللہ نے مذکورہ دونوں مثالوں پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اگر خبر واحد کا رد کر دینا کسی کے لیے جائز ہو سکتا تھا۔ تو اس کے سب سے زیادہ اہل حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے کہہ سکتے تھے۔ تم نجد کے رہنے والے ہو اور حمل بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہہ سکتے تھے کہ تم تہامہ کے باشندے ہو۔ تم دونوں کو اللہ نے دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف سے نوازا اور اگر شرف صحبت حاصل بھی ہے تو بہت مختصر اور میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ رہا۔ اس طرح میرے ساتھی مہاجر اور انصار..... پھر یہ کیسے ہوا کہ بات ہمارے اور ہماری جماعت کے علم میں تو نہیں آئی اور تم نے جان لی؟ اور روایت بھی اکیلے کر رہے ہو۔ جس میں بھول چوک کا امکان ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کچھ نہیں کہا:

ضحاک اور حمل رضی اللہ عنہما کی روایت میں انہیں حق کا جلوہ نظر آیا اور اس کی پیروی کر لی اور اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا۔ پہلے وہ مقتول کی دیت میں اس کی بیوی کو کوئی حصہ نہیں دیتے تھے۔ اب دینے لگے۔ پہلے وہ جنین کی دیت ۱۰۰ سوانٹ، اگر زندہ ہو، دلاتے تھے اور مردہ کے سلسلہ میں کچھ نہیں۔ اب حمل کی روایت پر عمل کرنے لگے۔ (کتاب اختلاف الحدیث)

قرآن اور خبر آحاد:

گو امام شافعی رحمہ اللہ خبر واحد کو مانتے تھے اور اسے عمل میں حجت قرار دیتے تھے لیکن وہ

۱۔ (سنن الترمذی، کتاب الدیات، رقم الحدیث 1415، سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض، رقم

الحدیث 2927، سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، رقم الحدیث 2642، مسند احمد، 452/3)

۲۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، رقم الحدیث 4572)

اسے مرتبہ قرآن میں نہیں رکھتے تھے۔ نہ سنت کو جمع علیہا کا درجہ دیتے تھے۔ بلکہ خبر آحاد کا مرتبہ احتجاج ان دونوں کے بعد تسلیم کرتے تھے۔ کیونکہ کتاب الہی اور سنت ”جمع علیہا“ قطعی الثبوت ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی میں شک کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ جو شخص کتاب اور سنت جمع علیہا کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اس سے توبہ کرانی چاہیے کیونکہ خبر خاصہ ہر ایک پر لازمی ہے اور عمل میں اس کی حیثیت مسلم ہے۔ کسی شخص کو اس کے رد کر دینے کا حق نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے صادق القول گواہوں کی گواہی رو نہیں کی جاسکتی۔ البتہ ایسی خبر کو جو بطریق انفراد پائی گئی ہو کوئی قبول نہیں کرتا۔ یا اس میں شک کرتا ہے تو اس سے توبہ نہیں کرانی جائے گی۔

اہم شرائط:

احادیث آحاد کے قبول کرنے میں امام شافعی رحمہ اللہ راوی کے لیے بڑی دقیق شرطیں عائد کرتے ہیں مثلاً:

- (۱) راوی کو اپنے دین میں ثقہ، اور صدق قول میں معروف ہونا چاہیے۔ اس راوی کی حدیث ہر گز نہیں قبول کی جائے گی۔ جس کا صدق معروف نہ ہو یا جو غیر متدین ہو۔
- (۲) راوی کو عقیل و فہیم بھی ہونا چاہیے۔ جو حدیث وہ بیان کر رہا ہے اس کا مفہوم وہ اچھی طرح سمجھ رہا ہو۔
- (۳) راوی ضابط بھی ہو۔ یعنی اس کا حافظہ قوی ہو اور جس حدیث کو وہ روایت کر رہا ہے۔ وہ اسے زبانی یاد ہو۔
- (۴) یہ بھی ضروری ہے کہ راوی جس راوی سے حدیث کی روایت کر رہا ہے۔ اس سے نہ اس نے بہ نفس نفیس سماعت کی ہو۔ ورنہ پھر وہ مدلس قرار دیا جائے گا۔
- (۵) صحیح احادیث سے یہ حدیث مخالف نہ ہو۔

حدیث مرسل:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ حدیث مرسل کو قبول کرتے ہیں اور اسے حجت تسلیم کرتے ہیں۔ مرسل حدیث وہ ہے جس کی سند تاہی پر ختم ہو جاتی ہے اور اس صحابی کا ذکر نہ ہو۔ جس سے وہ تابعی روایت کر رہا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ حدیث مرسل قبول تو کرتے ہیں لیکن چند

دقیق شرطوں کے ساتھ نہ تو وہ حدیث مرسل کو علی الاطلاق تسلیم کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ بعض علماء کا مسلک ہے۔ نہ وہ اسے علی الاطلاق رد کر دیتے ہیں جیسا کہ بعض علماء کا اصول اور طریقہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف رو کرنے والوں اور قبول کرنے والوں کے مابین ہے..... وہ ایسے تابعی کے مراہیل قبول نہیں کرتے جس نے بہت سے صحابہ کا شرف صحبت نہ حاصل کیا ہو۔ وہ صرف انہی کبار تابعین کے مراہیل قبول کرتے ہیں۔ جنہوں نے بہت سے اصحاب سے کسب فیض کیا ہو چنانچہ جسے تابعی کبیر نے ارسال کیا ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ دیکھتے کہ مامون حافظ حدیث نے اگر رسول اللہ ﷺ سے سند کے ساتھ ویسی ہی روایت کی ہے۔ جو اس روایت مرسل سے ملتی جلتی ہو تو وہ اسے قبول کر لیتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح مرسل کی صحت پر دلالت واضح مل گئی امام شافعی یہ بھی کرتے ہیں کہ کسی مرسل حدیث کو دیکھتے ہیں کہ اس کی تائید کسی دوسری مرسل حدیث اہل علم نے دوسری سند کے ساتھ قبول کی ہے یا نہیں کی ہے؟ تو یہ ان کے نزدیک قبول کر لینے کی معقول دلیل ہے لیکن بہر حال اس کی حیثیت ماقبل کے مقابلہ میں ضعیف ہوگی کیونکہ مرسل سابق دراصل حدیث مسند ہے اور بلاشبہ مرسل سے مسند زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی کا قول اگر مرسل سے موافقت رکھتا ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مراہیل اصل صحیح پر مبنی ہے تو اس مرسل کو مانا جائے گا لیکن اس کا مرتبہ نسبتاً کم ہوگا۔

اگر اہل علم کی کچھ جماعتیں کسی مرسل کے مطابق فتویٰ دیتی ہوں تو اس مرسل کو تسلیم کر لیا جائے گا اور یہ قبول مرسل کا آخری درجہ ہوگا۔ اگر کوئی حدیث مرسل، مذکورہ امور اربعہ میں سے کسی ایک کی حد کے اندر آتی ہو تو اسے رد کر دیا جائے گا۔ تو نہ وہ کسی عمل میں قبول کی جائے گی۔ نہ اس کا ماننا اور تسلیم کرنا کسی پر لازم ہوگا مذکورہ صحبت سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ امام شافعی مرسل حدیث کو صرف دو صورتوں میں قبول کرتے ہیں۔ یا تو کبار تابعین میں سے کسی ایسے تابعی نے ارسال کیا جو بہت سے صحابہ سے مل چکا ہو اور یا مذکورہ دلائل میں سے ایک دلیل کے ذیل میں آتا ہو لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حدیث مرسل اپنی قبولیت میں مسند کے برابر قوی نہیں ہوتی۔

سنت سے حرام و حلال کی توضیح:

چنانچہ امام شافعی بھی اس چیز پر زور دیتے ہیں کہ قرآن کے مقابلہ میں سنت کا مقام یہ ہے کہ وہ اس کے اجمال کی تفصیل کرتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے بتایا ہے کہ بھتیجی اور چچی، بھانجی اور خالہ ایک ہی شخص کی بیوی نہیں بن سکتیں۔ یہ بات قرآن سے مجمل (خلاصہ) طور پر ثابت ہوتی

ہے: ”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ“ (۲۳: النساء) اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ (۲۴: النساء) حرام کردی گئیں تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں۔ ان کے علاوہ دوسری عورتیں تم پر حلال ہیں۔ یہ آیت کریمہ دو معنوں کو مختل ہے۔ ایک یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں کو محرمات میں شمار کیا ہے۔ وہ مطلق طور پر حرام ہیں اور جن کے بارے میں سکوت سے کام لیا ہے۔ وہ حلال ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ ان محرمات کے علاوہ باقی سب عورتیں حلال ہیں۔ آیت کے ظاہر معنی سے یہی ثابت ہوتا ہے اس آیت تحریم میں یہ امر بالکل واضح ہے کہ تحریم جمع (یعنی دو مخصوص رشتہ کی عورتوں کا بیک وقت ایک مرد کی زوجہ بنتا) تحریم امہات سے ایک بالکل الگ اور جدا گانہ چیز ہے۔ پس جسے حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا وہ حرام ہے اور جہاں وہ بہنوں کو بیک وقت ایک شوہر حلالہ عقد میں داخل ہونے کی ممانعت ہے۔ وہ ممانعت دوسری کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو بیک وقت ایک شوہر کی زوجیت میں جمع ہونا حرام ہے۔ ورنہ فردا فردا دونوں حلال ہیں۔ اس کے برعکس مائیں، بیٹیاں، پھوپھیاں، خالائیں فی الاصل حرام ہیں اور احل لکم سے مراد صرف وہ محرمات ہیں جو فی الاصل حرام ہیں یا وہ جو رضاعت کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔ یعنی جو رشتے خون کی وجہ سے بھی حرام ہیں۔ لہذا بیوی کی پھوپھی سے نکاح کرنا حلال نہ ہوگا۔ نہ اس کی خالہ سے ہر حال میں نکاح ناجائز ہوگا۔ برعکس ازیں ماں سے ہر حال میں نکاح حرام ہے۔ پس پھوپھی اور خالہ کی حرمت مخصوص حالت میں ہوئی۔“

دوسرا احتمال امام شافعی کے نزدیک جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آیت تحریم کے بعد وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بالذات حلال ہیں نہ کوئی رضاعی اور بالنسبۃ الی الغیر یعنی ان کا حلال ہونا شرط نکاح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چار کے ساتھ پانچویں بیوی کا جمع کرنا بھی حرام ہے اس پانچویں کی ذاتی حلت میں کوئی شبہ نہیں، لیکن قرآنی شرط نکاح کے خلاف ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں جمع نہ کی جائیں۔ سنت نے مزید یہ بیان کیا کہ بیوی اور اس کی پھوپھی یا بیوی اور اس کی خالہ کو بحیثیت زوجہ کے جمع نہ کیا جائے گا گویا سنت یہاں اس عمومی حلت میں ایک شرط عائد کرتی ہے مگر اس شرط کا اصلی و ذاتی حلت سے کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق شرط نکاح اور اس کے قاعدوں سے ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف اس آیت میں بھی ہے کہ:

☆ قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً
أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهْلًا لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ.

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) فرمادیجیے کہ میرے پاس جو وحی آئی ہے اس کی رو سے میں کسی چیز کو بجز ان چار چیزوں کے حرام نہیں پاتا۔ یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ یہ حرام ہے۔ یا کوئی فسق جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (۱۵: ۱۱۵)

اس آیت کریمہ کا مضمون یہی ہے کہ ان مذکورہ چار چیزوں (مردار، خون، سور کا گوشت اور چڑھاوا) کے سوا کھانے والے پر کوئی اور کھانے والی چیز حرام نہیں ہے اگر اس کے خلاف کوئی محکم نہ ہو تو ظاہری طور پر اس کے یہی معنی ہو سکتے ہیں۔

لیکن اس آیت میں ایک احتمال اور بھی ہے اور وہ یہ مسئلہ ہے کہ کسی سوال کے جواب میں آپ (ﷺ) نے بیان فرمایا ہو۔ مطلب یہ کہ یہ کسی مخصوص سوال کا جواب ہو۔ کیونکہ مقابریہ ہوتا ہے کہ جن خاص چیزوں کا سوال کیا گیا ہے۔ انہی کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان چار چیزوں کے سوا کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں مدعا ہے کہ اس آیت میں حرمت یا حلت کا ذکر مطلق طور پر نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق صرف انہی چیزوں سے ہے۔ جن کے بارے میں سوال کیا گیا ہو۔ نیز اس آیت میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ اس آیت کے بیان کا تعلق صرف ان چیزوں سے ہے۔ جنہیں عام طور پر وہ کھانے کے عادی تھے۔ یا کم از کم ان سے مانوس تھے۔ چنانچہ انہی چیزوں کی حلت و حرمت واضح کی گئی لیکن اس سے یہ مراد نہیں لیا جاسکتا کہ حرام و حلال انہی چار چیزوں میں جمع کر دیا گیا۔ سنت سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا چار چیزوں کے علاوہ اور بھی کچھ چیزیں ہیں۔ جو حرام ہیں۔ چنانچہ یہ آیت مطلق نہیں متقید ہے۔ جیسا کہ ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے تمام ذی ناب (پنجے والے) درندوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ نیز ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے تمام ذی ناب درندوں کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔ (۱)

سنت سے وضو کی توضیح:

قرآن میں جو فرائض منصوصہ ہیں رسول اللہ (ﷺ) نے اپنی سنت سے انہیں واضح کیا

۱- (صحیح مسلم، کتاب الصید والذبايح، رقم الحديث 1933، سنن الترمذی، رقم

الحديث 1479، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث 3233، مسند احمد، 2/236)

ہے۔ اگرچہ ان پر کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ بلکہ ان معنی کو نمایاں اور موکد کر دیا ہے۔ مثلاً آیت طہارت میں اللہ عزوجل فرماتا ہے یعنی ”اے مسلمانوں جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا کرو۔ سروں کا مسح کر لیا کرو اور پاؤں کو گھٹنوں تک دھویا کرو۔“ اس آیت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے وضو کو اپنی سنت سے واضح کر دیا۔ ایک شخص نے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ کیا آپ مجھے (عمل کر کے) دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں میں دیکھا سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے وضو کے لیے پانی طلب کیا ہاتھ دھوئے۔ پھر تین مرتبہ گھٹی کی پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا۔ پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا۔ پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دو مرتبہ دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا مقدم رأس سے شروع کیا اور گدی تک لے گئے۔ پھر دونوں ہاتھ گدی سے مقدم رأس تک لے کر آئے۔ پھر دونوں پاؤں دھوئے۔ (۱) اس طرح سنت رسول اللہ ﷺ نے قرآن پاک کی وضاحت کر دی۔ اس کے ظاہر معنی کی تائید کر دی ہر احتمال کو زائل کر دیا۔ غرض سنت قرآن کا بیان ہے کہ اس کے مجمل کی تبیین ہے۔ اس کے ظاہر معنی کی توضیح اور تائید ہے۔ اس کے عام کو خاص کرتی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں امام شافعی رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں۔

سنت کتاب اللہ کی تابع:

کتاب کے مقابلہ میں سنت کا کیا مقام ہے؟ اس پر گفتگو کرتے ہوئے امام شافعی نے اس سلسلے میں علماء کے اختلاف فکر و نظر کا ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سنت قرآن حکیم پر کسی حکم کا اضافہ نہیں کر سکتی کیونکہ شریعت اسلام سے متعلق جملہ امور قرآن کریم میں اپنی طرح سے بیان کر دیے گئے ہیں۔ جیسا کہ خود قرآن نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے۔ اللہ عزوجل نے آخری آیت قرآن کریم کی جو نازل کی ہے وہ یہ ہے۔

☆ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا. (۳: المائدہ)

ترجمہ: ”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعت تمام کر دی اور

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، رقم الحدیث: 185، صحیح مسلم، کتاب الوضوء، رقم الحدیث: 555، موطأ امام مالک، رقم الحدیث: 32، سنن النسائی، رقم الحدیث: 97-98، مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: 393-394)

تمہارے لیے دین اسلام پر راضی ہو گیا۔“

پس نزول قرآن کے ساتھ ہی شریعت بھی مکمل ہو گئی۔ دوسرا قول علماء کا یہ ہے کہ سنت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کتاب پر وضاحت کر سکے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت سے جو بات واضح فرمائی اور کتاب میں وہ منصوص نہیں ہے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض کی ہے اور اللہ عزوجل کی رضا سے انہوں نے جو سنت اپنے علم ماسبق سے قائم کی ہے۔ گو وہ منصوص نہ ہو لیکن واجب الطاعت ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ سنت انہی امور میں واجب الطاعت ہوتی ہے۔ جن کی اصل کتاب اللہ میں موجود ہو مثلاً نماز کتاب اللہ میں موجود ہے۔ تعداد نماز سنت سے معلوم ہوتی ہے۔ ان اقوال کا ماحصل یہ ہے کہ بعض کے نزدیک سنت کتاب میں اضافہ نہیں کر سکتی اور بعض کے نزدیک کر سکتی ہے لیکن ایک اور گروہ وہ بھی ہے اس کا قول ہے کہ سنت ہر حال میں قبول کی جائے گی کہ وہ ایک معصوم کی زبان سے ادا ہوئی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رضائے الہی اس کے لیے حاصل ہے۔ شافعی کا رجحان اس طرف ہے کہ سنت کتاب پر اضافہ کر سکتی ہے۔ (المواقات للشاطبی)

امام شافعی نے اپنے ”الرسالۃ“ میں ایسے کئی احکام بھی..... تحریر فرمادے ہیں جو غیر درج کیے ہیں لیکن اس جگہ یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اس رجحان کے باوجود صاف الفاظ میں اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ سنت کتاب اللہ کی تابع ہے اور اسی کی طرف راجع ہوگی۔

سنت کے نسخ پر بحث:

وہ احکام جو سنت سے ثابت ہوتے ہیں بلا اختلاف و نزاع منسوخ ہو سکتے ہیں۔ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ سنت میں نسخ واقع ہو سکتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کی یہ رائے بھی ہے کہ سنت کو صرف اسی طرح کی سنت ہی منسوخ کر سکتی ہے۔ کتاب اللہ (قرآن) سے سنت نہیں منسوخ ہو سکتی۔ جس طرح سنت سے کتاب منسوخ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ”الرسالۃ“ میں جو بمقام مصر لکھا گیا اور جس کے راوی ربیع بن سلیمان ہیں مرقوم ہے ”یہی حال سنت رسول اللہ ﷺ کا ہے کہ وہ صرف سنت ہی سے منسوخ ہو سکتی ہے۔ آگے چل کر اس قول کی تائید میں کئی دلیلیں بھی دی ہیں“ لیکن آمدی کی ”کتاب الاحکام فی اصول الاحکام“ میں مرقوم ہے:

”شافعی رحمہ اللہ سے ان کے دو قولوں میں سے ایک قول یہ منقول ہے کہ سنت کا نسخ قرآن سے جائز نہیں ہے لیکن جمہور علماء اشاعرہ و معتزلہ و فقہاء قرآن سے

نسخ سنت کے قائل ہیں عقلی طور پر بھی شرعی طور پر تو قوی اعتبار سے بھی،

اس عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ امام شافعی کی مذکورہ رائے منجملہ ان کے اقوال کے صرف ایک قول ہے۔ ربیع کی روایت کردہ کتب میں جو ہمارے سامنے ہیں امام صاحب کا کوئی ایسا قول نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ سنت کا قرآن سے منسوخ ہونا جائز ہے۔ اگر امام صاحب کی یہ رائے ہے بھی تو یقیناً یہ ان کی قدیم نہ کہ جدید رائے ہے جو رسالہ عراقیہ میں ہوگی مصر میں نہیں ہے۔ ہم نے اوپر ان کی جو رائے لکھی ہے وہ رسالہ مصریہ سے ملنے ہے اور امام صاحب کی کتب مرویہ مصر میں اس کے سوا کوئی اور رائے نہیں ہے۔ غرض امام شافعی جس رائے پر قائم ہیں وہ یہ ہے کہ قرآن سے سنت منسوخ نہیں ہو سکتی۔ نسخ سنت کے لیے ضروری ہے کہ کوئی دوسری سنت اس کے ناسخ کو ثابت کرنے والی ہو لیکن بعد کے اصولی علماء نے اس رائے سے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ قرآن سے نسخ سنت عقلی طور پر جائز بھی ہے اور شرعی طور پر واقع بھی ہوا ہے۔

جواز عقلی کا جہاں تک تعلق ہے۔ وہ کوئی اہم چیز نہیں امدنہ امام شافعی بھی جواز عقلی سے انکار نہیں کرتے، اصل سوال وقوع شرعی کا ہے۔ اس کے وہ قائل نہیں پہلے ہم ان کی دلیل پر ایک نظر ڈالیں گے۔ پھر ان کے مخالفین کے افکار و دلائل کا سرسری جائزہ لیں گے۔

امام صاحب کا یہ مسلک کہ قرآن، سنت کا ناسخ نہیں ہو سکتا۔ دو ستونوں پر قائم ہے پہلا ستون یہ ہے کہ نسخ بیان کا محتاج ہوتا ہے اور سنت قرآن کا بیان ہے اور وہ قرآن ہی ہے۔ جس نے سنت کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے نسخ کو بیان کی جو احتیاج ہوتی ہے۔ وہ اس لیے کہ معلوم ہو سکے۔ متقدم کون نص ہے اور متاخر کون؟ اور یہ بات رسول اللہ ﷺ کے عمل اور بیان صحابہ کرام سے معلوم ہو سکتی ہے اور یہ علم صرف سنت ہی سے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے اکثر منسوخ ایسے ہیں جو امام شافعی کی رائے میں صرف سنت ہی ثابت ہیں۔ جب قرآن کے نسخ کا علم سنت کے سوا کسی اور طرح نہیں ہو سکتا تو نسخ سنت کا علم بھی سنت ہی سے ہو سکتا ہے۔ دوسرا ستون یہ ہے کہ اگر نسخ سنت قرآن سے جائز ہوتا (نہ کہ سنت سے) تو واجب ہوتا کہ ہر وہ سنت اور ہر وقت وہ حدیث جو مخالف قرآن ہوتی مردود قرار دے دی جاتی ہے اور عملی اعتبار سے غیر مقبول مانی جاتی اور اس صورت میں بھی جائز نہیں کہ قرآن کے عموم کی تخصیص سنت سے کی جاسکے نہ اسے بیان قرآن مانا جائے گا۔ بلکہ ضروری ہوگا کہ ہر وہ سنت جو مخالف قرآن ہو رد کر دی جائے اور یہ چیز شافعی کے نزدیک درست اور صواب نہیں ہے۔ کیونکہ مکہ، مدینہ اور بغداد میں وہ ”ناصر السنۃ“ کی حیثیت سے معروف رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو محکم رجم (زانی کی سزائے

سنگساری) کو منسوخ ماننا پڑے گا اور چار دینار سے کم چوری پر بھی قطع ید کی سزا دینا پڑے گی۔
لیکن جو علمائے اصول اس مسلک کے مخالف ہیں ان کا مسلک یہ ہے کہ قرآن سنت کا
ناسخ ہو سکتا ہے اور یہ عقلاً بھی جائز ہے اور واقع بھی ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے دلائل بھی
دیئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن نے سنت کو منسوخ کیا ہے۔ مثلاً قرآن نے بیت
المقدس کی حیثیت کعبہ منسوخ کر دی اور بیت الحرام کو قبلہ قرار دیا لیکن امام شافعی رحمہ اللہ متنبہ کرتے
ہیں کہ یہ بات صرف قرآن ہی سے نہیں بلکہ سنت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔
غرض علمائے اصول اور امام شافعی رحمہ اللہ کے مابین اصل اختلاف یہ نہیں ہے کہ قرآن
نے کچھ ایسے احکام بھی دیئے ہیں جو سنت میں نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ آیا نسخ سنت کی معرفت کے
لیے قرآن لازمی ہے یا کوئی دوسری سنت؟ جہاں تک استقر کا تعلق ہے وہ امام صاحب کی تائید
میں ہے۔

اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اقوال صحابہ بھی سنت کے نزدیک تر مقام رکھتے ہیں۔ چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہر قول رسول
اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کی تصویر تھا۔ امام شافعی اپنے قدیم وجد ید مذہب (مسلک) میں صحابی
کے قول کو حجت اور واجب التقلید خیال کرتے تھے۔ نیز اسے قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس
بارے میں ہمارے بہت سے شواہد موجود ہیں مثلاً امام صاحب ”کتاب الام“ میں لکھتے ہیں:
”کتاب وسنت کی موجودگی میں ان کی اتباع سے چارہ کار نہیں ہے۔ اگر کتاب وسنت
میں وہ چیز موجود نہ ہو تو اقوال صحابہ یا کسی ایک صحابی کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔
اختلاف اقوال کی صورت میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک قول کو مقدم رکھا جائے
اس کے علاوہ صورت میں اس صحابی کا قول اختیار کیا جائے گا جس کا قول کتاب وسنت سے زیادہ
قرب رکھتا ہو۔ کیونکہ لوگ عام طور پر امام کے قول کی پیروی کرتے ہیں۔ (الام جلد ۷ ص ۲۳۷)
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی اقوال صحابہ کو حجت مانتے تھے اور ان کے باہم
اختلاف کے وقت قوت کے لحاظ سے مراتب مقرر کرتے تھے۔ اولاً تو اس قول کو ترجیح دیتے تھے۔
جو کتاب وسنت سے زیادہ قرب رکھتا ہو اگر اس لحاظ سے ان میں تفاوت نظر نہ آتا ہو تو خلفائے
راشدین رضی اللہ عنہم کے قول کو اختیار کرتے کیونکہ ان کے اقوال کی جمہور مسلمان اتباع کرتے تھے اور
وہ کسی چند افراد یا گروہ کے پیشوا نہ تھے اور جو قول جمہور میں مشہور ہو وہ دوسروں سے اولیٰ ہوتا ہے۔

نیز خلفائے ثلاثہ کی آراء بحث و تمحیص کا محل ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ پہلے کتاب و سنت کا حکم لوگوں تک دریافت کرتے تھے۔ اگر کتاب و سنت سے کوئی نص نہ ملتی ہو تو اجتہاد سے کام لیتے اور لوگوں سے مشورہ کے بعد اپنے فتویٰ کا اعلان کرتے تھے۔ اگر لوگ ان کا فتویٰ سن کر سکوت اختیار کرتے تو سکوت کو اس فتویٰ کی صحت کی دلیل تصور کیا جاتا تھا اور اگر کوئی اس فتویٰ کے خلاف حدیث پیش کر دیتا تو وہ اپنے فتویٰ و فضیلت کے باعث اپنے قول سے رجوع کر لیتے تھے۔ اس طرح ان کی آراء صحیح اور صاف ہو جاتی تھیں اور ان کا رجوع اس بات کی دلیل ہوتی تھی کہ کوئی سنت اس کے خلاف نہیں ہے۔

اگر کسی مسئلہ میں خلفائے ثلاثہ کا قول نہ ملتا تو دوسرے صحابہ کرام رحمہ اللہ کے اقوال کی اتباع کرتے تھے۔ چنانچہ امام شافعی نے اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے امام شافعی سے روایت کی ہے۔ اگر کسی قول پر کتاب و سنت پر دلیل نہ ہو تو دوسروں کے مقابلے میں خلفائے راشدین رحمہ اللہ کا قول مجھے زیادہ محبوب ہے۔ ان کے باہمی اختلاف کی صورت میں بھی یہ دیکھا جائے گا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آئمہ کے اقوال نہ ملنے کی صورت میں امام شافعی مراتب مقرر کرتے ہیں اور اس قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس کی تائید کتاب و سنت سے ہوتی ہو اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ کتاب و سنت کی دلالت کے بغیر ان میں اختلاف پیدا ہو۔ پھر اگر کہیں یہ اختلاف بلا دلیل نظر آتا تو اکثریت کے قول کو اختیار کرتے تھے۔ اگر دونوں جانب مساوی تعداد ہوتی تو حسن تخریج کے لحاظ سے ایک قول کو اختیار کر لیتے تھے۔

اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسلک شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

الغرض اختلاف صحابہ کی صورت میں اس طرح مراتب کا لحاظ کرتے تھے اور اتفاق کی صورت میں متفق علیہ قول کو اختیار کر لیتے تھے۔ اگر کسی صحابی کے فتویٰ کے خلاف دوسرے صحابی سے کوئی قول منقول نہ ہوتا تو اسے مان لیتے تھے۔

ان قواعد کی تطبیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رحمہ اللہ میں جو اختلاف بھی نظر آتا ہے۔ ان میں سے امام صاحب اس قول کا انتخاب کر لیتے تھے۔ جو کتاب اللہ سے زیادہ قرب رکھتا ہو اور ایسا قول شاذ و نادر ہوتا تھا۔ جس کے بارے میں ان کا اختلاف یا اجماع امام صاحب کے علم میں نہ ہوتا۔ اسی بنا پر ”الرسالہ“ میں اقوال صحابہ کے بارے میں ایک مناقشہ میں فرماتے ہیں۔

امام شافعی کے مناظر نے کہا کہ کتاب وسنت کے بعد اجماع و قیاس کے بارے میں تو آپ کی بات سن چکا ہوں اب ارشاد ہو کہ کسی مسئلہ میں اقوال صحابہ کے اختلاف کی صورت میں آپ کی رائے کیا ہے۔ اس پر امام شافعی نے کہا ان میں سے ہم اس قول کو اختیار کر لیں گے جو کتاب وسنت یا اجماع کے موافق ہوگا یا قیاس کی رو سے زیادہ صحیح ہوگا۔ (الرسالہ ص ۵۹۷)

مندرجہ بالا تفصیل سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) اول یہ کہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے امام صاحب اس کتاب کو اختیار کرتے تھے جو کتاب وسنت سے زیادہ قرب رکھتا یا قیاس کی رو سے زیادہ صحیح نظر آتا اور ان میں مساوی کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

(۲) اقوال صحابہ کو محض ان کے اقوال ہونے کی وجہ سے مان لیتے تھے اور اس سلسلہ میں نص یا اجماع پر اعتماد کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ بلکہ سمجھ کر ان کی اتباع کرتے تھے کہ انہوں نے نزول قرآن کا براہ راست مشاہدہ کیا ہے۔ لہذا دوسروں سے شریعت کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ دور ابتلا سے اتباع بہر حال بہتر ہے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان سے منقول ہے کہ وایہم لنا خیر من دایننا لانفسنا ہماری رائے سے ان کی رائے بہر حال بہتر ہے۔ گویا امام صاحب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال میں ترجیح کے ساتھ ان کی تقلید کرتے تھے۔

(۳) کسی صحابی کا ایسا فتویٰ جس کی مخالفت دوسرے صحابی سے منقول ہوتی اس کی اتباع کرتے تھے مگر جس معاملہ میں اجتہاد کی گنجائش نظر آتی وہاں استقرا کی بنا پر یہ بھی کہہ دیتے کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے کوئی ایسا فتویٰ منقول نہیں ہے جس کی مخالفت دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو۔

بدیں سبب جس چیز پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا اور وہ اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کریں تو ان کا یہ کہنا صحیح ہوگا۔ مگر جس چیز کو وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ کریں اس میں دونوں احتمال پائے جاتے ہیں ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کی گئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نہ منقول ہو۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کے وقت امام شافعی رحمہ اللہ راجح قول اختیار کرتے ہیں اور ایک ماہر مجتہد کی طرح ترجیح دیتے ہیں اور ان کے اختلافات پر اس طرح گفتگو شروع کرتے ہیں جس مسئلہ میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختلاف کیا ہے ہمیں اس اختلاف

کے متعلق کتاب وسنت یا قیاس سے ان دونوں یا ایک قول پر دلیل مل جاتی ہے۔ (الرسالہ ص ۵۲۲)
اس کی دلالت کے بیان میں ان کا اجتہاد محیط نظر آتا ہے۔ ان کے منہاج کی وضاحت کے لیے چند مثالیں یہاں درج کرتے ہیں جو کہ انہوں نے خود بیان کی ہیں۔

ثلاثة قروء کی تفسیر:

قرآن کی اس آیت کریمہ:

☆ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (البقرہ ۲۲۸) کے معنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ قروء کے معنی طہر کے ہیں اور یہی قول زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ قروء بمعنی حیض ہے لہذا مطلقہ عورت جب تک تیسرے حیض سے پاک ہو کر غسل نہ کر لے وہ حلال نہیں ہوتی۔ امام شافعی رحمہ اللہ یہ دونوں قول ذکر کر کے ہر ایک کے وجوہ بیان کرتے ہیں۔ جو لوگ قروء کے معنی حیض لیتے ہیں۔ ان کے قول کے مطابق قروء کو یہاں موافقت قرار دیا ہے اور موافقت کا اقل حصہ مراد لیا جاتا ہے اور حیض چونکہ طہر سے اقل ہوتا ہے لہذا وہی میقات کے لیے مقرر ہو گیا۔ جیسا کہ مہینوں کے لیے ہلال (چاند) مقرر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مسلک اختیار کرتے ہوئے قروء سے طہر مراد لیتے ہیں۔

ردِ حصص (وراثت) میں اختلاف:

امام شافعی رحمہ اللہ نے اختلافی مثالوں میں ایک مثال رد کی پیش کی ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہر وارث کو اس کا مقررہ حصہ دینے کے بعد اگر کچھ مال بچ جائے اور میت کے عصبہ نہ ہوں تو اسے بیت المال میں جمع کر دیا جائے۔ وراثت کو ان کے حصص سے زائد کا حق نہیں ہے۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ اس زائد مال کو دوبارہ اصحاب الفروض کو واپس لوٹا دیا جائے۔ (اور اسے وہ رد کہتے ہیں) مثلاً ایک شخص کی وراثت اس کی بہن ہی ہے۔ اس صورت میں نصف مال تو اسے اس کا مقرر کردہ حصہ ملے گا اور اگر عصبہ یا ذوی الفروض میں سے کوئی اور نہ ہو تو باقی نصف کی بھی وہی حقدار سمجھی جائے گی۔ مندرجہ بالا صورت میں امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رائے اختیار کی ہے اور اس پر قرآن کی یہ آیت پیش کی ہے۔

☆

ان امروا هلك ليس له ولد وله اُخت فلها نصف ما ترك
وهو يرثها ان لم يكن لها ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثين
مِمَّا ترك وان كانوا اخوة رجالاً ونساءً فللذكر مثل حظ
الأنثيين. (۱۷۶: النساء)

ترجمہ: اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اُس کے لئے اُس کے چھوٹے ہوئے کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اُس بہن کا وارث ہوگا، اگر اُس کی اولاد نہ ہو پس اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں کل چھوٹے ہوئے کا دو تہائی ملے گا اور اگر کئی شخص اس ناتے کے ہیں مرد اور عورتیں بھی تو مرد کے لئے حصہ ہے مثل دو عورتوں کے۔

اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے اکیلی بہن کا حصہ صرف نصف کیا ہے اور بھائی اکیلے کو کل مال کا وارث قرار دیا ہے اور بہن بھائیوں کا ذکر کر کے بہن کو بھائی سے نصف حصہ کا حقدار قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہن آپ کی ہو یا اس کے ساتھ بھائی ہر صورت میں وہ بھائی سے نصف کی حقدار ہے۔ اب محمولہ بالا صورت میں اگر بہن کو نصف حصہ اس کا مقررہ حصہ سمجھ کر دے دیا جائے اور باقی نصف ”رد“ سے تو اس کا حصہ بھائی کے برابر ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ قرآن اجتماعی اور انفرادی صورت میں اسے نصف سے زائد کا حقدار قرار نہیں دیتا۔ پھر اگر آپ یہ کہیں کہ اس کا نصف تو فرض کی رو سے ہے۔ باقی نصف ”رد“ سے ملا ہے اور عطا کے مختلف سبب ہیں۔ تو اس کے جواب میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ رد کیا چیز ہے کیا تم نے اسے استحسان سے ثابت کیا ہے۔ جو اصول استدلال سے نہیں ہے اور جس چیز کو اللہ نے مشروع نہیں کیا اس کے مشروع کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔“

سگے اور علاتی بھائیوں کے ساتھ دادا کی وراثت کا مسئلہ:

ایک اہم مسئلہ سگے بہن بھائیوں اور خیانی بہن بھائیوں کے ساتھ دادا کی میراث کا مسئلہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین دادا کی حقدار میراث ان بہن بھائیوں کا حاجب ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر، ابن عباس، عائشہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم دادا کو باپ کا مرتبہ دیتے ہیں اور اس کی موجودگی میں بہن بھائیوں کو محروم کر دیتے ہیں اور فقہا کا اس پر اجماع ہے کہ

میراث کے اکثر احکام میں دادا کو باپ کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ بیٹے اور بیٹی کے ساتھ باپ کی طرح وراثت ہوتا ہے اور باپ کے زندہ نہ ہونے کی صورت میں وہ عصبہ قرار پاتا ہے اور بالاتفاق وہ اولاد اُم کے لیے حاجب بن جاتا ہے۔ تو اخیا فی اور علاقائی اولاد کے لیے حاجب بننے میں وہ بمنزلہ باپ کے ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس رائے کو اختیار کرتے ہیں۔ جس میں سگے اور علاقائی بہن بھائیوں کے لیے وہ حاجب نہیں بنتا اور اولاد اُم کے لیے اس کا حاجب ہونا نص سے تسلیم کرتے ہیں اور اس پر دوسروں کا قیاس نہیں کرتے کیونکہ سب یکساں نہیں ہوتے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اپنی رائے پر بایں طور بھی استدلال کرتے ہیں کہ سگا اور علاقائی بھائی اور بہن رشتہ داری میں باپ کے مساوی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”کیا دادا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں میت کے باپ کا باپ ہوں اور بھائی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں میت کے باپ کا بیٹا ہوں لہذا یہ دونوں بواسطہ باپ کے رشتہ دار ہیں۔“

اس طرح امام شافعی رحمہ اللہ ان لوگوں کی آراء کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو بہن بھائیوں کو دادا کے لیے حاجب نہیں مانتے مگر ان کو باہم ایک دوسرے کا حاجب مانتے ہیں۔ اگرچہ قیاس ان کی تفصیل کو چاہتا ہے۔ مگر دادا پر ان کو فضیلت نہیں دیتے اس لیے اس موقع پر امام شافعی رحمہ اللہ قیاس کو ترک کر دیتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے ”الرسالہ“ میں یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ اس مسئلے میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہیں یا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی.....؟ الام میں اس کی تصریح کر دیتے ہیں، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے۔

جب دادا بھائیوں کے ساتھ وراثت ہوگا تو اسے وہ حصہ ملے گا جو تہائی سے بہتر ہوگا۔ اگر تہائی بہتر ہوگی تو اسے تہائی دی جائے گی۔ یہی قول زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے اور فرائض کے اکثر مسائل میں ہم اسی کے قیاس پر ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے اقوال صحابہ کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کسی مسئلہ پر متفق ہونے کی صورت میں ان کے اجماع کو حجت قرار دیتے ہیں۔ اگر کسی مسئلہ میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا قول ہو اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کا کوئی مخالف نہ ہو تو امام شافعی رحمہ اللہ اس کی اتباع کرتے ہیں اور جب کسی مسئلہ میں وہ مختلف ہوں تو جس کا قول کتاب و سنت کے زیادہ قریب یا قیاس کے لحاظ سے زیادہ صحیح سمجھتے ہیں اسے اختیار کر لیتے ہیں مگر ان کے اقوال سے باہر نہیں نکلتے۔ یہاں نظر و اجتہاد کے لیے انہیں ایک وسیع میدان نظر آتا ہے۔

فقہ شافعی رحمہ اللہ کا مصدر ”اجماع“

اجماع کی تعریف: لغوی مطلب عزم کرنا۔ ارادہ کرنا یا اتفاق رائے کرنا۔ اصطلاحاً رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کسی بھی دور میں اجتہاد کر کے کسی خاص شرعی حکم پر اتفاق رائے کرنا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اجماع کے معنی یہ ہیں کہ علمائے عصر کسی حکم پر اتفاق کر لیں پس جس حکم پر اجماع ہو جائے گا اسے حجت قرار دیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں اجماع کا دائرہ بہت تنگ ہے، یعنی صرف چند فرائض میں جن سے واقفیت حاصل کرنا شریعت حقہ کی رو سے ضروریات دین سے ہے اور وہ مجمع علیہ ہیں۔

اجماع سکوتی:

اجماع کی دو اقسام ہیں۔ اجماع صریح (عزیمت) جس کو امام شافعی رحمہ اللہ معتبر سمجھتے ہیں جبکہ اجماع سکوتی (رخصت) جس کو امام شافعی رحمہ اللہ معتبر نہیں سمجھتے۔

(۱) امام شافعی رحمہ اللہ کے اجماع سکوتی کو غیر معتبر سمجھنے کے معنی یہ ہے کہ مجتہد اپنی رائے سے کوئی مسلک اختیار کرے اور وہ مسلک اس زمانہ میں شہرت پذیر ہو جائے مگر کسی سے اس کا انکار منقول نہ ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس اجماع کو اجماع ہی نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اجماع کے بارے میں وہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ کسی مسئلہ کے متعلق ہر ایک عالم اپنی رائے کا اظہار کرے اور سب کی آراء متفق ہو جائیں۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ اپنے مناظروں میں اپنے مخالف کے دعویٰ اجماع کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے اور اس پر اس کے اثبات کے تمام راستے بند کر دیتے تھے حتیٰ کہ اس کے اثبات کو محال بنا دیتے تھے۔ چنانچہ کتاب اجماع العلم میں وہ اپنے مناظر کو جواب دیتے ہوئے اجماع کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ وہ اہل علم کون ہیں کہ جب وہ کسی مسئلہ پر اجماع کر لیں تو ان کا یہ اجماع حجت بن جائے گا اور سوال و جواب کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ ایک طویل تقریر میں اس غلطی کو واضح کرتے ہیں۔

ہر شہر میں ایسے علماء کی کمی نہیں ہے۔ جو دوسرے دیار کے علماء کو غیر فقیہ کہتے ہیں۔ یا انہیں مسند افتاء کا نا اہل قرار دیتے ہیں اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں سمجھتے کہ ان کے قول پر عمل کرے میں جانتا ہوں کہ ہر شہر کے علماء باہم مختلف الآراء ہیں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ایک شہر کے

علماء دوسرے دیار کے علماء سے اختلاف رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ اہل مکہ وہ لوگ ہیں جو عطاء کے قول کے خلاف نہیں کرتے اور بعض وہ بھی ہیں جو دوسرے کے اقوال ان کے قول کے مقابلہ میں اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر زنگی ابن خالد بھی مفتی بنا ہوا ہے۔ ایسے لوگ بھی جو فقہ میں انہیں دوسرے پر مقدم رکھتے ہیں اور انہی میں سے بعض لوگ سعید بن سالم کے قول کی طرف مائل ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے اصحاب دوسرے کو ضعیف گردانتے ہیں اور اس معاملہ میں اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اہل مدینہ سعید بن المسیب رحمہ اللہ (تابعی) کو دوسروں پر مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کے بعض اقوال کو ترک بھی کر دیتے ہیں پھر ہمارے زمانہ میں کچھ لوگ ابھرے اور انہوں نے فقہ میں خاص مقام حاصل کر لیا ہے۔ جیسے امام مالک رحمہ اللہ بہت سے لوگ انہیں مقدم سمجھتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں۔ جو ان پر حد سے بڑھ کر زیادتی کرتے ہیں اور ان کے اقوال و فتاویٰ کو ضعیف ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ابن ابی الزناد رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ وہ امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کی تردید میں حد اعتدال سے تجاوز کر جاتے تھے۔ اسی طرح مغیرہ بن حازم اور درودی رحمہما اللہ ہیں۔

کوفہ میں ایک جماعت ہے جو ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کی طرف مائل ہے اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذہب کی مذمت کرتی ہے۔ کچھ دوسرے لوگ ہیں جو ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کی طرف مائل ہیں اور ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کے مذہب کی مذمت کرتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے۔ انہیں غلط قرار دیتے ہیں۔ کچھ لوگ سفیان ثوری رحمہ اللہ کی طرف مائل ہیں۔ دوسرے حسن بن صالح رحمہ اللہ کے قول کو حجت مانتے ہیں۔

ان امصار کے علاوہ جن کا تذکرہ کیا ہے دوسرے بلاوے سے متعلق بھی مجھے اسی قسم کی خبریں موصول ہوئی ہیں۔ اہل مکہ علم میں عطاء بن ابی رباح کو تابعین پر مقدم رکھتے ہیں اور بعض دوسرے ابراہیم النخعی کو ترجیح دیتے ہیں۔ پھر ہر شہر کے لوگ اپنے عالم کو دوسرے پر مقدم رکھنے میں اسراف سے کام لیتے ہیں۔ یہی حال ان علماء کا ہے جنہیں اہل شہر نے فقیہ بنا رکھا ہے۔ پس جب اہل امصار کے مابین اختلاف پایا جائے تو یہ کیوں کر مانا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ ایک تفقہ یا فقہ عام پر متفق ہیں۔ بعض مفتیوں کو میں نے حلف اٹھا کر یہ کہتے سنا ہے کہ فلاں کیلئے اس کے نقصان عقل اور جہالت کی بنا پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے اور فلاں یعنی اہل علم سے دوسرے شخص کیلئے سکوت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر اہل شہر اس شخص اس شخص کیلئے جس کے علم و فضل اور عقل کی پہلے لوگوں نے تعریف کی ہے فتویٰ دینا جائز نہیں سمجھتے الغرض اس قسم کی بہت سی باتیں مجھ تک پہنچی ہیں۔

حجیت اجماع:

امام شافعی رحمہ اللہ اجماع کو حجت تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک اس کا مرتبہ کتاب و سنت کے بعد اور قیاس سے مقدم ہے۔ امام صاحب ”الرسالہ“ میں فرماتے ہیں: ”کتاب وسنت کا جو حکم از روئے اجماع ثابت ہو وہ ہمارے نزدیک ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے حجت ہے مگر جو سنت انفرادی اعتبار سے ثابت ہو نیز اس پر لوگوں کا اجماع نہ ہو وہ صرف ظاہری لحاظ سے حجت ہو گی کیونکہ اس میں غلطی کا امکان ہے۔ قرآن وسنت کے بعد اجماع اور پھر قیاس کا درجہ ہے اور قیاس سب سے آخری دلیل ہے، کیونکہ حدیث کی موجودگی میں قیاس کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی مثال سفر میں پانی نہ ملنے پر تیمم کی سی ہے۔ جو پانی ملنے پر باطل ہو جاتا ہے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ جیسا کہ ”الرسالہ“ سے معلوم ہوتا ہے اجماع کو حجت تو مانتے ہیں مگر اس کی حجیت کا صرف اس موقع پر اعتبار کرتے ہیں۔ جب کہ کتاب وسنت سے کوئی نص ثابت نہ ہو حجیت اجماع کی دو دلیلیں بیان کی گئی ہیں 1۔ الرسالہ میں سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جابیہ کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر ہمارے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا تھا۔ میرے صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین کو احترام کی نظر سے دیکھتے رہنا۔ پھر زمانہ خیر القرون کے بعد کذب بیانی کا دور دورہ ہو گا حتیٰ کہ ایک شخص قسم کھا کر بات کرے گا حالانکہ اس سے حلف طلب نہیں کیا جائے گا اور انہی دسی امر پر شہادت دے گا گو کہ اس سے شہادت نہیں لی جائے گی۔ جسے بہشت پیاری ہو اسے چاہیے کہ اس دور میں جماعت کے ساتھ رہے کیونکہ جماعت سے الگ رہنے والے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ دو آدمیوں سے دور رہتا ہے۔ کوئی مرد کسی غیر عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے کیونکہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ جس آدمی کو نیک کام بھلے معلوم ہوں اور اپنی برائی کو برائی خیال کرے وہ شخص مومن ہے۔ (۱)

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ رہنے کی تلقین کی ہے اور جماعت کے ساتھ رہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ظاہر ان کے ساتھ ہو مگر دل الگ الگ ہو۔ جماعتی وحدت کا مدار تو اس بات پر ہے کہ انسان حلال و حرام اور اطاعت میں جماعت کا

۱۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، رقم الحدیث: 2165، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 2363، مسند احمد، 26/1، رقم الحدیث: 177، مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابة، رقم الحدیث: 6012)

ساتھ نہ چھوڑے چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اگر مسلمان متفرق شہروں اور علاقوں میں بستے ہوں تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں بدنی معیت ناممکن ہے۔ بلکہ بدنی لحاظ سے مسلمان اور کفار، اقیاء اور فاجر و فاسق لوگوں سے مل جل کر رہنا پڑھے گا۔ لہذا لزوم جماعت والی حدیث سے لزوم بدنی مراد نہیں ہے۔ کیوں کہ اولاً تو یہ دیے بھی ناممکن ہے اور پھر اس سے کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا۔ لہذا مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ لازم رہنے کا اس کے سوا کچھ مطلب نہیں ہے کہ تحلیل و تحریم اور اطاعت میں ان کا ساتھ نہ چھوڑے۔ چنانچہ جو شخص ان باتوں میں جماعت کے ساتھ رہے گا تو اس نے جماعت کا ساتھ دیا اور جو شخص ان مذکورہ امور میں جماعت مسلمہ کی مخالفت کر لے گا۔ تو اسے مخالف سمجھا جائے گا۔ یہ واقعہ ہے کہ انفرادی حالت میں تو انسان غفلت اور غلطی کا شکار ہو سکتا ہے مگر جماعتی صورت میں کتاب و سنت یا قیاس سے غفلت ناممکن ہے۔“

2۔ اجماع کے حجت ہونے پر دوسری دلیل قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا. (النساء: ۸۵)

اس آیت میں اللہ نے مومنین کے خلاف راستہ اختیار کرنے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کے برابر قرار دیا ہے۔ کیونکہ دونوں کی سزا ایک ہی رکھی ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت حرام ہے لہذا کسی امر میں مومنین کی مخالفت بھی حرام ہوگی۔ جب ان کی مخالفت حرام ہے تو اتباع ضروری ہوگی اور تحلیل و تحریم کے مسائل میں ان کی مخالفت ان کے راستہ کی اتباع کے خلاف ہے۔ بلکہ ان امور میں ان کے راستہ پر چلنے کا نام ہی اتباع ہے۔ چنانچہ علامہ زنجیزی اپنی ”تفسیر کشاف“ میں آیت ”وَتَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”سبیل مومنین سے مراد دین حنیف کا راستہ ہے۔ جس پر وہ قائم ہیں اور یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اور اس کی مخالفت جائز

نہیں ہے۔ جیسا کہ کتاب وسنت کی مخالفت جائز نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں مومنین اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو یکجا جمع کیا گیا ہے اور ان دونوں کی مخالفت پر وعید شدید بیان کی ہے۔ لہذا ان کی اتباع بھی اسی طرح واجب ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے موالات واجب ہے۔“

اجماع کے مسائل:

امام شافعی رحمہ اللہ اجماع کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں اور اہل علم میں سے کوئی شخص جب کسی مسئلہ کے اجماعی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ مسئلہ اس نے پہلے سے اسی طرح سنا ہے اور اسے سب لوگ مانتے چلے آئے ہیں۔“

اس نص سے ثابت ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ صرف اجماع علماء کو حجت مانتے ہیں۔ کیونکہ جن احکام کی کتاب وسنت میں تصریح نہیں ہے۔ ان کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ علماء ہی کر سکتے ہیں۔ پس جب اجماع کی اساس حلال و حرام کے بارے میں کسی نتیجہ پر پہنچنا ہے۔ تو یہ اجماع مجتہد علماء کی جماعت کے بغیر ناممکن ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس کلام نے علمائے اصول کے لیے ایک دروازہ کھول دیا ہے۔ جسے بعد کے علماء نے پھیلایا ہے۔ چنانچہ علمائے اصول نے ان علماء کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے جن سے اجماع منعقد ہوتا ہے۔ غور کیا ہے کہ ان میں اہل بدعت بھی داخل ہیں یا نہیں۔

اور اس بارے میں انہوں نے بہت سی غبار انگیزیاں کی ہیں اور لمبے چوڑے اختلافات بیان کیے ہیں لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صرف وہی اجماع معتبر ہوگا جس پر بلاد اسلامیہ کے تمام علماء کا اتفاق ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ امام مالک رحمہ اللہ کی ترویید کی ہے کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ صرف اہل مدینہ کے اجماع کو معتبر سمجھتے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ اہل مدینہ کے اجماع کو واجب الاتباع قرار دیتے تھے۔ چنانچہ ”الرسالہ“ میں امام شافعی رحمہ اللہ نے بعض علمائے مالکیہ کے ساتھ مناقشہ کے وقت اپنے مقابل کے قول کی حکایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”کسی امر پر اہل مدینہ کا متحد ہو جانا اخبار آحاد سے قوی ہوتا ہے۔ لہذا تم اخبار آحاد کا ہمیں ہیں کیوں مکلف بناتے ہو اور مجمع علیہ امر جو اقویٰ اور

واجب العمل ہے۔ اسے کیوں ترک کرتے ہو؟ اگر وہ یہ کہے کہ اخبار آحاد تو بہت کم ہیں اور سماجی مسائل کی اس قدر کثرت ہے کہ بیان کی ضرورت نہیں تو ہم کہیں گے کہ تم بھی کبھی ایسا کرتے ہو اور بعض مسائل کے اجماعی ہونے کا دعویٰ کر دیتے ہو۔“

پھر امام شافعی رحمہ اللہ اس کی تردید کرتے ہیں کہ:

”میرا اور اہل علم میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہیں کہ فلاں مسئلے پر اجماع ہو چکا ہے۔ بجز ان مسائل کے جن کے ہمیشہ سے علماء قائل چلے آئے ہیں۔ وہاں کبھی کوئی اجماع ہوتا ہے۔ مگر مدینہ کے علماء اس کے خلاف ہوتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس اہل مدینہ ایک مسئلہ پر اتفاق کرتے ہیں۔ مگر دیگر امصار ان کے مخالف نظر آتے ہیں..... مذکورہ بالا بیان امام شافعی رحمہ اللہ نے ”الرسالہ“ میں اہل مدینہ کے بارے میں دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک کا تعامل اہل مدینہ کو خبر آحاد پر مقدم رکھتا تھا۔“

اجماع بطلان کے دو پہلو:

امام شافعی رحمہ اللہ اس استدلال کو دو طریقوں سے باطل کرتے ہیں:

(۱) اول یہ کہ ان کے نزدیک جو اجماع حجت ہے۔ وہ ایک شہر والوں کا اجماع نہیں ہے۔ بلکہ تمام بلاد اسلامیہ کے علماء کا اجماع ہے۔

(۲) دوم یہ کہ جن مسائل کے بارے میں اہل مدینہ کے اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ خود مدینہ کے بعض علماء کو ان سے اختلاف ہے اور تمام شہروں کے علماء بھی ان کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس استدلال کو تیسری طرح بھی رد کر سکتے تھے کہ جس اجماع کو امام حجت مانتے ہیں اس کا مرتبہ کتاب و سنت کے بعد ہے۔

تفصیل ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ خبر واحد پر اجماع اہل مدینہ کی تقویم کا رد نہیں کرتے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام شافعی رحمہ اللہ خود بھی اس نظریہ سے متفق ہیں؟ ان کی تالیفات کے مطالعہ سے معلومات ہوتا ہے کہ وہ اس نظریہ سے متفق نہیں چنانچہ ”کتاب الام“ میں اس قاعدہ پر مناقشہ پایا جاتا ہے۔

”میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے کہا کہ ہمارے نزدیک صرف اجماع اہل مدینہ معتبر ہے۔ دیگر بلاد اسلامیہ کے اجماع کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ فرمانے لگے۔ یہی مسلک ان لوگوں کا ہے اور اجماع کو حجت مانتے ہیں تمہارے اور ان کے مابین صرف اتنا سا فرق پایا جاتا ہے کہ وہ تمام علمائے اسلام کے اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں اور تم اہل مدینہ کے اجماع کا تم دونوں میں چونکہ اصولاً اتحاد پایا جاتا ہے۔ اس لیے جو اعتراض ان پر ہو سکتا ہے۔ وہی اعتراض تم پر بھی وارد ہوتا ہے۔ لہذا تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ اس دعویٰ کو چھوڑ دو۔“

میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے کہا۔ ”یہ کیوں؟“

تو امام صاحب نے جواب دیا:

”اس لیے کہ اس دعویٰ کی بنا عدم واقفیت پر ہے کیونکہ جب تم سے اس کے متعلق کچھ تفصیل دریافت کی جاتی ہے تو تم اس کا ایسا جواب نہیں دے پاتے جو دوسروں کو قائل کر سکے۔ کیا واقعہ نہیں ہے کہ جب تم سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدینہ میں اجماع کرنے والے کون لوگ ہیں؟ کیا اس بارے میں کوئی حدیث موجود ہے جس پر انہوں نے اجماع کیا ہے؟ یا صحابہ کرام کے رضی اللہ عنہم اجماع سے ثابت ہے تو اس سلسلہ میں تم پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ اگر وہ مسئلہ اجماعی ہے تو اس کے متعلق جو حدیث تمہیں ملی ہے۔ ضرور ہے کہ خبراً حاد سے ہو جو تمہارے اصول کے مطابق قابل عمل نہیں ہے پھر اگر وہ خبراً حاد ہے تو جو چیز رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو ظاہر ہے وہی اولیٰ اور واجب ہے۔“

دوم یہ ہے کہ: ”اگر قول واحد کے سوا اس بارے میں کوئی متفق علیہ چیز نہیں ملی ہے تو پھر اجماع کا دعویٰ کیوں کرتے ہو اور کس طرح کہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے اس پر اجماع کیا ہے۔ حالانکہ تمہارے قول کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں مختلف ہیں اور دیگر اہل علم کے نزدیک بھی وہ اختلاف ثابت ہے۔“ (کتاب الام جلد ۷ ص ۲۴۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اجماع بالرائے پر خبراً حاد کی تقدیم

کے قائل ہیں۔ بشرطیکہ وہ اجماع کسی ایسی حدیث پر مبنی نہ ہو جو متعدد طریق اور متعدد جماعتوں سے مروی ہو۔ جیسے خبر عامہ کہا جاتا ہے..... کیوں کہ ایسی صورت میں تو اجماع خبر آحاد پر مقدم ہوتا ہے اور سنت سے ثابت ہونے کی وجہ سے اسے حجت مانا جاتا ہے نہ کہ اجماع اہل مدینہ یا امت مسلمہ اور سنت سے ثابت ہونے کی وجہ سے ان کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر زیر بحث فقہی مسئلہ میں اہل مدینہ کا اختلاف ثابت کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں بھی ان کے مخالف اجماع اہل مدینہ کو بطور دلیل کے پیش کرتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اسی میں اہل مدینہ کا اختلاف پیش کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مخالف سے کہتے ہیں۔ ”ہم نے تمہارے سامنے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اہل مدینہ یا دوسروں کے متعلق اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور جس مسئلہ میں تم نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اسی میں ہم نے اختلاف ثابت کر دیا ہے اور جب مسائل کے متعلق تم نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ ان میں سے بیشتر مختلف فیہ ہیں۔“ (کتاب الام جلد ۷ ص ۲۸۸)

امام شافعی رحمہ اللہ اور اجماع اہل مدینہ:

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اجماع اہل مدینہ کو حجت نہیں جانتے اور اس بارے میں وہ اپنے شیخ امام مالک رحمہ اللہ سے اختلاف کرتے ہیں اور اصحاب مالک سے جو لوگ ان سے مجادلہ کرتے ہیں ان کا سختی سے رد کرتے ہیں اور جن مسائل میں وہ اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں اہل مدینہ کا اختلاف ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات ان کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جن مسائل میں تم اجماع کا دعویٰ کرتے ہو۔ اہل مدینہ کی اکثریت ان کے خلاف ہے۔ پھر جدل کرتے ہوئے ان سے کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کر لے کہ تم اہل مدینہ کے قول کی زیادہ تردید کرتے ہو تو وہ تمہارے قول کے مطابق اسے ثابت کر سکتا ہے اور تم اس کی مدافعت نہیں کر سکتے اور جو اعتراضات تم دوسروں پر کرتے ہو اس سے زیادہ تم پر وارد ہو سکتے ہیں کیوں کہ تم نے اہل مدینہ کے علم کا دعویٰ کیا ہے اور دوسروں کو چھوڑ کر تم انہیں کی اتباع کرتے ہو پھر تم ان لوگوں سے بھی بڑھا کر اہل مدینہ کے علم کا دعویٰ کیا ہے اور دوسروں کو چھوڑ کر تم انہیں کی اتباع کرتے ہو پھر تم ان لوگوں سے بھی بڑھ کر اہل مدینہ کی مخالفت کرتے ہو جو ان کے اتباع کا دعویٰ نہیں کرتے جیسا کہ تم کرتے ہو۔ اگر یہ باتیں تم سے مخفی ہیں تو یہ سراسر تمہاری نادانی کا نتیجہ ہے۔

(کتاب الام جلد ۷ ص ۱۹۳)

مگر امام شافعی رحمہ اللہ جب مالکیوں سے ان مسائل کے بارے میں جن میں وہ اہل مدینہ کے عمل یا اجماع سے حجت لائے ہیں۔ مجادلہ کرتے ہوئے کہتے ہیں تو اس کے ساتھ یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ علمائے مدینہ جس امر پر متفق ہوں اس پر تمام علمائے امصار متفق ہوں گے اس بنا پر وہ کتاب ”خلاف مالک“ میں کہتے ہیں..... اجماع کا دعویٰ صرف اسی مسئلہ میں ہو سکتا ہے جس میں اہل مدینہ کو اختلاف نہ ہوا ہو اور ہم اجماع اسی کا نام رکھتے ہیں۔ جس میں اہل مدینہ متفق ہوں کیوں کہ جس مسئلہ میں اہل مدینہ متفق ہوں گے اس میں تمام علمائے اسلام متفق ہوں گے اور علمائے امصار اہل مدینہ کی اسی صورت میں مخالفت کرتے ہیں جو ان کے مابین مختلف فیہ ہو۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ قاعدہ کہاں سے اخذ کیا کہ اہل مدینہ صرف اسی مسئلہ پر اتفاق کرتے ہیں جس پر تمام علمائے امصار متفق ہوں۔ کیا انہوں نے استقرا سے یہ معلوم کر لیا ہے کہ اہل مدینہ اسی امر پر متفق ہوتے ہیں۔ جن پر تمام علماء کا اتفاق ہو یا وہ یہ بات باور ہی نہیں کرتے کہ کسی امر مجتہد فیہ میں ان کے مابین اتفاق ہو سکتا ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ تمام اہل عقل اسے تسلیم کرتے ہوں اور اہل فہیم کے لیے کسی طرح بھی اختلاف کی گنجائش نہ ہو۔ یا امام شافعی رحمہ اللہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب اہل مدینہ کسی امر پر متفق ہوں تو دوسرے علماء کے اختلاف کو حرج خیال کرتے ہیں؟ ان تمام احتمالات کی گنجائش ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے انہی داس قاعدہ کا مآخذ یا سند بیان نہیں کیا اس کی سند سے قطع نظر یہ واقعہ ہے کہ جن مسائل پر اہل مدینہ اور دوسرے علماء متفق ہوں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان کا دائرہ بہت تنگ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اہل مدینہ کی آراء کو نہایت احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کے اقوال اخذ کرنے کی وصیت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”مناقب شافعی“ میں لکھتے ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ یونس بن عبدالاعلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی مسئلہ میں مباحثہ کیا تو انہوں نے فرمایا:

”بخدا میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جب اہل مدینہ کو کسی امر پر متفق پالے تو تجھے اس کے برحق ہونے میں کچھ بھی شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کوئی بات تجھے دوسرے ذریعہ سے حاصل ہو تو وہ ذریعہ نہ کہتا ہی معتبر کیوں نہ ہو لیکن اگر اہل مدینہ سے وہ ثابت نہیں ہے تو اس کی طرف التفات بھی نہیں کرنا چاہیے۔“

یہ روایت امام شافعی رحمہ اللہ سے سند کے ساتھ مروی ہے۔ اس سے بلاشبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اہل مدینہ کی رائے سے اخذ کرتے تھے۔ جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک

تھا۔ مگر جو کچھ ہم امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کر چکے ہیں اس کے خلاف ہے کہ کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ کا قول ہی برحق ہے اور دوسرے اقوال نہ کہتے بھی قوی کیوں نہ ہوں اگر ان کی اصل مدینہ سے نہیں ملتی تو وہ اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف اس روایت کی نسبت درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ روایت امام شافعی رحمہ اللہ کے مشہور اور مدونہ اصول و اقوال کے خلاف ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کی کتابوں پر اعتماد کرنا زیادہ اولیٰ ہے اور یا یہ امام شافعی رحمہ اللہ کی قدیم رائے تھی۔ جب امام صاحب اصحاب مالک میں شامل تھے اور اجتہاد کے منازل طے کر رہے تھے۔ مگر مصر میں جا کر شافعی رحمہ اللہ ہمیشہ اپنی آراء کی تصحیح میں لگے رہتے تھے اور اصول و فروع کے بارے میں انہیں مہذب کرتے رہتے تھے۔ (امام شافعی ص ۱۱۰)

قیاس

سب سے پہلے قیاس کے قواعد و ضوابط مرتب کرنے اور اس کی اساس و بنیاد واضح کرنے والی ہستی امام شافعی رحمہ اللہ کی ہے۔ امام صاحب سے پہلے کے نیز ان کے ہم عصر فقہاء رائے قیاس سے کام لیتے تھے۔ مگر اس کے حدود اور اساس کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی تھی۔ یعنی رائے صحیح اور غیر صحیح کا مابین کسی نے امتیاز قائم نہیں کیا تھا اور نہ اس کے حدود و قواعد وضع کیے تھے۔ حتیٰ کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے استنباط و قیاس صحیح کے قواعد مقرر کیے۔ قیاس کے حدود اور اس کے مراتب کا تعین کیا اور بتایا کہ وہ فقہ جس پر مبنی قیاس ہو اور وہ فقہ جو نص سے ملنے نہ ہو دونوں کے مابین قوت و ضعف کے لحاظ سے کتنا زبردست فرق ہے۔ پھر امام صاحب نے قیاس کی شروط بیان کی جن کا ایک فقیہ میں پایا جانا ضروری ہے اور انہوں نے قیاس صحیح اور استنباط بالرائے کے دیگر اقسام فاسدہ کے مابین فرق و امتیاز کو واضح کیا ہے۔ اس اعتبار سے امام شافعی رحمہ اللہ کو دوسرے فقہاء پر اس باب میں فضیلت و سبقت حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے بعد کے فقہاء کے لیے راستہ بنا دیا جس پر انہوں نے رہرو کی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے قیاس کی تعریف حد یا رسم کے ساتھ تو نہیں بیان کی ہے لیکن جو مثالیں پیش کی ہیں اور جو شروط عائد کی ہیں۔ ان سے علمائے اصول کے نزدیک قیاس مصطلح کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں علوم کے اندر منطقی اسالیب بیان نے رواج نہیں پایا تھا۔ اس پر انہوں نے منطقی طریق پر قیاس کی حد یا رسم بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جس کے ذریعے بعد میں علوم و فنون میں نظم پیدا ہوا اور ان کی تبویب (کتاب کے ابواب بنانا) کی گئی۔

قیاس کی تعریف:

اصطلاحاً جس چیز کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔ اسے حکم کے اعتبار سے ایسی چیز پر وارد کرنا جس میں نص موجود ہے۔ ان دونوں میں علت کے مشترک ہونے کی وجہ سے کوئی حکم بطور نص ثابت کیا جائے۔ لغوی طور پر۔ کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ خمینا پنا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے جو قیاس کی تعریف وضع کی وہ بھی درج بالا تعریف کے مطابق ہے۔ اب ہم قیاس کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کے نظریات و اقوال کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے قیاس پر اپنی گفتگو کو دو تمہیدی مقدموں سے شروع کیا ہے۔

دالالت قیاس کی توضیح:

اس میں شک نہیں کہ جو احداث و فوازل وجود پذیر ہوتے ہیں۔ ان سب کے احکام مذکور ہیں۔ کیوں کہ شریعت اسلامیہ ہمہ گیر شریعت ہے جس میں ہر حکم ملتا ہے اور معلوم ہو سکتا ہے کہ حکم شارع نے برقرار رکھ کر اس پر احکام مرتب کیے ہیں اور کس پر احکام مرتب نہیں کیے تو جب شارع کی طرف سے ہر قضیہ و حادثہ یا نازلہ کے متعلق احکام ملتے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ اس حکم پر شارع نے نص دا اشارہ یا دالالت کے ذریعہ تنبیہ کی ہو جس سے طالب، حکم رہنمائی حاصل کر سکتا ہے طریقہ دالالت سے احکام کی معرفت اجتہاد و استنباط اور اشباہ و امثال دوسرے اشباہ و امثال کے ساتھ الحاق کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ لہذا الاحوالہ قیاس کی ضرورت ہو گئی۔ اسی مفہوم کے پیش نظر امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

”جو بھی حادثہ کسی مسلمان پر نازل ہوتا ہے۔ الاحوالہ شریعت میں اس کا حکم لازم ہے۔ سبیل حق دالالت موجود ہوتی ہے۔ یا بعینہ اس کی اتباع کا حکم ہوتا ہے۔ اگر بعینہ نہ ہو تو اجتہاد سے سبیل حق پر دالالت ہو سکتی ہے اور اسی قسم کے اجتہاد کا نام قیاس ہے۔“ (الرسالہ ص ۷۷)

امام شافعی رحمہ اللہ کے طریقہ کے مطابق شارع کے بیان کی دو قسمیں ہیں۔

- (۱) دالالت و قرآن کے ذریعے جو اللہ نے عقل و فکر کی رہنمائی کے لیے مقرر کیے ہیں۔ اس قسم کے بیان کو ایک مجتہد ہی پہچان سکتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک غیر منصوص اور مجمع علیہ احکام میں قیاس کے ذریعے اجتہاد سے کام لینا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کے نزدیک اجتہاد ہی کا نام قیاس ہے۔

قیاس اور علوم ظاہر و باطن:

احکام شریعت کا علم دو طرح ہے:

(۱) علم احاطہ یعنی احکام کے ظاہر و باطن کی معرفت حاصل کرنا۔ اس قسم کا عالم شریعت کے ظاہر و باطن کو پہنچاتا ہے اور یہ شک و شبہ سے بالاتر ہوتا ہے۔

(۲) ظاہری علم: یعنی احکام کی حقیقت سے آگاہ نہ ہونا یہ علم ترجیح و ظن کے طریق پر حاصل ہوتا ہے۔ (الرسالہ ص ۲۷۲) اب رہا علم ظاہری..... جس میں حقیقت حال پنہاں ہوتی ہے۔ اخبار آحاد یا بقول امام شافعی رحمہ اللہ اخبار خاصہ..... اجماع اور قیاس کے ذریعے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ان سہ گانہ اقسام سے جو علم حاصل ہوگا۔ وہ صرف علم ظاہری ہوگا۔ جس کے نفس الامری یا واقعی ہونے کا کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکتا اور اس پر اس حیثیت سے عمل کیا جائے گا کہ انسانی قدرت میں جس قدر ذرائع ممکنہ تھے۔ ان کے ذریعے سے یہ علم حاصل ہوا ہے اور جو بات انسان کی قدرت و استطاعت کی حدود سے خارج ہے۔ اس کا انسان مکلف بھی نہیں ہے۔

فضا کے احکام کا مدار اسی قسم کے علم پر ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی بسا اوقات ملزم کو شہادتوں اور قرائن مصدقہ کی بنا پر پھانسی کا حکم دے دیتا ہے نہ کہ نفس الامر میں وہ گواہ جھوٹے ہی کیوں نہ ہوں لیکن اسے ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنا پڑتا ہے اور حقیقت حال خدا کو سوچ دیتا ہے۔ اسی طرح مجتہدین استخراج احکام کے سلسلہ میں اسباب ظاہری کے مطابق عمل کرنے کے مکلف ہیں اور حقیقت حال کے لحاظ سے اگر وہ غلطی پر بھی ہوں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کسی عورت کو اپنے لیے حلال سمجھ کر اس سے نکاح کر لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کی رضاعی بہن ہے۔ تو وہ عند اللہ گنہگار نہیں سمجھا جائے گا کیوں کہ وہ حقیقت سے آگاہ نہیں تھا۔ البتہ حقیقت حال کے مشکف ہوتے ہی اس کا عقد نکاح فسخ ہو جائے گا اور ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے ان کے متعلق احکام صادر ہوں گے۔

ظاہر کے اعتبار سے نسبت، عدت اور مہر ثابت ہو جائے گا اور چونکہ حقیقتاً وہ عقد باطل تھا۔ اگرچہ عرصہ دراز کے بعد اس کا علم حاصل ہوا۔ اس لیے ان کے مابین توارث (وراثت) کا اجراء نہیں ہوگا چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ اس قسم کی مثالیں بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ جن کے اندر ظاہر و باطن کے احکام کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم ان میں صرف ایک مثال کا ذکر کرتے ہیں۔

جس سے دوسری مثالوں کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے اور ہمارے سامنے ایسی علامات بھی نہیں ہیں جو باطن میں اس کے غیر مسلم ہونے پر دلالت کرتی ہوں۔ تو ہم اس کے ساتھ ظاہری حال کے لحاظ سے معاملہ کریں گے اور اس پر نکاح وراثت کے احکام جاری کریں گے۔

مگر جس شخص کو اس کا غیر مسلم ہونا معلوم ہوگا اور اس کے سامنے اس کا ثبوت یا قرائن موجود ہوں گے۔ وہ اپنے علم کے مطابق معاملہ کرے گا۔ ایسا شخص نہ اس سے نکاح کر سکتا ہے اور نہ اس کا وارث بن سکتا ہے۔ اس طرح ایک ہی شخص پر دو شخصوں کے لحاظ سے دو مختلف احکام پائے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک پر لازم ہے کہ اپنے مقتضائے علم کے لحاظ سے عمل کرے!

قیاس اور علم ظاہر:

الغرض قیاس سے کسی چیز کا ظاہری علم حاصل ہوتا ہے اور باطن امر تک اس سے رسائی نہیں ہو سکتی کیوں کہ اس کا شمار علم کے ان طریقہ سہ گانہ میں ہے۔ جن سے ظاہری علم ہی حاصل ہو سکتا ہے اور باطن پر احاطہ نہیں ہو سکتا اور ہر مجتہد اپنے ظاہری علم کے لحاظ سے فیصلہ کرتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو چکا تھا کہ قیاس سے علم ظاہر حاصل ہوتا ہے۔ نہ کہ ”علم احاطہ“ تو ایک ہی مسئلہ میں مجتہدین کے مابین اختلاف ہو سکتا ہے اور ایک کا قیاس دوسرے کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک قاضی ایک شخص کی شہادت اس بنا پر قبول کر لیتا ہے کہ بظاہر وہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ کوتاہی موجود ہے۔ کیونکہ کوئی شخص گناہ سے پاک نہیں ہے۔ (الرسالہ ص ۴۷۲) اور دوسرا قاضی اس کی شہادت کو رد کر دیتا ہے۔ کیوں کہ اسے اس شخص کے متعلق ایسی باتوں کا علم ہے۔ جس کی وجہ سے شہادت مردود ہو جاتی ہے۔ تو جب مجتہدوں کا یہ حال ہے۔ تو وہ ایک چیز کے حکم میں مختلف ہوں گے۔ اس کے باوجود قیاس جائز ہی نہیں بلکہ شرعاً مطلوب ہے۔ چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اگر کوئی حاکم اپنے اجتہاد سے فیصلہ کر لے اور اس کا فیصلہ درست ہو تو اس کے لیے دو گناہ اجر ہے اور اگر اجتہاد میں غلطی کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ (الرسالہ ص ۴۷۲)

اس حدیث سے قیاس کا ثبوت ملتا ہے۔ کیوں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قیاس و اجتہاد ایک ہی چیز ہیں اور باوجود یہ کہ علم ظاہر کے اعتبار سے کبھی افکار مختلف ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ شرعاً مطلوب ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے حدیث سے اجتہاد یعنی قیاس کے مطلوب ہونے

پر اس طرح استنباط کیا ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد میں بہر حال کم و بیش ثواب کا مستحق تو ہو ہی جاتا ہے اور چیز شرعاً ممنوع ہو اس پر ثواب حاصل نہیں ہو سکتا۔

اور مقام اجتہاد میں جب خطا پر بھی ثواب حاصل ہوتا ہے تو اس حدیث کی رو سے احتمال خطا کے باوجود جو اجتہاد مطلوب ہو گا۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد صرف ظاہری حکم میں اجتہاد کا مکلف ہے۔ قیاس ہمیشہ کسی اصل پر مبنی ہوتا ہے۔ کیونکہ شریعت میں کتاب و سنت سے حکم مطلوب ہوتا ہے اور کتاب و سنت کے نصوص وہ اصول قائمہ ہیں۔ جن پر حکم مبنی ہوتا ہے۔ اگر کتاب و سنت سے نص میسر نہ ہو۔ تو غیر منصوص کو کسی امر منصوص کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کا حکم معلوم کیا جائے گا۔ بشرطیکہ علت حکم دونوں میں مشترک ہو۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے نص کے معنی معلوم کیے جاتے ہیں اور اس میں علت حکم تلاش کی جاتی ہے۔ پھر اگر غیر منصوص امر میں اسی علت کا پایا جانا ثابت ہو جائے تو اس کے اندر قیاس سے حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ یہی مطلوب ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول کا کہ کتاب و سنت کی خبر ایک عین اور اصل ہوتی ہے جس کے معنی مجتہد معلوم کرتا ہے تاکہ صحیح حکم لگا سکے۔

قیاس اور نص کا تقابلی جائزہ:

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ جب کسی نص پر عمل کرتے ہوئے قیاس کا اعتبار کرتے ہیں تو اسے نص کا تابع بتاتے ہیں اس لیے انہوں نے کہا ہے۔ ”یہ صرف اہل علم کا کام ہے کہ جس بارے میں نص وارد نہیں ہے۔ اس پر قیاس کے ذریعے کسی نص کے تابع ہونے کا حکم لگائیں۔“ اور جب کتاب و سنت سے کوئی نص مقیس علیہ نہ بنتی ہو تو وہ محض اجتہاد بالرائے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور کسی نص یا قیاس علی النص کے بغیر حکم لگانے کو ممنوع خیال کرتے ہیں۔ یہی مطلب ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول کا کہ.....

جب رسول اللہ ﷺ اجتہاد سے کسی چیز کا حکم دیتے ہیں تو وہ اجتہاد کسی چیز کی طلب پر مبنی ہوتا ہے اور طلب دلائل کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ انہیں دلائل کا نام اجتہاد ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص کے غلام کو مار ڈالے تو اہل علم اسے اس وقت غلام یا لونڈی کی قیمت مقرر کرنے کا اختیار نہیں دیتے جب تک کہ وہ منڈی کے نرخ سے واقف نہ ہو۔ تاکہ وہ ذات اور مثل کے لحاظ سے مقرر کر سکے اور ثمن (قیمت) کا تعین دوسرے پر قیاس کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اگر ثمن مثل کا اعتبار کیے بغیر اس کی قیمت لگائے گا تو یہ زیادتی سمجھی جائے گی پھر جب معمولی

چیزوں کا یہ حال ہے کہ مثل کا اعتبار کیے بغیر قیمت کی تعین میں غلطی کا امکان ہوتا ہے تو حلال و حرام میں تو کسی طرح استحسان سے فتویٰ جائز نہیں ہوگا۔

اس طرح امام شافعی رحمہ اللہ اجتہاد و قیاس میں وہ مسلک اختیار کرتے ہیں جو ایک فقیہہ کی شان کے لائق ہے۔ تاکہ کوئی حکم دلالت بالخصوص کے بغیر ثابت نہ ہو۔ وہ شریعت کے معاملہ میں سراسر نص پر اعتماد کرتے ہیں اگر ظاہر نص موجود نہ ہو تو دلالت مستبط سے کام لیتے ہیں یعنی نصوص سے معافی کے استخراج کے بعد جن چیزوں میں علت حکم ثابت ہو جائے ان پر نصوص کی طرح حکم لگاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم فقہ نصوص قرآنی اور الفاظ نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے قیاس کے ذریعہ نص پر عمل کر کے حاصل کیا گیا ہو۔ لہذا جو شخص نص قیاس کے بغیر کوئی حکم لگاتا ہے وہ گناہ سے قریب تر ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے ”الرسالہ“ اور ان کی دوسری کتب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک علت کے واضح اور غیر واضح ہونے کے لحاظ سے قیاس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ قیاس اولیٰ:

یہ کہ اصل بہ نسبت فرع میں اس حکم کا ثبوت اولیٰ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ:

”فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ“ (۲۳: بنی اسرائیل) (ماں باپ سے آف تک نہ کہو)۔ اس آیت میں آف کی

نہی سے ضرب و شتم کی ممانعت خاص طور پر ہوئی ہے۔

۲۔ قیاس مساوی:

یہ کہ اصل و فرع مرتبہ میں باہم مساوی ہوں اور ان میں کمی بیشی نہ پائی جائے مثلاً

آیت کریمہ:..... ”فَإِنَّ آتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ“ (۲۵: النساء) یعنی اگر کوئی باندی زنا کرے تو اسے دوسری آزاد عورتوں کے مقابلہ میں نصف سزا دی جائے گی یہاں لونڈی کو غلام پر قیاس کیا گیا ہے۔

۳۔ قیاس ادنیٰ:

علت حکم میں فرع اصل سے نصف ہو۔ اب ہم ان اقسام سے گانہ کے متعلق امام

شافعی رحمہ اللہ کی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ان پر بحث کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے قیاس کے مراتب مقرر کیے ہیں اور پہلی قسم کو سب اقسام سے قوی شمار کیا ہے۔ چنانچہ اس قسم کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”سب سے اقویٰ قیاس یہ ہے کہ کتاب اللہ یا سنت سے کسی چیز کی ادنیٰ مقدار کو حرام قرار دیا ہو تو ”فضل الکرة على القلة“ کے قاعدہ کی رو سے اس چیز کی زیادہ مقدار نہ دہخود قابل ستائش ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کسی چیز کی بڑی مقدار کو مباح قرار دیا ہے تو اس کی تھوڑی مقدار نہ دہخود مباح سمجھی جائے گی۔ قیاس ادنیٰ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) قیاس معنی: پہلی قسم یہ ہے کہ محل وفاق میں علت حکم کا استنباط کیا جائے پھر فرع میں اس معنی کے حاصل ہونے سے اصل میں اس کے حصول پر استدلال کیا جائے اسے ”قیاس المعنی“ کہا جاتا ہے۔

(۲) قیاس شہ: دوسری صورت یہ ہے کہ معنی کا استنباط نہ ہو بلکہ دو مختلف صورتوں کے بین بین صورت پر غور کرنے سے معلوم ہو کہ ایک طرف اس کی مشابہت زیادہ اور دوسری طرف کم ہے۔ جدھر زیادہ ہو اسی سے اسے ملحق کر دیا جائے اسے ”قیاس شہ“ کہا جاتا ہے۔ (سابقہ شافعی ص ۹۹)

امام شافعی رحمہ اللہ صرف قیاس شہ کو قیاس ضعیف میں شمار کرتے ہیں اور قیاس شہ وہ ہوتا ہے جس میں فرع اور چند امور منصوصہ کے مابین مشابہات پائی جائے مگر جس کے ساتھ مشابہت بہت زیادہ اقرب ہو۔ اس کے ساتھ اسے ملحق کیا جائے۔ قیاس کی مجموعی طور پر دو صورتیں ہیں۔ اول: کہ کسی چیز کے بہت سے اشتباہ ہوں۔ اس صورت میں سب سے اولیٰ اور شہ کے ساتھ الحاق کیا جائے گا۔ اس صورت میں مجتہدین کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اہل قیاس مختلف الرائے ہوتے ہیں لہذا ظاہری عبارت میں اقسام ثلاثہ داخل ہوں گی۔ یعنی قیاس اولیٰ مساوی اور قیاس اضعف مگر اول الذکر دو قسموں کا معاملہ واضح اور بین ہے۔ کیوں کہ ان میں قیاسین اور اختلاف نہیں ہوتا اور نہ مجتہدین کے اقوال باہم متعارض ہوتے ہیں۔

قیاس شہ کی امثلہ:

امام شافعی رحمہ اللہ اس کی متعدد مثالیں بیان کرتے ہیں۔ مگر ہم ان میں صرف بعض کو ذکر کرتے ہیں:

(الف) رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک غلام دھوکہ سے فردخت کر دیا گیا، کچھ دنوں کے

بعد مشتری کو عیب کا علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ..... مشتری اس عیب کی بنا پر غلام کو واپس کر دے اور جو کچھ غلام نے کمایا ہے وہ اس کا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو غلام مشتری کی ضمانت میں کمایا گیا ہے اور ثمن کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے۔ وہ مشتری کی ملکیت ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس زیادتی غیر متولہ پر ہر متولہ زیادتی کو قیاس کر کے کہتے ہیں۔ پکا ہوا پھل، جانور کا دودھ، اُون اور بچے الغرض جو چیز بھی قبل از فسخ ظاہر ہوتی ہے وہ مشتری کی سمجھی جائے گی کیوں کہ وہ اس کی ضمانت میں ظاہر ہوئی ہے۔

بعض فقہا نے اس مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ زیادت

متولہ کو اس زیادت پر قیاس نہیں کر سکتے کسب و خروج کے قبل سے ہے۔ کیوں کہ حدیث میں ”الخارج بالضمان“ ہے اور زیادت متولہ چونکہ نص مبیع سے حاصل ہوتی ہے لہذا اسی کے ساتھ ملحق رہے گی۔ کیوں کہ یہ خارج کے قبیل سے نہیں ہے۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر زیادت متولہ ملحق بالعين ہو تو ہر چیز غلام کو ہبہ کی جائے وہ بھی بائع کی ملک ہونی چاہیے کیوں کہ وہ بھی خارج نہیں ہے۔ حالانکہ وہ ”الخارج بالضمان“ کی رو سے ہبہ کو مشتری کی ملک مانتے ہیں.....

خلاصہ یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں دو وجہ شبہ پائی جاتی ہیں۔ جو باہم متنازع ہیں۔ اول یہ کہ زیادت متولہ کو کسب کے ساتھ تشبیہ دی جائے اور یہ چونکہ مشتری کے مسلک میں حاصل ہوئی ہے۔ لہذا اسی کی ملک ہوگی۔ دوم یہ کہ زیادت متولہ کو عین کے ساتھ ملحق کیا جائے کیوں کہ یہ حدیث ”الخارج بالضمان“ کے تحت نہیں آئی۔ امام شافعی رحمہ اللہ پہلی وجہ شبہ کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسب کی ملکیت کی علت مشتری کے ملک میں حادث ہونا ہے لہذا جو چیز مشتری کے ملک میں حادث ہوگی مشتری کی ملکیت اس پر ثابت ہو جائے گی۔

دوسرے فقہا کہتے ہیں کہ ہر قسم کی زیادت بلحاظ ملکیت کا حال و مال میں عین کے تابع ہوتی ہے اور جب عین مبیع بائع کی طرف واپس ہو رہا ہے تو زیادت کا بھی بائع ہی مستحق ہوگا۔

(ب) رسول اللہ ﷺ نے سونے کی بیع سونے سے، سکھجور کی سکھجور سے، گندم کی گندم سے اور جو کی جو کے ساتھ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بجز اس کے سودا، برابر برابر اور نقد بہ نقد

ہو۔ (۱)

۱۔ (صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، رقم الحدیث 1587، سنن الترمذی، رقم الحدیث 1240، سنن

ابی داؤد، رقم الحدیث 3349، سنن النسائی، رقم الحدیث 4560، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث

یہ حدیث صحیح ہے مگر اس کی علت تحریم میں فقہاء مختلف ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی
سونے کے ساتھ بیچ کی حرمت کی علت کو ثمنیت قرار دیتے ہیں۔ یعنی اس کا مقوم ہونا
اور باقی اصناف کی تحریم کی علت ان کا مطعوم ہونا ہے۔

(ج) قرآن پاک میں ہے:

☆ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ
الرِّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ.
یعنی اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں جو کوئی دودھ
کی مدت پوری کرنا چاہے اور بچے کے باپ پر ان کا کھانا کپڑا ہے دستور
کے موافق۔ (۲۳۳ البقرہ)

☆ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا
سَلَّمْتُمْ مَا اتَّيْتُم بِالْمَعْرُوفِ.

ترجمہ: اور اگر تم اپنی اولاد کو دوسری جگہ دودھ پلوانا چاہو تب بھی کچھ گناہ نہیں تم پر
بشرطیکہ جو دینا چاہتا تھا وہ دستور کے مطابق دو۔ (۲۳۳ البقرہ)

اور رسول اللہ ﷺ نے ہند بخت عتبہ کو اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے خاوند
ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور اپنی اولاد کے مال سے معروف کے ساتھ (بلا اجازت) لے سکتی ہے۔ (۱) لہذا
کتاب اللہ و سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ والد پر اپنی چھوٹی اولاد کی اجرت رضاعت اور دیگر نفقات
واجب ہیں اور اس وجہ کی علت وہ باہمی تعلق ہے۔ جو اولاد اور باپ کے درمیان پایا جاتا ہے۔
جب اس تعلق کی بنا پر صغریٰ میں باپ پر اولاد کے نفقات واجب ہیں تو بالغ ہونے کے بعد اولاد کا
بھی فرض ہے کہ بڑھاپے میں اپنے ماں باپ کی خبر گیری کرتے رہیں۔ والدین کے یہ حقوق اولاد
پر عائد ہوتے ہیں۔ خواہ وہ کئی واسطوں سے والدین بنتے ہوں۔ اسی طرح اولاد کے حقوق والدین
پر عائد ہوتے ہیں۔ خواہ وہ اولاد در اولاد کیوں نہ ہوں۔

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب النفقات، رقم الحدیث، 5364، صحیح مسلم، رقم الحدیث، 1714،
سنن ابی داؤد، رقم الحدیث، 3532، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث، 2293، مسند احمد، 50/6، سنن
الدارمی، رقم الحدیث، 2259، ابن حبان، رقم الحدیث، 4241، نسائی فی سنن الکبریٰ، رقم
الحدیث، 9190، شرح السنۃ للبخاری، رقم الحدیث، 2149، سنن الکبریٰ للبیہقی، 141/10، مسند
حمیدی، رقم الحدیث، 242)

حجیت قیاس:

امام شافعی رحمہ اللہ قیاس کی یہ اقسام اور ان کے وجوہ ذکر کرنے کے بعد بیان فرماتے ہیں کہ بعض فقہاء فرع کو اصل منصوص علیہ سے قویٰ یا مساوی ہونے کی صورت میں اقسام قیاس میں شمار نہیں کرتے چنانچہ لکھتے ہیں۔

”بعض اہل علم اسے قیاس کہنے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بلاد واسطہ ان چیزوں میں داخل ہے۔ جنہیں اللہ نے حلال یا حرام یا محمود و مذموم قرار دیا ہے۔ نہ کہ کسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ قیاس صرف یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں دو مختلف معانی سے مشابہت پائی جائے اور اسے ایک پر قیاس کیا جائے اور دیگر اہل علم کا کہنا ہے کہ جو چیز کتاب و سنت میں بطور نص مذکور نہ ہو وہ قیاس ہی ہے۔“ (الرسالہ ص ۵۱۲)

امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ دونوں مسلک بیان تو کیے ہیں مگر یہ نہیں بتایا کہ ان میں کون سا مسلک انہیں پسند ہے۔ بظاہر سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب ان ہر اقسام کو قیاس میں داخل مانتے ہیں۔

عدم قیاس کے دلائل:

مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جب فرع اصل سے ملحق ہو یا جو اس کے معنی میں ہو اور اس قدر واضح ہو کہ دلالت النص کے بعد استنباط و تخریج اور تنقیح و تخریج علت کی محتاج نہ ہو تو وہ قیاس میں داخل نہیں ہے کیوں کہ جب علت نص سے معلوم ہوگی۔ تو واضح اور جلی ہونے کی وجہ سے فہم نص کے ساتھ ہی سمجھ میں آجائے گی اور استنباط وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوگی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے طریقہ پر ان دونوں میں جو ہری فرق پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ جو چیز نص قرآنی یا سنت متواترہ سے دلالت النص کے طور پر ثابت ہو وہ ظاہر و باطن کے لحاظ سے احاطہ علم کا فائدہ دیتی ہے لیکن اگر قیاس سے ثابت ہو تو صرف ظاہری علم ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ہم یہ کہیں کہ آیت کریمہ سے ضرب ازروئے قیاس ثابت ہوتی ہے تو اس حرمت کا علم صرف ظاہری علم ہوگا اور حرمت اُف کا علم، علم احاطہ ہوگا یعنی ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے علم حاصل ہوگا اور جو شخص بھی عربی کا ذوق رکھتا ہے وہ کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیت کی عبارت و نص سے معمولی اذیت کی حرمت

سے قبل سخت اذیت کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ تو جب یہ معنی مجرد آیت کے سماع سے ذہن میں آجاتا ہے تو اسے صرف علم ظاہر کا درجہ کیسے دے سکتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن نصوص سے اصول ثابتہ کے خلاف احکام ثابت ہوتے ہیں وہ اپنے مواضع نص پر مقصور رہتے ہیں اور ان پر انہی جیسے اوصاف کو قیاس نہیں کر سکتے۔ اسی طرح جن نصوص سے کسی عام اور دائمی حکم کی تخفیف ثابت ہوتی ہے۔ وہ بھی مقیس علیہ نہیں بن سکتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”ہر وہ محکم جو قرآن میں منصوص ہو پھر رسول اللہ ﷺ سے اس فرض سے بعض کی تحقیقات ثابت ہو تو اس رخصت پر اسی فرض میں عمل کیا جائے گا دوسرے احکام کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اگر رسول اللہ ﷺ نے کوئی عام حکم دیا ہو پھر دوسری سنت سے اس عام کے خلاف ثابت ہو۔ (الرسالہ ص ۵۲۵)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی مثالیں بیان کی ہیں کہ ان میں سے چند مثالیں ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

(الف) إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

ترجمہ: جب تم نماز پڑھنا چاہو تو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سر پر مسح کرو اور دونوں پاؤں دونوں گھٹنوں تک دھولو سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا ارکان وضو میں سے ایک رکن ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے اس حکم عام کے ہوتے ہوئے موزوں پر مسح کیا اور اسے جائز قرار دیا تو یہ اس نص عام سے تخفیف اور استثناء پر محمول ہو گا لہذا اس پر دستانے وغیرہ پر مسح کو قیاس نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ جو چیز نص عام سے مستثنیٰ ہوتے۔ اس پر قیاس جائز نہیں ہوتا۔ (۶: المائدہ ۵۶)

(ب) ناپ تول کے بغیر محض اندازہ کے ساتھ اموال ربوہ کی خرید و فروخت ممنوع ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے بیع مزاہدہ اور محالہ سے منع فرمایا ہے۔ (۱) یہ ”نبی“ عام

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب البیوع، رقم الحدیث 2187، سنن الترمذی، رقم الحدیث 1290، سنن النسائی، رقم الحدیث 3879، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 2266، مسند احمد 3/360)

ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت دی ہے۔ (۱) یعنی ترکھجوروں کے بدلے اندازہ سے خشک کھجوروں کی بیع کرنا نہی عام سے مشتقی ہے۔ لہذا اس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔

قیاس میں اجتہاد کے اصل مصادر:

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ

کا انحصار کتاب و سنت پر ہی ہے۔

☆ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (النساء: ۵۹)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو۔

☆ اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (الانعام: ۶)

ترجمہ: اللہ کی وحی کی پیروی کرو۔

☆ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی اصل کتاب و سنت ہے۔ لہذا اجتہاد بالرائے کا ان دونوں سے مشتق ہونا ضروری ہے اور یہ ان دونوں پر قیاس سے ہی ہو سکتا ہے اور جو شخص ایسی بات کہے جس کی اصل کتاب و سنت میں موجود نہ ہو تو اس نے زیادتی اور اتباع نفس سے کام لیا ہے۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جب کوئی مجتہد اجتہاد کرے اور استحسان سے کام لے تو وہ اجتہاد اصل قائم نہیں ہے بلکہ اس نے اپنی خواہش سے ایک نئی چیز پیدا کی ہے۔ جس کی اتباع سے اسے منع کیا گیا ہے۔ لہذا اگر وہ کتاب و سنت کی بنا پر جن کی اتباع واجب ہے کوئی نیا طریقہ ایجاد کرتا ہے۔ تو وہ اس چیز سے کہیں بہتر ہے۔ جو وہ اپنی خواہش سے پیدا کرے جس کی پیروی سے اسے منع کیا گیا ہے۔ تو جب کتاب و سنت کی اتباع واجب ہے اور اتباع نفس جائز نہیں ہے۔ تو اجتہاد و استحسان کی اساس بھی اگر وہ سنت پر نہ ہوگی تو وہ نفس کی پیروی سمجھی جائے گی اور اس کا وبال بھی اس پر عائد ہوگا۔“ (کتب الامام جلد ۶ ص ۲۰۲)

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب البيوع، رقم الحديث 2190، صحيح مسلم، رقم الحديث 1541، سنن

ابی داؤد، رقم الحديث 3364، سنن الترمذی، رقم الحديث 1301، مسند احمد 2/3-5-237)

مجتہد کی شرائط:

امام شافعی رحمہ اللہ ہر شخص کو قیاس کی اجازت نہیں دیتے بلکہ وہ مجتہد کو چند شروط کا پابند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شرط بمنزلہ آلہ قیاس کے ہے جن کا ہر مجتہد میں پایا جانا ضروری ہے۔ وہ شروط حسب ذیل ہیں۔

(۱) عربی زبان کا ماہر ہو کیوں کہ شریعت اسلامیہ کا تمام ذخیرہ اسی زبان میں ہے۔ لہذا ہر مجتہد کے لیے عربی زبان کا ماہر ہونا ضروری ہے۔

(۲) احکام قرآنی یعنی قرآن کے فرائض و آداب، مانح و منسوخ، عام و خاص اور ارشادات کا عالم ہو۔

(۳) سنن تاویل اور امت کے اجماع و اختلافات کو خوب سمجھتا ہو۔

(۴) عقل سلیم اور حسن تدبیر کی صلاحیت رکھتا ہو تاکہ ہم باہم مشتبہ احکام میں امتیاز اور تثبت کر سکے۔ (امام شافعی ص ۴۴۵)

ان اصولوں کے لحاظ سے محدثین نے مجتہد کے دو درجے رکھے ہیں۔ مجتہد مستقل اور مجتہد منسوب مستقل..... مجتہد مستقل وہ ہے جو اور مجتہدین سابقین سے تین باتوں میں امتیاز رکھتا ہو۔ یہ کہ وہ بالاکسی پیشرو کے اثر کے اصول و قواعد کا استنباط خود کرتا ہوں۔

(۱) احادیث اور آثار کو جمع کرے اور ان باہمی اختلافات سے صحیح نتیجہ پر پہنچے، جو قابل ترجیح ہوں ان کو ترجیح دے۔ جو قابل تطبیق ہوں ان میں تطبیق پیدا کرے اور جن میں احتمالات ہوں ان کو نمایاں کر دے۔

(۲) وہ دور حاضر اور دور ماضی کے مسائل میں موافقت پیدا کر کے ایسے اصول وضع کرے جو حد امکان مستقبل بعید تک کامیاب ہو سکیں۔ (سیرت امام شافعی ص ۴۴۴)

ان شروط کے علاوہ امام شافعی رحمہ اللہ مجتہد کی چند ضروری طریق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جن کا اسے کاربند رہنا چاہیے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ”مجتہد کو چاہیے کہ اپنے مخالف سے بھی سماعت کرے کیوں کہ اس کی وجہ سے بعض اوقات انسان اپنی غفلت پر متنبہ ہو جاتا ہے اور جس چیز کو صحیح سمجھتا ہے اس میں زیادہ مثبت ہو جاتا ہے اور اسے چاہیے کہ اس انتہائی جدوجہد اور انصاف سے کام لے تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ اس کے قول کا مآخذ اور ترک کی وجہ کیا ہے اور اس کے اختیار کردہ مسلک کو متروک پر کیا فضیلت ہے۔“ (الرسائل ص ۵۵۷/۵۵۸ امام شافعی ص ۷۰۶) اس کے

علاوہ ”الام“ میں ”کتاب ابطال الاستحسان“ کے تحت امام شافعی رحمہ اللہ کے مناظرات مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک مناظرہ میں انہوں نے مجتہد کے اوصاف میں نہایت قیمتی باتیں کی ہیں جن کی جود تعبیر اور تفکیر و تمثیل کے احکام و سد ادکی وجہ سے ہم اسے بعینہ نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”مفتی کے لیے ایسی صورت میں فتویٰ دینا جائز ہے۔ جب کہ وہ کتاب و سنت کا ماہر ہو۔ قرآن کے ناخ و منسوخ، خاص و عام اور آداب کا عالم ہو۔ اہل علم کے قدیم و جدید اقوال سے واقف کار ہو۔ عربی زبان کا عالم اور صاحب عقل ہو، تاکہ مشتبہ صورتوں میں امتیاز کر سکے اور قیاس کی حقیقت کو سمجھ سکے۔ اگر ان اوصاف میں سے کوئی ایک و صف بھی اس کے اندر موجود نہ ہو تو اسے قیاس اور اجتہاد سے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اصول دین کا عالم بھی ہو۔ مگر وہ قیاس کے تقاضوں سے واقف نہ ہو تو ایسے شخص کو مسند افتاء پر بٹھانا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر وہ قیاس کا عالم ہو۔ مگر اصول کا ضوابط نہیں ہے تو اسے بھی قیاس و اجتہاد کا مکلف بنانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس شخص کی مثال اندھے کی سی ہے۔ جسے اپنی دائیں اور بائیں کی بھی خبر نہیں ہے۔ تو آپ اسے دائیں اور بائیں بتا کر راستہ پر چلنے کی تکلیف کی طرح دے سکتے ہیں۔ اگر ایسا شخص کسی راستہ پر چلے گا بھی تو منزل مقصود تک نہیں پہنچے گا۔ یا اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی شخص کو جو بازار کے نرخ سے ناواقف ہے۔ کسی غلام کی قیمت لگانے کے لیے کہا جائے یا آپ معمار کو کسی چیز کی سلائی کا اندازہ لگانے پر مقرر کر دیں یا درزی کو کسی عمارت کی قیمت لگانے کے لیے کہیں پھر اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ وہ لوگ بھی حکم اور فتویٰ دیتے رہتے ہیں۔ جو ان صفات کے حامل اور جامع نہیں تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اسے لوگوں کے احکام اور فتاویٰ کو جانچ چکا ہوں چنانچہ میں نے دیکھا ہے کہ ان کے اندر بہت سا تضاد پایا جاتا ہے اور ہر فریق اپنے حکم اور فتویٰ میں دوسرے کو خطا کا ٹھہراتا ہے۔“

استحسان

استحسان کی تعریف:

ہر وہ اجتہاد جو کتاب و سنت، اثر و اجماع یا قیاس پر مبنی نہ ہو استحسان کہلاتا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں مجتہد کسی دلیل یا دلالت النص کی رو سے فیصلہ نہیں کرتا بلکہ جسے مستحسن خیال کرتا ہے

اس کے مطابق فتویٰ دے دیتا ہے۔ (کتاب ابطال الاستحسان/ کتاب اجماع/ الرسالہ وغیرہ/ امام شافعی ص ۴۳)

استحسان کی اقسام:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے ”کتاب الام“ اور ”الرسالہ“ میں گوکہ استحسان کے ابطال (باطل قرار دینا) پر بحث کی ہے۔ مگر پھر بھی ابطال کی مد میں اس کی چھ اقسام وضع کی ہیں:

۱۔ استحسان بالنص:

قرآن پاک میں ہے:

☆ اَيُّ حَسْبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ○ (القائد: ۵۵)

ترجمہ: ”کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ سستا چھوٹ جائے گا اس سے کچھ باز پرس نہ ہوگی؟“

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن باتوں کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے ان میں سے میں نے کوئی بات نہیں چھوڑی مگر اس کا حکم دے دیا ہے اور جن باتوں سے منع کیا ہے وہ بھی میں نے تمہارے سامنے بیان کر دی ہیں اور روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام نے میرے دل میں القا کیا ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے لہذا تمہیں چاہیے کہ بہتر طریق سے روزی طلب کرو۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے لزوم (لازم) جماعت کا حکم دیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ سے علیحدگی اختیار نہ کرو۔

پس مذکورہ بالا آیت اور دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شریعت اسلامیہ کے تمام احکام بیان فرمادیے ہیں اور اللہ کے اوامر و نواہی میں سے کوئی چیز ترک نہیں کی۔ آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جو باتیں اور اوامر و نواہی سے متعلق ہیں۔ ان میں سے کوئی بات بھی جس کا تعلق مسلمانوں کے معاشرہ سے ہے ترک نہیں کی۔ ہر چیز اللہ نے نص یا اشارۃ النص سے بیان فرمادی ہے۔ لہذا اجتہاد بھی انہی چیزوں سے ہو سکے گا۔ جو نص سے ثابت ہیں یا ان کو نصوص پر قیاس کیا گیا ہے۔ ورنہ بیان کا نقص ہونا لازم آئے گا۔ پس معلوم ہوا کہ اجتہاد بالاستحسان باطل ہے۔

۲۔ استحسان بالاجماع:

قرآن کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن پر صرف کتاب و سنت کی اتباع

واجب ہے اور ان کے سوا دوسری چیزوں کی اتباع سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

- (۱) أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (النساء: ۵۹)
- (۲) اتَّبِعْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (الانعام: ۶)
- (۳) مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: ۸۰)
- (۴) وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر: ۵۹)
- (۵) وَ أَنْ أَحْكُمَ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ (المائدة: ۵۹)

لہذا جو چیز بھی کتاب و سنت میں نص و دلالت، اجمال و تفصیل سے کلی یا جزئی طور پر بیان کی گئی ہے۔ وہی واجب الاتباع ہے۔ قیاس کتاب و سنت کی اتباع سے خارج نہیں ہے۔ کیونکہ کتاب و سنت کے کسی مد پر حملہ کرنے کا نام قیاس ہے اور اجماع کی حجت سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ لہذا اس کا اتباع عین سنت کی اتباع ہے۔ مگر استحسان ان میں سے کسی کے ساتھ بھی ملتی نہیں ہے۔ لہذا اس پر عمل کرنا کتاب و سنت پر زیادتی کے مترادف ہے۔

۳۔ استحسان بالعرف:

رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے تھے اور نہ امور شریعت میں سے کسی امر میں استحسان سے فتویٰ دیتے تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روبرو کوئی معاملہ درپیش ہوتا اور اس کے متعلق قرآن میں کوئی حکم مذکور نہ ہوتا تو وحی الہی کا انتظار کرتے اور استحسان سے کبھی فتویٰ نہ دیتے تھے..... چنانچہ اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی (ثعلبہ بنت خولہ رضی اللہ عنہا) نے آستانہ نبوت ﷺ پر حاضر ہو کر اپنے خاوند کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔ (۱)

حتیٰ کہ اس کے متعلق مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ الَّذِينَ

۱۔ (مسند احمد 6/46، سنن ابن ماجہ، کتاب السنة، رقم الحديث 188، سنن النسائی، کتاب الطلاق، رقم الحديث 3490، تفسیر ابن کثیر تحت سورة المجادلة، آیت نمبر 1، صحیح بخاری، کتاب التوحيد، رقم الحديث 7386 تعلیقاً)

يُظْهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ امَّهَاتُهُمْ إِنَّ امَّهَاتِهِمْ إِلَّا الَّتِي
وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ
لَعَفُوفٌ غَفُورٌ ۝ وَالَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ نِسَاءِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا
قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَآ سَادْلَكُمْ تُوَعِّظُونَ بِهِ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ شَهْرَيْنِ
مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَآ سَا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فِاطْعَامَ سِتِّينَ
مِسْكِينًا ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ
وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

ترجمہ: اے (پیغمبر ﷺ) جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث و
جدل کرتی اور خدا سے فریاد کرتی تھی۔ خدا نے اس کی التجاس لی اور خدا تم
دونوں کی گفتگوں رہا تھا اور کچھ شک نہیں کہ خدا استننا اور دیکھتا ہے جو لوگ تم
میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں۔ وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں
ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے۔ بے شک وہ
نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور خدا بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا
ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر
لیں تو (ان کو) ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضروری)
ہے۔ مومنو اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ خدا
اس سے خبردار ہے۔ جس کو غلام نہ ملے وہ مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے
کے روزے رکھے۔ جس کو اس کا بھی مقدور نہ ہو جو اس کی طاقت نہ رکھے
اسے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہیے یہ حکم اس لیے (ہے) کہ تم خدا اور
اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار بن جاؤ۔ یہ خدا کی حدیں ہیں اور نہ
ماننے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(۵۸: ۴۲-۴۱)

تو جب رسول اللہ ﷺ نے استمنان سے فتویٰ نہیں دیا بلکہ وحی کا انتظار کرتے رہے

اور رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں تو ہمارے لیے استحسان سے فتویٰ دینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ اس طرح جب عویر عکلائی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حضور آکر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ حتیٰ کہ آیت لعان نازل ہوئیں۔ (۱) (کتاب الام جلد ۷: ص ۲۷۱/امام شافعی ص ۴۳۴)

۴۔ استحسان بالضرورة:

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ کے پاس موجود نہ ہوتے اور استحسان سے فتویٰ دیتے تو رسول اللہ ﷺ اُسے ناپسند کرتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کوئی فوج کا دستہ روانہ کرتے تو اسے اللہ کے رسول ﷺ اور امیر کی اطاعت کا حکم دیتے بشرطیکہ امیر اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا فرماں بردار ہے۔ پھر اگر ان سے اس قسم کے افعال بھی سرزد ہوتے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے اظہار اسلام کیا مگر صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھ کر اُسے قتل کر ڈالا کہ جان بچانا چاہتا ہے۔ (۲) (کتاب الام جلد ۶ ص ۲۰۵) پھر رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو رسول اللہ ﷺ برہم ہوئے تو اگر نض یا قیاس صحیح پر اعتماد کے بغیر اجتہاد (بالاستحسان) جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ مصالحت سے کام لیتے اور گمان کرتے کہ یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔ (گویہ استحسان بالضرورة تھا)

۵۔ استحسان بالمصلحت:

استحسان کا کوئی ضابطہ مقرر نہیں ہے۔ جس سے حق و باطل میں امتیاز نہ ہو سکے تو اگر ہر حاکم اور مفتی یا مجتہد کو نض نہ ملنے پر استحسان کی اجازت دے دی جائے تو لوگ حدود سے تجاوز کرنے لگیں گے اور ہر واقعہ میں اختلاف رونما ہونے لگے گا اور وجہ صواب اور حق کی معرفت کا کوئی

۱۔ (صحیح بخاری، کتاب الطلاق، رقم الحدیث 5308، 4745، صحیح مسلم، کتاب اللعان، رقم الحدیث 3743، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 2248-2249، سنن النسائی، رقم الحدیث 3402، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 2066)

۲۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث 4019-6865، صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم الحدیث 274-275-276، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، رقم الحدیث 2644، تحفۃ الاشراف: 1154)

طریق باقی نہیں رہے گی۔ (کتاب الامجدہ ص ۲۷۳) یہاں پر امام شافعی رحمہ اللہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ قیاس میں بھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر آپ اسے جائز کیوں سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ قیاس میں اگر اختلاف ہوتا ہے تو وہ معمولی نوعیت کا ہوتا ہے۔ نیز قیاس کی بنیاد حکم منصوص اور غیر منصوص کے مابین اوصاف کے تشابہ ہے اور وہاں ایسے ضوابط موجود ہیں۔ جن کے تحت فیصلہ ہو سکتا ہے اور اتفاق ممکن ہے۔ مگر استحسان کے متعلق تو کوئی بھی ضابطہ مقرر نہیں ہے۔ جس کی طرف اختلاف کے وقت (مصلحتاً) رجوع ہو سکتا ہو اور اس کے پیش نظر اختلاف ختم ہو سکتا ہو۔

۶۔ استحسان بالقیاس الحشی:

اگر استحسان ایک عالم دین کے لیے جائز ہے۔ تو کتاب و سنت اور طرق قیاس کا ماہر ہو تو جن لوگوں کے پاس کتاب و سنت کا علم نہیں ہے اور نہ وہ اجماع و اختلاف اور قیاس کو جانتے ہیں۔ ان کے لیے بھی جائز ہونا چاہیے کیوں کہ استحسان کی بنیاد عقل پر ہے اور عقل میں کتاب و سنت کا عالم اور غیر عالم دونوں برابر ہیں۔ بعض لوگ تو علماء پر بھی عقل و فکر میں فوقیت رکھتے ہیں اور ان میں نظر و فکر کی صلاحیتیں علماء سے زیادہ ہوتی ہیں۔ (امام شافعی ص ۴۳۵)

جیت استحسان:

اس سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک دلیل جس سے استحسان کا ثبوت مل سکتا ہے یہ پیش کی ہے کہ ایک مرتبہ اثنائے سفر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مردہ مچھلی مل گئی اور انہوں نے اسے کھالیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو برقرار رکھا۔ (۱) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے معاملہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر فرمایا چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا فیصلہ دیا۔ (۲) اگر استحسان جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برقرار نہ رکھتے اور نہ سعد

- ۱۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث: 4361، صحیح مسلم، کتاب الصيد و الذبائح، رقم الحدیث: 4999-93، سنن النسائی، رقم الحدیث 4363، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 384، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2475، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 4159)
- ۲۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث: 4121-3804، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسير، رقم الحدیث: 4596، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 5215، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، رقم الحدیث: 4695)

بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر فرماتے چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ ان دونوں حدیثوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اگر یہ کہا جائے کہ بنی قریظہ کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو فیصلہ کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے اپنی رائے سے فیصلہ دیا اور یہ فیصلہ کسی اصل پر مبنی نہیں تھا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مردہ مچھلی کھائی اور رسول اللہ ﷺ سے جب انہوں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا کچھ گوشت باقی بھی بچا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درست ہونے کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا تھا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب کوئی اظہار خیال کرتا اور رسول اللہ ﷺ اسے صحیح سمجھتے تو اس کی تصدیق فرما دیا کرتے تھے۔ تو اس اجازت کا مطلب یہ ہے کہ کام برحق ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس کا اس طرح اظہار رائے کتاب و سنت پر مبنی نہ ہو۔ وہ ہمیشہ صحیح نہیں ہوتی۔ بلکہ کبھی غلط ہوتی ہے اور کبھی صحیح بھی ہوتی ہے۔ اس جواب کا منشا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے فعل یا سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو صحیح قرار دینا اس لیے تھا کہ حق کے مطابق تھا اور اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ ﷺ نے کتاب و سنت کے کسی اصل کے بغیر اجتہاد کی اجازت دی ہے۔ مچھلی کے مسئلہ میں توجیز واضح ہے مگر سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ کچھ بحث طلب ہے۔ کیونکہ بنی قریظہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے تمام معاملہ سعد رضی اللہ عنہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا تھا کہ اپنی پسند کے مطابق فیصلہ کریں۔ اس میں صرف سعد رضی اللہ عنہ کی رائے کی تفویض ہی نہیں ہے بلکہ سعد رضی اللہ عنہ کے اپنی رائے میں صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تفویض سے قبل سعد کی رائے کے متعلق یقین ہو گیا تھا کہ وہ یہ فیصلہ کریں گے اور تفویض صرف الزام حکم کیلئے تھی۔“

امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں استحسان کی حیثیت:

حاصل بحث یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ احکام شرعیہ کے استدلال کے سلسلہ میں صرف

انہی امور پر اعتماد کرتے ہیں۔ جن کا استناد کتاب و سنت کی طرف ہو اور وہ نصوص سے ثابت ہوں۔ اگر کہیں نص صریح یا نص موول موجود نہ ہو تو اشیائے منصوصہ سے صفات و معانی کا استخراج کرنے کے بعد غیر منصوص حکم کو ان میں سے اقرب الی الوصف یا جس کے ساتھ اشتراک معنوی ہوگا۔ اس کے ساتھ ملحق کیا جائے گا۔ لہذا یہ استخراج واجتہاد لفظی مادی ہے اور ذوق اور وجدان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے کہ امام شافعی رحمہ اللہ شریعت میں فہم شخصی کو غیر معتبر سمجھتے ہیں اور موضوعی مادی فہم کا اعتبار کرتے ہیں اور ”ابطال استحسان“ کے سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے پیش نظر یہی اصول ہے۔

چنانچہ کتاب ابطال الاستحسان میں بحث کا آغاز اس نقطہ سے کرتے ہیں کہ شرعی احکام کی بنیاد صرف ظواہر پر ہے اور آخر میں ختم بھی اسی نقطہ پر ہی کرتے ہیں۔ ابطال الاستحسان کے شروع میں فرماتے ہیں کہ

”اللہ عزوجل نے دنیا میں تمام احکام کی بنا ظاہری دلائل پر رکھی ہے کہ محکوم علیہ کے ظاہر کے مطابق فیصلہ کریں اور اس سے تجاوز نہ کریں۔“

پھر اس بحث کے اختتام پر لکھتے ہیں:

”اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے احکام سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام کے لیے ظن و تخمین سے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے نہ اہ اسی پر کتنے ہی قریبی دلائل اس کے پاس موجود کیوں نہ ہوں۔ فیصلہ صرف اسی شہادت کے مطابق کرنا چاہیے جو مدعا علیہ پر قائم کی جائے یا وعدے یا امر کا اقرار کرتا ہو جیسے اللہ عزوجل نے اپنے احکام کی بنیاد ظواہر پر رکھی ہے۔ اسی طرح قاضی کو بھی اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ ظاہری حالت کے مطابق فیصلہ کرے مثلاً اللہ عزوجل نے کفر کی وجہ سے ن مباح کیا ہے نہ اہ زباں سے ہی اس کا اظہار کیوں نہ ہو لہذا ظاہری حالت کو چھوڑ کر دلائل کی رو سے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔“ (کتاب الام ۲۰۷)

استحسان پر بحث کے آغاز اور اختتام میں امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ شریعت کا مدار ظواہر پر ہے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ شریعت کی تفسیر میں امام شافعی رحمہ اللہ مادی اور ظاہری پہلو کو دیکھتے ہیں اور استحسان کے ذریعہ استخراج احکام کو باطل قرار دیتے ہیں۔ وہ استحسان کو ایک شخصی رائے سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے لہذا یہ استخراج احکام کا مبداء نہیں بن سکتا اور نہ اس سے اخذ

جائز ہے۔ اس لیے امتحان کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”انما الاستحسان تلذذ“ کہ امتحان تو ایک طرح کی ذہنی لذت ہے۔ تسہیل الوجیز میں امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے یوں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کا انکار کیا ہے بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جس نے امتحان کیا ہے اس نے نئی شرح ایجاد کی (الرسالہ: ۲۸۲-۷۵)

بلاشبہ امام شافعی رحمہ اللہ اجتہاد بالاستحسان کو ممنوع سمجھتے تھے اور اسے ادلہ شرعیہ اور طرق استنباط میں شمار نہیں کرتے تھے مگر انہوں نے اس چیز کی وضاحت نہیں کی کہ وہ کس قسم کے امتحان کی نفی کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کے بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ استدلال کو کتاب و سنت اجماع اور قیاس میں منحصر مانتے ہیں اور صحابی رضی اللہ عنہ کی تقلید کو جائز خیال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو بھی طریق استدلال ہے۔ وہ ان کے نزدیک امتحان ممنوع ہے۔

استصلاح (مصلح مُرسِلہ)

تعریف:

استصلاح اور مصلحت کا معنی نفع دینا اور خرابی دور کرنا۔ استصلاح کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ مصلح معتبرہ:

وہ مصلح جن کا شارع نے اعتبار کیا ہے اور انہیں معتبر بناتے ہوئے بطور شرع نافذ کیا ہے۔ مثلاً دین، نفس، عقل، عزت و آبرو اور مال کی حفاظت۔ دین کی حفاظت کے لیے جہاد، نفس کی حفاظت کے لیے قصاص، عقل کے لیے حد شراب، عزت کے لیے حد قذف اور حد زنا..... اور مال کی حفاظت کے لیے چوری کی حد مقرر کی ہے۔ تو اس لحاظ سے شارع نے ایسے احکام دیے ہیں جن کے ذریعے ان مصلح تک رسائی ہو سکتی ہے اور شارع نے ان چیزوں کی حفاظت کے لیے بطور مصلحت یہ احکام نافذ کیے ہیں۔

۲۔ مصلح ملغاة (باطل مصلحتیں):

ایسی مصلح جنہیں شریعت نے نہ تو شرعی احکام شمار کیا ہے اور نہ ہی ان کا اعتبار کیا ہے۔ مثلاً کسی نے یہ کہا کہ وراثت میں مذکر اور مونث کو مساوی قرار دیا جائے۔ شریعت نے اسے

رہ کر دیا اور فرمایا کہ وللذکر مثل حظ الانثیین اور دیگر بہت سی مثالیں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مصالِح مغلغاة پر احکام کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں ہے۔

۳۔ مصالِح مرسلہ:

ایسی مصالِح جن کے بارے میں کوئی شرعی نص موجود نہیں ہے۔ یہ مصالِح مرسلہ ہیں ان میں نفع کے پائے جانے اور نقصان کو دور کرنے کی مصلحت کو سامنے رکھا جاتا ہے مثلاً مصلحت نے تقاضا کیا کہ قرآن کو جمع کیا جائے۔ احادیث کی کتابیں لکھی جائیں مصلحت کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے قتل پر پوری جماعت کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (اصول الوجیز: ۱۱۲)

حجیت استصلاح:

امام شافعی رحمہ اللہ استصلاح کو حجیت مانتے مگر ساتھ ہی یہ شرط عائد کرتے تھے کہ وہ مصالِح ان مصالِح سے مشابہ ہوں جو نص و اجماع سے ثابت ہیں۔ پھر جب امام شافعی رحمہ اللہ کے ”الرسالہ“ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس میں ذرا وسعت پاتے ہیں۔ قرآن کی رائے میں امام شافعی رحمہ اللہ بھی دوسرے ائمہ کی طرح مصلحت مرسلہ سے کام لیا کرتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کیوں کہ فقہ کی اکثر کتابوں میں امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق مذکور ہے کہ وہ استنباط مسائل میں مصالِح مرسلہ سے کام لیا کرتے تھے۔ چنانچہ مصالِح مرسلہ کے بارے میں علماء کا اختلاف نقل کرتے ہیں۔

استصلاح کے بارے میں تین گروہ:

مصالِح مرسلہ کے بارے میں فقہاء کے تین گروہ ہیں:

- (۱) ایک گروہ مصالِح مرسلہ کو مطلقاً غیر خیال کرتا ہے۔ ابن الحاجب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہی مذہب مختار ہے اور آمدی رحمہ اللہ اس مسلک کے فقہاء کا متفقہ مسلک قرار دیتے ہیں۔
- (۲) دوسرا گروہ اسے مطلقاً حجت تسلیم کرتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے بھی یہی مشہور ہے اور امام الحرمین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ابن الحاجب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہے۔ یہ بات امام الحرمین نے بھی کی ہے۔ وہ مصالِح، مصالِح معتبرہ کے مطابق ہوں۔

(۳) تیسرا مسلک امام غزالی رحمہ اللہ کا ہے اور اسی کو بیضاوی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے کہ اگر وہ مصلحت ضروری قطعی اور کلی ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے گا ورنہ غیر معتبر سمجھی جائے گی۔ (اصول الامنی بر حاشیہ تحریر ۱۱۳:۲) بقول اسلوی ابن الحاجب اور امام الحرمین دونوں امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ مصالح مرسلہ کو تسلیم کرتے تھے۔ مگر امام الحرمین یہ کہتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ مصالح شارع کی بیان کردہ مصالح کے ساتھ مشابہت رکھتی ہوں۔

التحریر لابن الھمام اور اس کی شرح میں مصالح مرسلہ کے متعلق لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ مصالح کا اعتبار کرتے تھے۔ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ مصالح کو اصولی طور پر مانتے تھے۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ اس کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کے ہم نوا نہیں ہیں۔ وہ مصالح کے بارے میں افراط و غلو سے کام نہیں لیتے تھے۔ ان کا مسلک یہ تھا کہ جو مصالح شارع کی اعتبار کردہ مصالح کے مشابہ ہوں اور احکام ثابتہ کی طرف مستند ہوں وہ شرعاً معتبر ہیں۔ امام الحرمین نے بھی یہی مسلک اختیار کیا ہے۔

(التحریر بشر ۱۵۰:۳)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ سے یہی مسلک نقل کرتے ہیں اور اسے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے اوصاف علم و فن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بلاشبہ اللہ اس امت کے فائدے کے لیے ہر سو سال کے سر پر ایک شخص کو بھیجا کرے گا جو اس کے دین کے معاملے کی اس کے لیے تجدید کیا کرے گا۔ (۱) بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پہلی صدی کے سر پر آئے اور امام شافعی رحمہ اللہ دوسری صدی کے سر پر آئے اور ابو داؤد طیالسی فرماتے ہیں کہ ہم سے جعفر بن سلیمان نے عن نصر بن حمید الکندی أو العبدی عن الجارود عن ابی الاحوص عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریش کو سب و شتم نہ کرو بلاشبہ ان کا عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔ اے اللہ! جب تو ان کے اولین کو عذاب اور وبال کا مزہ چکھائے۔ تو ان کے آخرین کو بخشش کا مزا چکھا۔ (۲)

اور ابو نعیم عبد الملک بن محمد اسفرائینی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صرف محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ پر منطبق ہوتی ہے۔ (تاریخ ابن کثیر ۶: ۶۱۰-۶۱۵)

علی بن محمد الجرجانی نے امام شافعی رحمہ اللہ کی علمی وسعت کے بارے شعر کہا:

مثل الشافعی فی العلماء

مثل البدر فی نجوم السماء

ترجمہ: ”امام شافعی رحمہ اللہ کی مثال علماء میں اس طرح ہے جس طرح چودھویں کے چاند کی مثال ستاروں میں ہے۔“

۱- (سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، رقم الحديث: 4291، المستدرک للحاکم، 522/4، رقم

الحديث: 8592، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، رقم الحديث: 247)

۲- مسند ابی داؤد للطیالسی، 159/1، رقم الحديث: 307، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، 295/6،

65/9، تاریخ بغداد، 60/2، تاریخ دمشق لابن عساکر 817/14، من طرق عن جعفر بن

ابی عاصم، رقم الحديث: 1540، 1522، کتاب الضعفاء للعقيلي 289/4)

علم اللغت :

ماہر علم اللغت امام ابو منصور الازہری نے اعتراف کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اس علم میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ مشکلات الفاظ کے حل اور شرح میں یکتا ہیں اور کتاب اللہ کے مطالب کو کھولنے میں یگانہ روزگار ہیں۔ ابو بکر محمد بن الحسین بن درید الازدی نے ایک قصیدہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی تعریف یوں کی:

الم تر آثار ابن ادريس بعده
دلالتها في المشكلات لوامع
لرائي ابن ادريس ابن عم محمد
ضياء. اذا ما ظلم الخطب صاعد
فمن بك علم الشافعي امامه
فمرتفعة في ساحة العلم واسع

اور صاحب کشف نے یوں کہا:

اس میں جھول نہیں کہ وہ علم لغت میں درجہ عالیہ پر تھے اور ان کا رتبہ علم العربیہ میں بلند ہے۔

علم نجوم:

نجوم کی طرف دھیان رکھتے تھے۔ پس ایک دن بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک عورت جو آپ کے پاس آئی اور اپنا حال دریافت کیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بلند ہونے والے ستارے کو دیکھا اور کہا کہ عورت نے جو بچہ جنم دیا مر جائے گا۔ پس اسی طرح ہوا۔ بعد ازاں علم نجوم سے اعتراض کی قسم کھائی کہ کبھی نہ ستارے کی طرف دیکھیں گے اور بعد ازاں کتب علم نجوم کو دفن کر دیا۔

(مناقب الشافعی للرازی ۲۴۱)

علم الکلام:

یونس بن عبد الاعلی کہتے ہیں کہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس آیا کہ علم الکلام کے بارے میں استفسار کروں۔ تو امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا اللہ ہر بندے کو آزماتا ہے اور بہتر ہے علم کلام

کی بجائے آدمی ان تمام چیزوں میں آزمایا جائے جو منع ہیں ماسوا شرک کے۔ (مناقب الشافعی للرازی: ۲۳۱) ابو ثور کہتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ علم الکلام کی چادر اوڑھنے والے نے کبھی فلاح نہیں پائی۔ ربیع مرادی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل کلام ایک دوسرے کے ساتھ کفر اور غلطیاں کرتے ہیں اور ایسی غلطیاں جو کفر سے کم نہیں۔ حسن بن محمد زعفرانی اور یونس بن عبدالاعلیٰ مصری کی روایتیں ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ علم کلام میں شغف رکھنے والوں کو لکڑیوں سے پیٹا جانا چاہیے کہ اس بنا پر اہل بدعت ایک دوسرے کو جواز فراہم کرتے ہیں۔ (مناقب الشافعی للرازی ص ۱۰۲)

ایک جگہ فرمایا:

”امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جو شخص علم الکلام سے محبت رکھے گویا اس نے امام شافعی رحمہ اللہ کے علم پر طعن کیا۔ (مناقب شافعی للرازی ص ۱۰۲) حسن بن محمد زعفرانی سے روایت ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل کلام کے بارے میں کہ ان کو کوڑے سے مارو پھر انہیں اونٹوں پر باندھا جائے اور گھمایا جائے یہی بدلہ ہے کتاب اللہ کو چھوڑنے کا۔ (مناقب شافعی للرازی ص ۹۹) ربیع سے روایت ہے کہ شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر آدمی حکماً وصیت کرے کہ کوئی علم لکھو تو وہ علم الکلام لکھنے کا بھی کہے تو اس کو وصیت میں درج نہ کروں کیوں کہ یہ علم سے نہیں ہے۔ اگر اہل علم کی بات بھی علم الکلام سے متعلقہ ہو تو بھی نہ لکھا جائے..... اگر لوگ جان لیں کہ علم الکلام میں کیا سزا ہے تو وہ اس کو چھوڑ کر ایسے بھاگ جائیں جیسے لوگ شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہیں۔“ (ایضاً: ۱۰۰)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ علم الکلام میں شوق نہیں رکھتے تھے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے علم کلام سے امام شافعی رحمہ اللہ کے بغض و کدورت کی جو توجیہ کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ چونکہ علماء کی اذیت رسانی پر خلفاء کو آمادہ کرنے والے معتزلہ تھے اور یہی مستحکم بھی تھے۔ اس وجہ سے وہ دونوں سے بہتر ہو گئے تھے۔

اسماعیل بن یحییٰ مزینی روایت کرتے ہیں:

”ہم لوگ امام شافعی رحمہ اللہ کے گھر پر موجود تھے اور علم الکلام کے بارے میں ایک دوسرے سے مناظرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں شافعی رحمہ اللہ نکلے

اور ہماری بعض باتیں سن لیں۔ پھر وہ واپس چلے گئے لیکن فوراً ہی واپس آئے اور کہا میں اس لیے واپس چلا گیا تھا کہ میں نے سنا کہ تم لوگ علم الکلام کے بارے میں مناظرہ کر رہے ہو۔ کیا تم لوگ یہ گمان نہیں کرتے کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں لیکن میں اس سے ناواقف نہیں ہوں میں اسے بہت اچھی طرح حاصل کر چکا ہوں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس علم کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ جس چیز میں مناظرہ کرو اس میں دوسرے کے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہو کہ تم نے غلطی کی نہ یہ کہ تم نے کفر کیا۔“

بلاشبہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعی رحمہ اللہ اس علم سے اور مسائل کلام سے بہت اچھی طرح واقف تھے لیکن اسے ناپسند اس لیے کرتے تھے کہ مرد مومن اس میں الجھنے کے بعد ایک دوسرے کی غلطی کا نہیں بلکہ کفر کا اعلان کرنے لگتا تھا۔

یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ شافعی رحمہ اللہ علم الکلام سے واقف تھے۔ اس لیے کہ طلب معرفت کے لیے ہر دروازہ کھٹکھٹانا ان کی عادت میں داخل تھا اور شہر گھومے اور جو شخص اہل فرق و مذاہب سے مناظرہ و مناقشہ کرتا ہو۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ علم کا کوئی دروازہ نہ چھوڑے اور شافعی رحمہ اللہ جیسے مرد دانشمند سے یہ بات بعید تھی کہ وہ کسی ایسے امر سے منع کریں جس کے موضوع اور حقیقت سے واقف نہ ہوں۔ کیوں کہ کسی شے پر جب حکم لگایا جاتا ہے۔ تو اسی وقت جب اس کا تصور حاصل ہو اور یہ بات کس طرح مانی جاسکتی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ ایک علم سے لوگوں کو منع کریں حالانکہ اس کا تصور اور معرفت سے انہیں کوئی سروکار نہ ہو۔

علم طب:

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ علم دو ہیں۔ علم الابدان، علم الادیان

۱۔ علم الابدان وہ ہے جو علم طب سے متصل ہے۔

۲۔ علم الادیان وہ جو فقہ سے منسوب ہے۔

علم الابدان وہ ہے جو اعضاء و جوارح کی تکلیف پر بحث کرتا ہے اور اس پر سیر حاصل عملی کام کیا۔ فرمایا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے علم طب کو ضائع کر دیا اور نصف علم کا وارث یہود و نصاریٰ کو بنادیا۔ فرماتے تھے افسوس مسلمانوں نے علم طب کی تلاش و جستجو، اس کی تحقیقات اور اس کے اکتشافات سے اعراض کر لیا۔ اپنے زمانے کے اطباء میں امام شافعی فن طب میں ممتاز مانے

جاتے تھے۔

بعض اطباء سے روایت ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس ایک طبیب آیا جس کو من (موٹاپے) کا مرض تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے علاج شروع کیا اور کہا کہ میں بندہ ہوں اور اصلاح کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی۔ بعد ازاں عرصہ گزر گیا مگر اس کو موٹاپے سے شفا نہ ملی۔ دوبارہ آیا بحث و تجویز ہوئی اور دوا دی۔ کہا کہ اللہ شفا دے گا۔ پھر عرصہ تک فرق نہ پڑا دوبارہ آیا۔ تو کہا کہ یہ جھوٹا ہے پس کہا طبیب صرف دوا دیتا ہے اللہ اصلاح کرنے پر قادر ہے۔ میں اللہ سے زیادہ علم نہیں رکھتا اور لیکن میں قلیل علم رکھتا ہوں۔ (مناقب شافعی لکھنؤ ۳۲۶) (بالآخر وہ صحت مند ہو گیا اور موٹاپا کی مرض سے اکتفا ہوا)

جب امام شافعی رحمہ اللہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے پیش کیے گئے تو انہوں نے

پوچھا۔

”طب کا علم بھی جانتے ہو؟“

امام شافعی رحمہ اللہ نے جواب دیا..... ہاں میں جانتا ہوں..... ارسطو بقراط جالینوس، قرقور یوس اور ابو قلیس نے اپنی زبان میں کیا کچھ کہا ہے؟ کلو او اشربو او لاتسرفو..... کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں آدھی طب کا راز مضمر ہے۔

علم شعر:

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ پس اگر شعری کلام اعلیٰ ہو تو اعلیٰ ہے اور اگر قبیح ہو تو یہ علم بھی قبیح ہے۔ اس حدیث نبوی کے بیان میں کہ ان من الشعر حکمۃ اگر شعر علم و حکمت پر مشتمل ہو تو اشرف الکلمات میں سے ہیں۔ (مناقب شافعی لکھنؤ ۳۰۰)

علم فراست:

امام شافعی رحمہ اللہ کی فراست کی متعدد واقعات ابن حجر رحمہ اللہ نے ”تواریخ التائیس“ میں اور امام رازی رحمہ اللہ نے مناقب امام شافعی میں بیان فرمائے ہیں۔ ازاں جملہ یہ ہیں۔
امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد امام حمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ”میں اور امام شافعی رحمہ اللہ مکہ سے باہر چلے۔ اٹل میں ہم کو ایک شخص ملا۔ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے کہا، فراست سے بتائیے کہ اس شخص کا ذریعہ معاش کیا ہے۔ فرمایا یہ شخص بڑھئی یا درزی معلوم ہوتا ہے میں نے اس

شخص سے جا کر پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا پہلے بڑھئی کا کام کرتا تھا لیکن آج کل درزی کا کام کر رہا ہوں۔“

آپ خود فرماتے ہیں کہ میں یمن سے جب علم فراست کی تکمیل کر کے واپس ہو رہا تھا مجھے ایک قصبہ میں رات ہو گئی۔ میں متفکر تھا کہ کہاں ٹھہروں مجھے ابھری پیشانی اور نیلی آنکھوں والا شخص ملا جو اپنے گھر کے سامنے ٹہل رہا تھا۔ تجربہ کے لحاظ سے ایسے شخص کو ادنیٰ الطبع و حقیف الحركات ہونا چاہیے تھا۔ تاہم میں نے اس سے رات کے ٹھہرنے کے متعلق کہا۔ اس نے بڑے اخلاق سے گفتگو کی اور ایک اچھے مکان میں مجھے ٹھہرایا۔ کمرے میں خوشبو سلگائی اور میرے لیے پر تکلف کھانے کا انتظام کیا۔

سونے کے لیے لحاف و بستر بھی عمدہ موجود تھا۔ میرے گھوڑے کے لیے گھاس اور دانے کا انتظام کیا۔ میں اس کی مہمان نوازی اور شریفانہ اخلاق سے بے حد متاثر ہوا اور سوچنے لگا کہ فراست کے اعتبار سے یہ شخص بالکل برعکس ہے۔ یا تو یہ علم ہی غلط ہے اور یا یہ شخص مستقبل قریب میں کوئی حرکت ضرور کرے گا۔ صبح کو جب میں نے روانگی کا ارادہ کیا اور اپنے خادم سے کہا کہ سواری تیار کر لو۔ سواری تیار ہو گئی تو میں اس شخص کا بے حد شکر گزار ہوا اور میں نے کہا کہ اگر آپ کبھی مکہ مکرمہ تشریف لائیں تو ذی طویٰ میں محمد ابن ادریس کا مکان دریافت کر لیجئے گا اور وہیں تشریف لائیے گا۔ اس نے جواب دیا یوں تو اخلاق میں آپ کا نیاز مند ہوں مگر یہ تو فرمائیے کہ کیا آپ کی کوئی امانت میرے پاس نہ تھی۔ یا آپ نے مجھ پر احسان تو نہیں فرمایا تھا۔ میں نے کہا نہ میں نے آپ پر کوئی احسان کیا ہے اور نہ میری کوئی امانت آپ کے پاس تھی۔ اس نے کہا یہ تو فرمائیے کہ میں نے رات کو جو راحت و آرام پہنچایا آپ کے خادم کا کیا خیال کیا۔ سواری کے گھاس دانے کا انتظام کیا۔ آخر اس کا معاوضہ کہاں ہے۔ میں نے اس معاوضہ کی تفصیل دریافت کی اس نے ہر چیز کا معاوضہ بتایا۔ میں نے خادم سے اس کی بتائی ہوئی رقم دلوا دی پھر میں نے پوچھا۔ اب تو کچھ باقی نہیں ہے اس نے کہا صرف مکان کا کرایہ باقی ہے۔ میں نے وہ بھی دلویا اور مطمئن ہوا کہ واقعی علم فراست ”علم“ ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے محمد بن منذر بن سعید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ربیع مرادی رحمہ اللہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ایک شخص میرے پاس آیا۔ میں نے کہا کیا تم صنعا کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا لو ہاری کا کام کرتے ہو اس نے کہا ہاں۔ ربیع مرادی رحمہ اللہ کہتے ہیں، مسجد جامع میں میرا بھائی امام شافعی رحمہ اللہ کے سامنے

سے گزرا فرمایا ربیع یہ تمہارا بھائی ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ اس سے قبل آپ نے کبھی میرے بھائی کو نہیں دیکھا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسماعیل بن یحییٰ مزیٰ رحمہ اللہ کے ذریعہ سے روایت کیا ہے کہ میں مسجد جامع میں امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ تھا۔ اتفاقاً ایک آدمی آیا اور سوتے ہوئے آدمیوں میں سے کسی کو تلاش کر رہا تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ربیع مرادی رحمہ اللہ سے فرمایا۔ ربیع! جاؤ تو اور اس تلاش کرنے والے سے کہو کہ تمہارا جدی غلام جس کی آنکھ میں نقص ہے۔ کیا گم ہو گیا ہے۔ ربیع مرادی رحمہ اللہ نے اس شخص سے کہا۔ وہ ربیع مرادی رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ میرا غلام بتائیے کہاں ہے۔ فرمایا وہ تو قید خانے میں ملے گا۔ وہ قید خانے پہنچا وہاں وہ واقعی مل گیا۔ مزیٰ رحمہ اللہ نے امام صاحب سے عرض کیا آپ نے ہم کو حیرت میں ڈال دیا۔ فرمائیے تو یہی یہ ماجرا کیا تھا۔ فرمایا۔ یہ ڈھونڈنے والا جب مسجد میں آیا تو میں سمجھ گیا کہ کسی بھاگے ہوئے کو ڈھونڈ رہا ہے۔ پھر یہ اس حصہ میں گیا جہاں سیاہ فام سور ہے تھے اور میں نے بغور دیکھا کہ یہ بائیں آنکھ والوں پر گہری نظر ڈال رہا ہے۔ اس لیے میں نے سمجھ لیا کہ اس کا کوئی آنکھ کا عیب والا سیاہ فام غلام بھاگا ہے۔ میں نے ان باتوں کو سن کر آپ سے پوچھا کہ یہ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ قید خانہ میں ہے۔ فرمایا یہ میرا تجربہ ہے کہ غلام جب بھوکا ہوتا ہے تو وہ چوری کرتا ہے اور اگر پیٹ بھرا ہوتا ہے تو زنا کرتا ہے اس لیے میں نے سمجھ لیا کہ ان دونوں باتوں میں شے ایک ضرور ہے۔ چنانچہ یہی واقعہ نکلا۔ (سیرت امام شافعی ۶ ص ۲۵-۲۴)

فراست کی بنیاد پر مسلم بن خالد زنجی رحمہ اللہ نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت دی جبکہ ابھی بیس سال سے بھی کم عمر تھے۔ آپ نے محمد بن حسن رحمہ اللہ سے ایک اونٹ کے بوجھ کے قدر علم رکھا۔ ابن ابی حاتم نے ربیع مرادی رحمہ اللہ کے واسطے سے آپ کی اپنی روایت بیان کی ہے۔ فرط ذکاؤ اور سیلان ذہن کے باوجود آپ حافظہ کی تقویت کے لیے لوبان استعمال کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ آخر میں ایک سال نفث الدم کی مرض میں مبتلا رہے۔ (تذکرۃ النحطاء ۱: ۲۷)

علم تاریخ:

امام شافعی رحمہ اللہ میں یہ بھی خاصیت تھی کہ وہ تاریخ کے علم سے بھی مالا مال تھے۔ عموماً کوئی بھی محدث علم تاریخ سے ضرور آشنا ہوتا ہے کیوں کہ اس کی ہر سند کے پیچھے ایک سلسلہ تاریخ بھی پنہاں ہوتا ہے۔ تاریخ مرآت الجنان میں مذکور ہے۔ ”امام شافعی رحمہ اللہ علم تاریخ کو سب سے

زیادہ جاننے والے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ و امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ کے مناظرات کا تذکرہ ہارون الرشید تک پہنچا۔ ہارون الرشید نے آپ کو بلایا اور آپ سے قرآن، حدیث، لغت شعر و ادب اور طب کے متعلق (تاریخی) سوالات کیے آپ نے ہر بات کا مکمل جواب دیا۔ جب ہارون الرشید نے عربی ادب و لغت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے یہ جامع جواب دیا۔ ”عرب ہی کی خاک سے ہم پیدا ہوئے اور یہی زبان ہماری رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے اور یہی ہمارے باپ دادا کی زبان ہے۔“

علم المغازی:

امام شافعی رحمہ اللہ نے واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ کے بارے فرمایا۔ بعض علماء وقت سے مراد تیر اندازی لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے شروع عمر میں دو چیزوں کا قصد کیا تھا۔ علم رمی اور طلب علم فقہ کا تیر اندازی کے بارے کہا گیا بعد میں علماء سے پتہ چلا کہ قوۃ سے مراد تیر اندازی ہے جب میں ۲۰ سال کا ہوا تو میں نے رمی کو چھوڑ دیا اور کہا کہ تیر اندازی علم رمی سے زیادہ درجہ پر ہے۔ (مناب الثانی للرازی ص ۳۲۹) آپ قبیلہ قریش میں سب سے زیادہ ماہر تیر انداز تھے۔ اگر دس تیر بھینکتے تو دس کے دس ہی نشانے پر لگتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۷۷)

علم اصول فقہ:

امام شافعی رحمہ اللہ کی فقہی خدمات کا تذکرہ ہو چکا مگر اس علم اصول فقہ میں ان کی خدمات ایک الگ باب ہے جس کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔ شافعی رحمہ اللہ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے علم اصول فقہ کی بنیاد ڈالی۔ ان سے پہلے کے فقہاء اپنے سامنے استنباط کے حدود مرسومہ نہیں رکھتے تھے اور معانی شریعت، مرامی احکام، غایات نصوص اور مقاصد تشریح اور ان کے مواد و مصادر کے سلسلہ میں وہ صرف اپنے فہم پر بھروسہ رکھتے تھے۔ کوئی لگا بندھا اصول ان کے سامنے نہ آتا تھا۔ ان کی مثال ایسی ہی تھی جیسے کوئی شخص منطق سے ناواقف ہونے کے باوجود دلائل و براہین کو درستی کے ساتھ پرکھنے کا دعویٰ کرے یہی حال ان فقہاء کا تھا۔ یہ لوگ راست شریعت اور اس کے فہم اغراض و مقاصد کے بارے میں کوئی مدون اصول نہ رکھتے تھے۔ صرف اپنے ملکات اور دلائل پر اعتماد کرتے تھے۔ علماء سے میل جول اور فقہاء سے مناظرہ کرنے کے بعد شافعی رحمہ اللہ منظر عام پر آئے اور انہوں نے حدود و رسوم کے اصول وضع کیے قواعد و موازین منضبط کیے فخر الدین

----- رازی رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

علم اصول فقہ کی نسبت شافعی رحمہ اللہ کی طرف ایسی ہی ہے جیسی منطق کی ارسطو کی طرف اور خلیل کی عروض کی طرف کیوں کہ ارسطو سے قبل استدلال و اعتراض کا مدار صرف طبع سلیم پر تھا۔ کوئی ایسا قانون موجود نہ تھا جو حدود و براہین کی کیفیت ترتیب کو واضح کرتا یہی وجہ ہے کہ ان کے خیالات و کلمات مضطرب نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ اگر کوئی قانون کلی مددگار نہ ہو تو مجرد طباعی فلاح یاب نہیں کر سکتی۔ ارسطو نے یہ کیفیت دیکھی تو ایک عرصہ دراز تک لوگوں سے الگ گوشہ سکون میں جا بیٹھا اور پھر علم منطق کا تحفہ لے کر نمودار ہوا اور دنیا کے لیے ایک قانون لکھی بنا دیا جس کے بعد ترتیب حدود و براہین کی معرفت آسان ہو گئی۔ اسی طرح خلیل سے پہلے شعرا، شعر تو کہتے تھے لیکن صرف اپنی طباعی پر بھروسہ کرتے تھے۔ خلیل نے یہ دیکھ کر علم عروض کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح شعر کے مصاح اور مفاسد کے لیے ایک قانون کل عالم وجود میں آ گیا۔ اسی طرح شافعی رحمہ اللہ سے پہلے اصول فقہ پر علماء فقہاء گفتگو کرتے تھے۔ استدلال و اعتراض بھی کرتے تھے لیکن دلائل شرعی کی معرفت کے لیے ان کے پاس کوئی ایسا قانون کلی نہیں تھا۔ جس سے بروقت ضرورت رجوع کیا جاسکے اور معارضات و ترجیحات کی کیفیت کا اندازہ کیا جاسکے۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے علم اصول فقہ وضع کیا اور دنیا کے سامنے قانون کلی رکھ دیا کہ ادلہ شرعیہ کے مراتب کی معرفت آسان تر ہو گئی۔ پس جس طرح دنیا یہ مانتی ہے کہ استخراج منطق اتنا بڑا کارنامہ ہے۔ جس میں ارسطو کا کوئی حریف نہیں۔ اس طرح دنیا کو یہ بھی ماننا چاہیے کہ شافعی رحمہ اللہ نے علم اصول فقہ وضع کر کے اسے رفعت و جلالت کی انتہا پر پہنچا دیا اور اس لیے وہ جملہ مجتہد سے ممتاز ہو گئے۔ علم اصول فقہ میں شافعی رحمہ اللہ نے سب سے پہلے ”الرسالہ“ لکھا جو مصر میں آنے سے پہلے عبدالرحمن بن مہدی کے لیے انہوں نے تحریر فرمایا تھا۔ پھر مصر آکر اسے از سر نو لکھا اور اب اس میں شافعی رحمہ اللہ کے بہت سے اصول آ گئے لیکن سب نہیں البتہ متعدد مباحث متعلقہ کو انہوں نے اصول کے قالب میں ڈھال دیا۔ مثلاً کتاب ابطال الاستحسان اور کتاب العلم وغیرہ۔ جو شخص کتاب الام کا مطالعہ کرے گا وہ اسے ضرور محسوس کرے گا کہ اس میں مسائل کلیہ کے لیے احکام فروعیہ بھی موجود ہیں اور یہ اکثر قواعد وہ ہیں جو مناظروں کے دوران میں گفتگو کرتے ہیں ان کی زبان پر جاری ہوئے ہیں۔

علم شریعت:

امام شافعی رحمہ اللہ نے علم شریعت کی دو قسمیں کی ہیں اور وہ دونوں قسمیں یہ ہیں:

(۱) علم عامہ: یہ وہ علم شریعت ہے جس سے ہر مسلمان کا واقف ہونا ضروری اور لا بدی ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے کوئی بھی اس سے ناواقف نہیں ہو سکتا اور جب تک ایک مسلمان کے ہوش و حواس جواب نہ دے جائیں اس علم سے ناواقفیت جرم ہے۔ کیوں کہ شریعت نے اسے فرض اور ضروری قرار دیا ہے۔ مثلاً نماز، حج، گناہ، صوم رمضان، حج بیت اللہ بشرطیکہ استطاعت ہو، وجوب زکوٰۃ، بشرطیکہ وہ شخص صاحب نصاب ہو، زنا چوری قتل اور شراب خوری کا حرام ہونا، علم کی یہ صنف قرآن میں بطور نص کے اور سنت متواترہ میں منجانب رسول اللہ ﷺ موجود ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔

(۲) علم خاصہ: دوسرا علم شریعت ان فروع شرعیہ پر مشتمل ہے۔ جس کے بارے میں کتاب اللہ کی کوئی نص موجود نہیں ہے۔ کوئی ایسی نص بھی موجود نہیں ہے۔ جو محتمل التأویل ہو۔ رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی نص متواتر موجود نہیں ہے۔ نہ کوئی خبر آحاد، نہ خبر متواتر۔ یا اگر اس بارے میں کچھ نصوص ہیں تو وہ قابل تحویل ہیں..... یہ علم، علم خاصہ کے نام سے موسوم ہے۔

علم عامہ اور علم خاصہ کے مابین فرق: پھر شافعی رحمہ اللہ ان دونوں علموں، علم عامہ اور علم خاصہ..... میں ایک تفریق اور کرتے ہیں۔ وہ ہے تحصیل و تکلیف کا فرق۔ علم عامہ وہ ہے جس کے حصول پر ہر مسلمان مکلف ہے۔

کسی مسلمان کے لیے بھی اس علم سے جہل قابل معافی نہیں اس لیے کہ یہ سب سے ضروری اور اہم دین ہے۔

باقی رہا علم خاصہ تو اس کی طلب و تحصیل ہر شخص کے لیے ضروری اور لا بدی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی خواص کے لیے یہ فرض کفایہ کی طرح ہے۔ فرض کفایہ کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی بھی اسے ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے لیکن اگر کوئی ادا کرے تو باقی ادا نہ کرنے والے گنہگار نہیں ہوں گے۔ البتہ اسے درجہ فضیلت حاصل ہوگا جو اسے ادا کرے گا۔ پہلا علم ہر عاقل و بالغ کے لیے ضروری ہے۔ اس کا ادراک و معرفت کے لیے کوئی شرط نہیں ہے لیکن دوسرے علم کی طرف صرف وہی لوگ بڑھ سکتے ہیں۔ جو کتاب و سنت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اخبار صحابہ اور اختلاف الناس کے رمز سے آشنا ہوں۔ صرف یہی استنباط کا حق رکھتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں پر یہ علم کا جواب ہے۔

علم عامہ اور علم خاصہ کے مابین حد فاصل:

علم عامہ اور علم خاصہ کے مابین شافعی رحمہ اللہ نے حد بھی کھینچی ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم عامہ اور ایک خاصہ۔ علم عامہ سے ہر مسلمان کا واقف ہونا ضروری ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے ہوش و حواس نہ کھو چکا ہو۔ مثلاً نماز، حج، روزہ، زکوٰۃ، نیز زنا، قتل، سرقہ اور خمر کا حرام ہونا۔ علم کی یہ صنف پوری کی پوری کتاب اللہ میں بطور نص کے موجود ہے۔ اس کے وجوب و حکایت میں کوئی تنازعہ نہیں ہے نہ اختلاف نہ اس میں خبر کی کوئی غلطی ہے، نہ تاویل کی۔ لہذا اس میں تنازعہ کرنا جائز نہیں ہے..... اس کے برعکس علم خاصہ بطور نص کتاب و سنت ثابت نہیں ہے۔ گنجائش اور قیاس کا امکان ہے۔ اس علم میں اگر اخبار ہیں تو اخبار خاصہ نہ کہ اخبار عامہ اور وہ تاویل کے بھی متحمل ہیں اور ان کا استدراک قیاس ہی سے ہو سکتا ہے۔ پھر علم خاصہ کا ذکر کرتے ہوئے شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

علم کا یہ وہ درجہ ہے۔ جس کا حصول عامہ کے لیے ضروری نہیں ہے۔ نہ سب خواص کے لیے اس کا حاصل کرنا لازمی اور لابدی ہے۔ اس کے حصول کی مثال جہاد، اور نماز جنازہ کی طرح ہے کہ اگر کوئی اس فرض کو نہ ادا کرے تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر کوئی ایک ادا کرے تو سب کے سر سے گناہ ٹل جائے گا۔

(امام شافعی ص ۷۷-۷۸-۷۹)

امام شافعی رحمہ اللہ کا فن شعر و سخن:

امام شافعی رحمہ اللہ شاعری میں فصاحت و بلاغت اور فکر و سخن کے استاد تھے۔ دیوان شافعی رحمہ اللہ جس کا تذکرہ تصانیف کے ضمن میں کر چکے ہیں ۱۶۳ عنوانات کے تحت مختلف نظمیں تحریر کیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی شاعری میں بلا کی تاثیر تھی۔ اس فن میں ان کے اپنے عہد میں کوئی ثانی نہ تھا۔ اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ شعر کہنے میں احتیاط فرماتے تھے۔ مگر چونکہ شاعری عرب کی قومی زندگی کی جان ہے۔ وہ ان کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ عرب کا ایک فطری وصف ہے۔ پھر اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کیسے مستثنیٰ رہ سکتے تھے۔ آپ بے تکلف نظم فرماتے تھے۔ کلام میں ابہام یا تعقید کا وجود نہیں ہے۔ جو سحر بیانی و شعلہ مقالی اللہ نے آپ کو عطا فرمائی تھی۔ اس لحاظ سے آپ کا کلام بھی قابل توجہ ہے۔ بقول امام شافعی رحمہ اللہ:

دلولا الشعر بالعلماء يدرى
لكنك اليوم اشعر من لبید
ترجمہ: (اگر علماء کے نزدیک شعر گوئی متحسن ہوتی تو آج میں بھی لبید سے زیادہ شعر کہہ دیتا)

فی البدیہہ اشعار کی مہارت:

عباس ارزق جو مشہور شاعر ہے۔ ایک بار آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا۔ اے ابو عبد اللہ میں نے چند اشعار کہے ہیں۔ اگر تم ان کے مثل شعر کہہ دو تو میں شعر کہنا چھوڑ دوں گا۔

ما همتى الا مطالبة العلى
خلق الزمان وهمتى لم تخلق
والناس أعينهم الى سلب الغنى
لا ينظرون إلى الحجا والأولق
لو كان بالحيل الغنى لوجدتنى
بنجوم اقطار السماء تعلقى

ترجمہ: ”دشمنوں سے لڑنے کے سوا اور کسی کام کی مجھ میں ہمت نہیں رہی زمانہ پرانا ہو گیا مگر یہی ہمت پرانی نہیں ہوئی۔ لوگوں کی آنکھیں دولت مند کی جانب لگی ہوئی ہیں۔ وہ عقلمندی اور بے وقوفی میں تمیز نہیں کرتے اگر دولت مند کا ذریعہ جیلوں پر ہوتا تو وہ مجھ کو آسمان کے کناروں پر پہنچا دیتے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فی البدیہہ اشعار کہے:

ان الذى رزق اليسار ولم ينل
أجرا ولا حمدا لغير موفق
الجد يدنى كل امر شاسع
والجد يفتح كل باب مغلق
فإذا سمعت بان مجدودًا حوى
عودًا فائمر فى يديه فصدق
وإذا سمعت بان محروما أتى
ماءً ليشربه فغاض فحقق

ومن الدلیل علی القضاء وحکمہ
 بؤس اللیب وطیب عیش الاحمق
 لوکان باللیل الغنی لوجدتنی
 بنجوم أقطار السماء تعلقی
 لکن من رزق الحجا حرم الغنی
 ضدان مفترقان آی تفرق
 ولربما عرضت لنفسی فکرة
 فأود منها أننی لم اخلق
 واحق خلق الله بالهم امرؤ
 ذوهمة یبلی برزق ضیق

ترجمہ: ”جس شخص کو خدا نے خوش حال بنایا اس پر بھی اس نے شکر ادا نہ کیا نہ اس کی تعریف کی وہ بد نصیب ہے۔ نصیب ہی ہر بندہ روزے کو کھول دیتا ہے اور نصیب ہی ہر دروازہ کو قریب کر دیتا ہے۔ اس لیے اگر تم سنو کہ کسی خوش نصیب نے ایک خشک ٹکڑی اٹھائی اور وہ اس کے ہاتھ میں آتی ہی بار آور ہو گئی۔ تو یقین کر لینا اور جب یہ سنو کہ کوئی بد نصیب پانی پینے گیا اور وہ احمق پانی میں ڈوب گیا تو اس کا بھی یقین کر لینا۔ خدا کے احکام کے نافذ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ سمجھدار تکلیف میں مبتلا ہے اور احمق عیش و راحت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر بڑائی جیلوں کی وجہ سے ہوتی ہے تو میرا تعلق بڑے بڑے آسمانی اسباب سے ہوتا لیکن جس کو عقل دی گئی ہے۔ وہ رزق سے محروم ہے۔ یہ دونوں ضدیں ایسی ہیں جن کا جمع ہونا مشکل ہے بارہا میرے دل میں یہ خیال آتا رہتا ہے کہ کاش میں پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ خدا کی مخلوق میں وہ سب سے زیادہ قابل ہمدردی ہے جو باوجود تنگ حالی کے ہمت سے زندگی بسر کرتا ہو۔“

اشعار میں حکمت کے جواہر:

عباس ارزق نے کہا سبحان اللہ۔ اشعار میں یا غنیمۃ حکمت ہیں۔ اعتراف کرتا ہوا چلا گیا۔ آپ جب مہر تشریف لائے تو وہاں امام مالک رحمہ اللہ کے پیر زیادہ تھے۔ ان افراد نے آپ کا بڑا احترام کیا۔ جب بعض مسائل میں امام مالک رحمہ اللہ سے آپ نے اختلاف کیا تو پھر ان لوگوں نے آپ سے احترام شروع کیا۔ اس پر آپ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

أُنْشَرِ دُرّاً بَيْنَ سَارِحَةِ الْبِهِمِ
وَانْظُمِ مَنثورًا لِرَاعِيَةِ الْغَنَمِ؟
لَعَمْرِي لَنْ ضَيِّعَتْ فِي شَرِّ بِلْدَةٍ
فَلَسْتُ مُضِيْعًا فِيْهِمْ غُرُورَ الْكَلَمِ
لَنْ سَهَلَ اللَّهُ الْعَزِيزُ بِلُطْفِهِ
وَصَادَفْتَ أَهْلًا لِلْعُلُومِ وَلِلْحَكَمِ
بَثَّتْ مُفِيدًا وَاسْتَفَدْتَ وَدَادَهُمْ
وَالَا فَمَخْزُونٍ لَدَى وَمَكْتَمِ
وَمَنْ مَنَعَ الْجَهَالَ عِلْمَاءَ أَضَاعَهُ
وَمَنْ مَنَعَ الْمُسْتَوْجِبِينَ فَقَدْ ظَلَمَ

ترجمہ: ”کیا میں نثر کے موتی چوپائے چرانے والوں کے سامنے پیش کروں، یا بکریاں چرانے والوں کے سامنے، یا بکریاں چرانے والوں کے لیے بکھرے موتی نظم کروں، اگر خدا کے فضل و کرم سے کسی صاحب علم و حکمت سے ملاقات ہوئی تو اس وقت ان کا بکھرنا مناسب ہوگا اور اس کو میں دوست بناؤں گا ورنہ وہ موتی چھپے رہیں گے۔ جس نے جاہلوں کو علم سکھایا۔ اس نے علم کو ضائع کیا اور جس نے مستحق افراد کے کھانے سے اعراض کیا اس نے ظلم کیا۔“

اہل بیت کی مدح:

اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

يَا آلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ حَبْكُمُ
فَرَضَ مِنَ اللَّهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ
يَكْفِيكُمْ مِنْ عَظِيمِ الْفَخْرِ أَنْكُمْ
مَنْ لَمْ يَصِلْ عَلَيْكُمْ لِاصِلَةٌ لَهُ

ترجمہ: ”اے اہل بیت رسول اللہ ﷺ تمہاری محبت قرآن کی وجہ سے فرض ہے۔ تمہاری جلالت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہیں ہوئی۔“
ایک اور جگہ پر اہل بیت کی مدح سرائیوں کی گئی ہے۔

يَا رَاكِبًا قَفَّ بِالْمَحْصَبِ مِنْ مَنَى
وَاهْتَفَ بِقَاعِدِ خَيْفِهَا وَالنَّاهِضِ

سحرا اذا فاض الحجيج الى منى
فيضا كملتطم الفرات الفائض
ان كان رفضا حب آل محمد
فليس شهد الثقلان اني رافضي

ترجمہ: ”اے اونٹ سوار منیٰ میں محصب پر ٹھہر جا اور جب صبح کے وقت حجاج فرات کے بہاؤ کی طرح منیٰ کی طرف بڑھیں تو خیف و ناہض والوں سے چل کر کہہ دینا کہ اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی سے انسان رافضی ہو جاتا ہے تو اس میں شک نہیں ہے کہ میں سب سے بڑا رافضی ہوں۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عقیدت:

امام شافعی رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس قدر محبت اور چاہت تھی کہ وہ اس مد میں کوئی بھی غلط لفظ سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے اشعار میں علی و ابوبکر رضی اللہ عنہما کی طرف داری اس طرح کرتے ہیں:

اذا نحن فضلنا علياً فاذنا
روافض بالتفضيل عند ذوى الجهل
وفضل ابى بكر اذا ما ذكرته
رميت بنصب عند ذكرى للفضل
فلا زلت ذا رفض ونصب كلاهما
بحبيهما حتى أوسد فى الرمل

ترجمہ: ”جب ہم نے علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت بیان کی تو بیشک اس وجہ سے ہم جاہلوں کے نزدیک رافضی ہے اور جب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتا ہوں تو اس اظہار و عظمت کی وجہ سے یہی لوگ مجھے ناہمی کہنے لگتے ہیں۔ پس اس محبت و عظمت کی وجہ سے میں رافضی و ناہمی ہوں اور اسی طرح ایک دن قبر چلا جاؤں گا۔“

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں کہا:

قالوا: يزورك احمد وتزوره
قلت: الفضائل لاتفارق منزله

إن زارني فبفضله أوزرته
فلفضله، فالفضل في الحالين له

ترجمہ: ”لوگوں نے کہا کہ امام احمد رحمہ اللہ آپ سے ملنے کے لئے آتے ہیں، اور آپ بھی اُن سے ملنے کیلئے جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مکارم اخلاق اُن سے کہیں بھی الگ نہیں ہوتے۔ اگر وہ مجھ سے ملنے کیلئے تشریف لائیں تو یہ اُن کی کرم فرمائی ہے، اور میں اُن کی زیارت کیلئے حاضر ہوں تب اُن کے علم و فضل کی وجہ سے۔ دونوں صورتوں میں مقام و رفعت انہیں کو حاصل ہے۔“

نیکی کے بیان میں:

المرء ان كان عاقلا ورعا
يشغله عن عيوبهم ورعه
كما العليل السقيم اشغله
عن وجع الناس كلهم وجعه

ترجمہ: ”جو شخص عقلمند اور پرہیزگار ہوتا ہے اس کی نیکی لوگوں کی عیب جوئی سے اس کو روک رکھتی ہے۔ جس طرح سخت بیمار کو اس کی بیماری تمام لوگوں کی بیماریوں سے غافل کر دیتی ہے۔“

حسد کے بیان میں:

وذی حسد يغتابني حيث لا يرى
مكاني ويشنى صالحا حيث اسمع
اذالم تصن عرضا نفسا ولم تخش خالقا
وتستحي مخلوقا فما شئت فاصنع

ترجمہ: ”حاسد میرے پیٹھ پیچھے تو میری برائیاں کرتے ہیں اور جب میرے سامنے آتے ہیں تو میری بڑی تعریف کرتے ہیں جب تمہیں اپنی عزت کا خیال نہیں نہ خدا کا خوف ہے اور نہ مخلوق کی شرم ہے تو پھر جو چاہے کرو۔“

توکل کے بیان میں:

إذا اصحبت عندی قوت یومی
فخل الهم عنی یا سعید

ولا تخطر هموم غد ببالی
فان غدا له رزق جدید

ترجمہ: ”اے نیک بخت جب میرے پاس ایک دن کی روزی ہو تو پھر میری روزی کی فکر نہ کر اور آئندہ کل کی روزی کی فکر مجھے کبھی نہیں ہوتی۔ چونکہ کل کے لیے نئی روزی ہے۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے۔ مجھے بھی وہ منظور ہے۔ اپنا ارادہ اس پر چھوڑ دیتا ہوں۔“

مصائب پر صبر کے بیان میں:

عواقب مکروه الامور خیار
وايام شر لا تدوم قصار
وليس بباقي بوسها ونعيمها
اذا كر ليل ثم كر نهار

ترجمہ: ”سخت حوادث کا انجام اچھا ہوتا ہے اور مصیبت کے دن چھوٹے ہوتے ہیں۔ جو ہمیشہ نہیں رہتے دنیا میں رنج و راحت کے دن ایک ہی طرح پر نہیں رہتے۔ رات کے بعد ہی دن آتا ہے۔“

محنت کے بیان میں:

ما حك جلدك مثل ظفرك
فتول انت جميع امرك
وإذا قصدت لحاجة
فاقصد لمعترف بفضلك

ترجمہ: ”جب ترے جسم میں کھجلی ہوتی ہے تو اس کے کھجانے کے لیے تیز ناخن ہی تو ہوتے ہیں اسی طرح کاموں کو خود ہی کرتا رہ اگر کوئی ضرورت پیش ہی آجائے تو پھر ایسے شخص سے امداد کا خواہاں ہو جو تیری عظمت کا خیال کرتا ہو۔“

اخوت کے بیان میں:

احب من الاخوان كل مواتی
وكل غضيض الطرف عن عثراتی

یوافقنی فی کل امر اریدہ
ویحفظنی حیا وبعد مماتی
فمن لی بهذا؟ لیت انی اصبتہ
لقاسمتہ مالی من الحسنات
تصفحت إخوانی فکان اقلہم
علی کثرة الاخوان اهل ثقتی

ترجمہ: ”میں اپنے ہر ہم خیال بھائی سے انسیت رکھتا ہوں اور ایسے شخص سے جو میری لغزشوں سے انماض کرے میرے پسندیدہ کاموں میں وہ میرا معاون ہو میری زندگی میں میرا محافظ اور مرنے کے بعد میرا خیال رکھے میں نے اپنے لیے بھائیوں کو تلاش کیا بہت سے ملے لیکن بھروسہ کے قابل بہت کم نکلے میری اس مشکل کو کون آسان کر دے گا۔ کاش وہ مجھے مل جاتا تو میں اپنا مال اس کو بانٹ دیتا۔“

شرافت کے بیان میں:

لعمرك ما الرزية فقد دار
ولا شاة تموت ولا بعير
ولكن الرزية فقد حر
يموت بموته خلق كثير

ترجمہ: ”تمہاری عمر کی قسم گھر کا گر جانا کوئی بڑی مصیبت نہیں ہے۔ نہ یہ کہ اونٹ اور بکری مر جائے بلکہ سب سے بڑی مصیبت ایک شریف کی موت ہے جس سے ایک جہاں مردہ ہو جاتا ہے۔“

دُنیا کے بیان میں:

یا من تعزز بالدنيا وزينتها
لدھر یاتی علی المبنی والبانی
ومن یکن عزه الدنيا وزينتها

فعره عن قليل زائل فاني
واعلم بان كنوز الارض من ذهب
فاجعل كنوزك من بروايما

ترجمہ: ”اے دنیا اور دنیا کی زینت پر دھوکہ کھانے والے! یاد رکھو کہ زمانہ مکان اور مکان بنانے والے دونوں کو برباد کرے گا۔ جس کو دنیا کی عزت و وجاہت پسند ہو اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عزت جلد مٹ جانے والی ہے۔ یاد رکھو کہ دنیا کے خزانے تو سونے سے بھرے جاتے ہیں۔ مگر تم اپنا خزانہ ایمان اور نیکی سے بھرو۔“

لا لچ کے بیان میں:

امت مطامعی فأرحت نفسي
فان النفس ما طمعت تهون
واحبيت القنوع وكان ميتا
ففي إحيائه عرض مصون
إذا طمع يحل بقلب عبد
علته مهانة وعلاه هون

ترجمہ: میں نے طمع چھوڑ کر خود کو آرام پہنچایا۔ نفس میں جس قدر لا لچ بڑھتا ہے۔ وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ قناعت جو مردہ تھی اس کو میں نے جگایا۔ قناعت کی زندگی ہی میں میری عزت کی حفاظت ہے۔ جب انسان کے دل میں لا لچ کا جذبہ مستقل گھر کر لیتا ہے۔ تو پھر وہ انسان روز بروز ذلیل ہی ہو جاتا ہے۔

نصیب کے بیان میں:

المرء يحظى ثم يعلو ذكره
حتى يزين بالذی لم يفعل
وترى الشقی إذا تكامل غیه
یشقی وينحل بالذی لم يعمل

ترجمہ: ”خوش نصیب کی بڑی بڑی تعریفیں کی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے متعلق وہ وہ

باتیں منسوب کر دی جاتی ہیں جو اس نے کبھی نہ کی ہوں اور بد نصیب جب اس کا کوئی بڑا عیب نمایاں ہوتا ہے تو ہر ناکردہ عیب بھی اس کی جانب منسوب ہو جاتا ہے۔“

(دیوان الامام الشافعی، مطبوعہ: دارالکتب العربیہ)

متفرق کلام: ابن خزیمہ نے بیان کیا ہے کہ مرنی رحمہ اللہ نے مجھے سنایا کہ خود امام شافعی رحمہ اللہ نے ہمیں یہ اشعار سنائے جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

ترجمہ: جو تو چاہے گا وہ ہو جائے گا خواہ میں نہ چاہوں اور جو میں چاہوں اور تو نہ چاہے وہ نہیں ہوگا۔ تو نے بندوں کو اپنے علم کے مطابق پیدا کیا ہے اور علم میں جوان اور عمر رسیدہ بھی چلتا ہے اور ان میں خوش بخت، بد بخت، فقیح اور حسین بھی ہوتے ہیں۔ اس پر تو نے احسان کیا ہے اور اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور اس کی تو نے مدد کی اور اس کی تو نے مدد نہیں کی اور ربیع مرادی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے مجھے یہ شعر سنائے۔

ترجمہ: لوگ ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے رائے سے دین میں وہ بدعات ایجاد کر لیں جن کے ساتھ رسولوں کو مبعوث نہیں کیا گیا حتیٰ کہ اکثر لوگوں نے اللہ کے حق کو حقیر سمجھ لیا ہے اور جس چیز کو انہوں نے اٹھایا ہے اسی میں مشغول ہیں۔

(تاریخ ابن کثیر: ۱: ۷۶۸)

امام بو یطی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کے اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی

ہے:

ترجمہ: قرآن وحدیث اور فقہ فی الدین کے سوا تمام علوم مشغلہ ہیں۔ علم وہ ہے جس میں کہنے والا کہے کہ اس نے ہم سے بیان کیا ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ شیاطین کے وساوس ہیں۔

(تاریخ ابن کثیر: ۱: ۸۲۸)

امام شافعی رحمہ اللہ کے مناظرات

آپ کی ذات چونکہ جازیوں اور عراقیوں کی فقہ، حدیث اور بدوؤں کی فصاحت کا مجموعہ تھی۔ اس لیے آپ مناظرہ و خوبی تحریر میں یکتا تھے اور آپ کی تحریر جاحظ وغیرہ سے بھی بلند پایہ سمجھی جاتی ہے۔ تمام ائمہ میں تنہا آپ کی ذات ہے کہ جس نے مکہ، مدینہ، یمن، نواح یمن، عراق، شام، مصر، الجزائر تک سفر کیے اور ہر جگہ علماء و فضلاء سے مذاکرات فرماتے رہے۔ صرف آپ کی مساعی جمیلہ تھیں جن کی وجہ سے ان شہروں میں لوگوں نے آپ کے اجتہادی مسائل کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کو ناصر الحدیث مجدد، امام الائمہ مان لیا۔ آپ کے چند مذاکرات و مناظرات کو بیان کیا جاتا ہے۔

یتیم کے مال پر زکوٰۃ کے متعلق مناظرہ:

چند لوگ آئے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اس فتویٰ پر اعتراض کیا ”کہ یتیم کے مال پر زکوٰۃ لازم ہے“ آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ قرآن میں خدا نے فرمایا ہے۔ واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ یعنی نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔ پس یتیم اور نابالغ پر نماز تو لازمی نہیں ہے۔ پھر زکوٰۃ کس طرح فرض ہو جائے گی۔ نابالغ پر تعزیری جرائم کے پاداش میں حد بھی دی جاتی اور کاش وہ کافر ہو جائے تو حکم ارتد ابھی نہیں دیا جاسکتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تین شخص مرفوع القلم ہیں۔ نابالغ، دیوانہ اور سونے والا۔ (۱) امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارا استدلال ہی سرے سے غلط ہے۔ دوسرے تم اپنے استدلال پر عمل کرنے میں خود بھی اس کے خلاف عمل کرتے ہو۔ اب سنو اصل حقیقت شرعی یہ ہے کہ زکوٰۃ مال پر فرض ہے نہ کہ عمر پر۔ جو نصاب شرعی ہے اگر اس کو

۱۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، رقم الحدیث: 4398، سنن النسائی، رقم الحدیث: 3432،

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 2041، سنن الدارمی، 171/2، مسند احمد، 100/6)

ایک سال گزر جائے تو پھر اس مال پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اور نماز بالغ پر فرض ہے تاکہ اس کو اچھی طرح طہارت و حقیقت نماز سے آگہی ہو جائے۔ تم اپنے اصول سے ہٹ کر جو عمل کرتے ہو وہ بھی سنو۔

اگر کسی میں کسی لڑکی کا شوہر مر جائے تو تم مثل بالغہ عورت کے اس کی عدت لازم قرار دیتے ہو۔ نادان جبیات میں نابالغ کو مثل بالغ قرار دیتے ہو علاوہ ازیں تم بالغ سے عشر وصول کرتے ہو اور کہتے ہو کہ یہاں احکام مثل بالغ کے ہیں۔ یہ تمہاری فقہی ناتجہی ہے میں تم سے پوچھتا ہوں۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جب تم کہتے ہو کہ نماز و زکوٰۃ ساتھ ساتھ فرض ہوئی ہیں۔ تو اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو۔ جس شخص کے پاس مال نہیں ہے۔ اس لیے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیا نماز بھی اس سے ساقط ہو سکتی ہے؟ اگر کوئی شخص سال بھر تک بخیر رہے تو نماز اس سے ساقط ہو جائیگی۔ اگر مالدار ہے تو کیا زکوٰۃ بھی اس پر سے ساقط ہو جائے گی؟ اگر ایک مالدار سفر کر رہا ہو اور دوران سفر میں اس پر زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت شروع ہو گیا تو سفر میں وہ قصر نماز تو کر سکتا ہے۔ کیا دوران سفر زکوٰۃ بھی قصر ادا کر سکتا ہے۔ حائفہ سے نماز ساقط ہے۔ کیا زکوٰۃ بھی ساقط ہے۔

یہ استدلال سن کر وہ متحیر ہوئے اور کہنے لگے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ہمارے کوفہ کے فقہاء و متیم و نابالغ کے مال میں زکوٰۃ کو فرض نہیں سمجھتے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے جواب دیا سبحان اللہ ایک طرف تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ تابعی بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں۔ ہم ان کی مخالفت کرنے کے مجاز ہیں۔ پھر تم لوگ مجھے اپنے فقہائے کوفہ یا تابعین کے اختلاف سے کیوں روکتے ہو۔ حالانکہ حدیث صحیح سے یہی ثابت ہے کہ نابالغ کے مال میں زکوٰۃ ہے۔ (۱) کوفہ کے فقہاء نے جواب دیا۔ مگر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی آپ کے خلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لازمی ہے علاوہ ازیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا ہے۔ اسے بھی غلط سمجھو وہ فرماتے ہیں۔ ولی مال یتیم سے نہ ادا کرے بلکہ یتیم جب بالغ ہو جائے تو وہ حساب کر کے خود ادا کرے۔ علاوہ ازیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت جو تم لوگ بیان کرتے ہو۔ اس کا راوی غیر معتبر ہے۔ میں جو کہتا ہوں اس کی دلیل صحیح حدیث ہے اور چار اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا فیصلہ ہے جو یہ ہیں۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عمرو و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم۔

۱۔ (سنن الترمذی، کتاب الزکوٰۃ، رقم الحدیث، 641، سنن الدارقطنی، 109/2، سنن الکبریٰ للبیہقی، 107/4، أرواء الغلیل للالبانی، رقم الحدیث: 788، ترتیب المسند للشافعی: 224/1، یہ حدیث مرسل ہے)

روزہ کی قضا پر مناظرہ:

ایک دن فقیہ ربیعہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے کہا کہ اگر کوئی شخص رمضان کا ایک روزہ قضا کر لے تو اس کو بارہ روزے رکھنے چاہیں۔ چونکہ اس مہینہ کا ایک دن اور مہینوں کے بارہ دن کے برابر ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہ فقہ ہے، یا مذاق۔ اگر تمہارا یہی نظریہ ہے تو پھر شب قدر کی نماز اگر فوت ہو جائے تو ہزار مہینہ تک قضا کیا کرے۔ چونکہ لیلة القدر خیر من الف شہر۔ قرآن میں ہے۔ ربیعہ خاموش ہو کر چلے گئے۔

ترک نماز پر کفر کے متعلق مناظرہ:

امام سبکی رحمہ اللہ نے طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا ترک نماز کے متعلق مناظرہ ہوا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اے احمد! کیا تم کہتے ہو کہ تارک نماز کافر ہوگا؟ کہا، ہاں! کہا: جب وہ کافر ہوگا تو کس چیز کے ساتھ مسلمان ہوگا؟ کہا: وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کہے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا وہ آدمی تو یہ بات ہمیشہ سے کہتا ہے اس نے اس کو چھوڑا نہیں۔ کہا نماز پڑھنے سے وہ مسلمان ہو جائے گا۔ کافر کی تو نماز ہی صحیح نہیں ہوتی اس کی وجہ سے تو اس کے اسلام کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ تو امام احمد رحمہ اللہ خاموش ہو گئے۔

(فقہ النہ، کتاب الصلوٰۃ، السید سابق)

پاک دامن عورت پر تہمت اور نماز پر مناظرہ:

فضل بن ربیع رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ امام شافعی رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں حسن بن زیاد لوؤی شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے آپ کا مباحثہ سننا چاہتا ہوں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا حسن بن زیاد مباحثہ کے قابل ہے کب۔ اگر تم اصرار کرتے ہو تو اپنے کسی شاگرد سے کہہ دوں گا۔ وہ تمہارے سامنے اس سے مباحثہ کر لے گا حسن بن زیاد بلوائے گئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد نے (جو پہلے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہم خیال تھا مگر امام شافعی رحمہ اللہ سے فقہ پڑھ کر آپ کا پیرو ہو گیا تھا) حسن سے کہا۔ اہل مدینہ ہمارے اصحاب کوفہ پر چند اعتراض کرتے ہیں اس لیے میں آپ سے اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ حسن نے کہا بے تکلف کہو۔ اس شخص نے کہا مسئلہ یہ ہے کہ اگر

کوئی شخص بحالت نماز پاکدامن عورت پر تہمت لگائے تو کیا حکم ہے۔ حسن نے کہا نماز باطل ہو جائے گی۔ اس شخص نے کہا اور وضو۔ حسن نے کہا وضو قائم رہے گا۔ اس شخص نے کہا اگر کسی شخص نے نماز میں قہقہہ لگایا تو کیا حکم ہے۔ حسن نے کہا نماز اور وضو باطل ہو گئے۔ اس شخص نے کہا پاکدامن عورت پر تہمت لگانا قہقہہ سے کیا کم تر ہے۔ فضل بن ربیع بے اختیار ہنس پڑا۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے جب تذکرہ ہوا تو فرمانے لگے، پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ حسن بن زیاد گفتگو کے قابل نہیں ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ حسن بن زیاد لولوی کو تمام محدثین ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں اور فن حدیث میں ان سے روایت نہیں کی جاتی۔ بدیں وجہ امام شافعی رحمہ اللہ نے بذات خود ان سے مخاطبت پسند نہیں فرمائی۔

مقام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر مناظرہ:

ایک مرتبہ امام محمد رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ سے کہنے لگے: یہ تو بتائیے کہ ہمارے استاد یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تمہارے استاد امام مالک رحمہ اللہ سے زیادہ عالم تھے یا نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اگر منصفانہ گفتگو ہو تو پھر میں جواب دوں گا۔ کہنے لگے منصفانہ ہی گفتگو ہو گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا اب آپ قسم کھا کر فرمائیے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا مرتبہ فہم قرآن میں زیادہ تھا۔ یا آپ کے استاد کا۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا بخدا..... امام مالک رحمہ اللہ کا درجہ بلند تھا۔ پھر امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اب آپ قسم کھا کر فرمائیے کہ احادیث رسول اللہ ﷺ اور اقوال وافعال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ واقف میرے استاد تھے یا آپ کے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا خدا کی قسم احادیث رسول اللہ ﷺ و اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے تمہارے استاد بہت زیادہ واقف تھے۔ تب امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ بجز قیاس کے اور کیا باقی رہا اور قیاس کا دار و مدار بھی انہی تینوں اصولوں پر ہے جو شخص ان تینوں اصولوں سے زیادہ باخبر ہوگا۔ اس کا قیاس بھی بلند ہوگا۔ امام محمد رحمہ اللہ خاموش ہو گئے۔

مکہ مکرمہ کے مکانوں کے کرایہ وصول کرنے پر مناظرہ:

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مکہ میں ساتھ ہی گئے اور ساتھ ہی ایک جگہ رہتے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا تو یہ معمول تھا کہ وہ اپنا اکثر وقت امام شافعی رحمہ اللہ کی صحبت میں صرف کرتے رہتے اور امام احمد رحمہ اللہ کی صحبت

وکیجائی کو غنیمت سمجھتا تھا۔ ایک دن امام احمد رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو یعقوب تم امام شافعی رحمہ اللہ کی مجلس میں میرے ساتھ کیوں نہیں چلا کرتے۔ میں نے کہا جب یہاں امام شافعی رحمہ اللہ کے شیوخ موجود ہیں۔ جیسے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تو پھر ان کو چھوڑ کر ایسے شخص کے پاس جو عمر میں بھی ہم سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ آپ کیوں لے چلتے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا خدا نے تمہیں نیک توفیق عطا فرمائے بھائی۔ شافعی رحمہ اللہ کا علم پھر کہاں حاصل ہوگا۔ بالآخر ان کے فرمانے سے میں ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور دوسرے لوگوں سے مخاطب ہو کر میں نے کہا مکہ مکرمہ کے مکانوں کا کرایہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا کیا تم مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ سنو خدا فرماتا ہے للفقراء الذین اخرجوا من دیارہم یعنی ان بے کسوں کے لیے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اس آیت میں خدا نے مکہ مکرمہ کے مہاجرین کو ان کے مالک بیان فرمایا ہے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ والے اپنے گھروں کے مالک ہیں اور بغیر کرایہ کے کسی کو تصرف کا حق نہیں ہے۔ مالک کو حق بیع حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا۔ من اغلق بابہ فہو امن ومن دخل دار ابوسفیان فہو امن۔ (۱) جو اپنا دروازہ بند کر لے اس کو امن حاصل ہے اور جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ لے اس کو امن حاصل ہے۔ اب غور کرو رسول اللہ ﷺ نے مکہ والوں کو ان کے گھروں کا مالک ظاہر فرمایا ہے اور سنو۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے مکہ تشریف لائے تو کسی شخص نے آپ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ مکہ مکرمہ میں کہاں ٹھہریں گے آپ نے فرمایا۔ ہل ترک لنا عقیل دارا۔ عقیل نے ہمارے گھر کہاں چھوڑے۔ (سب بیچ دیئے) اب بتاؤ۔ امام اسحاق نے جواب دیا۔ مگر عطاء حسن ابراہیم اور مجاہد وغیرہم تابعین نے تو مکہ کے مکانوں کا بلا معاوضہ استعمال مباح قرار دیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے مہاجرین سے پوچھا۔ یہ کون شخص ہے۔ لوگوں نے کہا الحق بن راہویہ۔ فرمایا تم وہی اسحاق ہو جنہیں خراسان والے فقیہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کاش تمہارے سوا اور کوئی ہوتا تو میں اس کے کان کھنچواتا۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا اور تم کہتے ہو کہ عطاء طاؤس وغیرہم نے یہ کہا۔ رسول اللہ ﷺ کے

۱۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، رقم الحدیث: 1780، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب الخراج والا مارہ والفق، رقم الحدیث: 1871، مسند احمد، 954/4، رقم الحدیث: 11241، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

ارشاد گرامی کے سامنے ان کے اقوال کی کیا حقیقت ہے۔ امام اسحاق نے پھر سوچ کر جواب دیا کہ اچھا ان کے اقوال جانے دیجئے۔ قرآن کی اس آیت کا مطلب کیا ہے۔ سواء العاکف فیہ والباد یعنی اس میں مقیم اور مسافر دونوں برابر ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا بھائی یہ حکم خاص مسجد الحرام کے متعلق ہے۔ امام اسحاق یہ سن کر خاموش ہوئے اور پھر آپ کے فضل و کمال و تبحر کے معترف اور آپ کی مجلس میں حاضر باش رہے۔

نماز کا آغاز فرض سے ہوتا ہے یا سنت سے، اس پر مناظرہ:

ابو ثور کہتے ہیں کہ میں اور حسین کراہیسی دونوں فقہ حنفی پر عمل کرتے تھے۔ جب امام شافعی رحمہ اللہ عراق تشریف لائے تو ہم لوگوں نے متحد ہو کر یہ طے کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پیچیدہ اور مشکل مسئلے ان سے دریافت کرنے چاہئیں۔ چنانچہ ہم سب پہنچے اور گفتگو شروع کی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے تمام مسائل کا مدلل جواب دیا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ تو بتائیے کہ نماز کس سے شروع ہوتی ہے۔ فرض سے یا سنت سے۔ میں نے کہا۔ فرض سے فرمایا۔ غلط ہے پھر میں نے کہا کہ سنت سے فرمایا یہ بھی غلط ہے۔ پھر میں نے اعتراض کیا کہ اب آپ رہبری فرمائیے، فرمایا دونوں سے بیک وقت۔ تکبیر فرض ہے اور رفع یدین سنت ہے۔ ابو ثور کہتے ہیں کہ پھر ہم لوگ آپ کے تلامذہ میں داخل ہو گئے اور عراقی فقہ کو چھوڑ دیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے اخلاقی محاسن

امام شافعی رحمہ اللہ کے اخلاق و عادات بھی سراپا علم و فن کی طرح ہمہ گیر و جاذبیت کے حامل تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے معاشرتی اقدار کے فروغ کو خاص ترجیحات پر رکھا اور علم کے ساتھ عمل کو بھی فائق جانا۔ امام شافعی رحمہ اللہ عالم با عمل حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کے پابند اور پیکر اخلاق تھے۔ ان کی فقہ کا اگر عمیق نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اخلاقی غرض و غایت کی نمایاں چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ تقویٰ، خلوص، توکل اور صبر و شکران کی زندگی میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے اسالیب روز و شبانہ کو اخلاقی اقدار سے ہمکنار کر کے گزارا اور کسی بھی شخص کو ان کی عادات و اخلاق سے شکایت نہ تھی۔ انہوں نے پیغام امن یعنی اسلام امن کو بطرز امن بنا کر پیش کیا ذیلی معاشرت کو جدید و جامع فقہ سے روشناس کرایا۔ ابھی امام شافعی رحمہ اللہ کی خصلتوں کو الگ لگ بیان کیا جاتا ہے۔

قناعت:

امام شافعی رحمہ اللہ خود فرماتے تھے کہ میں نے بیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا میں نے طمع و لالچ کو کبھی پاس نہ آنے دیا۔ اس کی بدولت مجھے ہمیشہ آرام پہنچا اور اسی وجہ سے ہمیشہ میری عزت و ذلت سے محفوظ رہی۔ فرمایا کرتے تھے کہ حرص و طمع وہ برائی ہے جس سے نفس کی دنایت (کمینہ پن) پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ خصوصاً ایسی حرص جس میں بخل کی آمیزش بھی ہو۔ اسی کو عرب ”شح“ کہتے ہیں قرآن میں اس کی برائی متعدد جگہوں پر آئی ہے۔ فرماتے تھے خانگی زندگی کی ناگواری زیادہ تر اسی وجہ سے ہوتی ہے۔ گھر کا مالک زیادہ دینا نہیں چاہتا اور گھر کے لوگ زیادہ مانگتے ہیں۔ شوہروں کو مال سے محبت ہوتی ہے اور بیویاں لالچ سے زیادہ مانگتی ہیں۔ اس سے خانگی معاملات میں کشمکش ہو جاتی ہے اور گھر روحانی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے۔ قرآن کی اس آیت کو اچھی طرح سمجھ۔ جس میں مسلمانوں کا وصف یہ ہے کہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھتے ہیں۔

☆ وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.

ترجمہ: اور اپنے اوپر (اوروں کو) مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ خود ان کو ضرورت ہو اور جو

اپنے جی کی لالچ سے بچایا گیا وہی کامیاب ہیں۔ (حشر ۵۹، آیت ۹)

ہارون الرشید نے ایک مرتبہ بے حد اصرار کیا کہ آپ جس شہر کو پسند کریں۔ میں وہاں کا قاضی مقرر کر دوں جواب دیا۔ مجھے تو اس عہدہ سے معاف ہی رکھیے۔ (تو ابی اناہیس)

سخاوت:

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ سخاوت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کسی حق دار کو یا کسی شے کو خوشی کے ساتھ بغیر کسی اکراہ کے دوسرے حوالہ کر دیا جائے اور اس کی یہ چند صورتیں ہیں۔

اپنا حق کسی کو معاف کر دینا۔ اپنی ضرورت کو روک کر کسی کی ضرورت پوری کرنا دوسرے کے لیے اپنے دماغ کو خرچ کرنا۔ دوسرے کی اعانت کے لیے اپنی عزت کو خطرہ میں ڈال دینا یا اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دینا۔ دوسروں کو بچانے کے لیے خود کو پیش کر دینا..... فرماتے ہیں کسی شخص کو کبھی نکی و ناکارہ چیز نہ دیا کرو۔ اس کے دینے سے نفس کی بلندی زائل ہو کر دنایت پیدا

ہوئے لگتی ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

☆ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ.

ترجمہ: اے ایمان والو! اس میں سے جو تم نے کمایا ہے اور اس میں سے جو تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے۔ اچھی چیزیں خرچ کرو۔ اس میں سے بری چیز کے دینے کا ارادہ بھی نہ کرو۔ حالانکہ تم اب اُس کو لینے والے بھی نہیں ہو مگر یہ آنکھ اس کے لینے میں میچ لو (بند کرلو)۔

(البقرہ: ۲۶۷)

ابتداء میں آپ تنگدستی سے بسر کرتے تھے۔ مگر تعلیم حاصل کرنے کے بعد خدائے کریم و رحیم نے ہر قسم کی نعمتوں سے آپ کو سرفراز فرما دیا تھا۔ اکثر خلفائے وقت امراء، وزراء اور اہل ثروت آپ کو نذرانے پیش کرتے رہتے تھے اور ہر شخص اس نذرانے کے قبول کرنے میں اصرار کرتا رہتا تھا، ایک بار ہارون الرشید نے آپ کو پچاس ہزار درہم نذرانہ کیے..... ان میں سے آپ نے چالیس ہزار غرائبی، بیوگان اور نادر علماء پر صرف کر دیئے ابو حسان زیادی نے ایک مرتبہ چھ ہزار دینار جعفر بن یحییٰ برکی نے ایک ہزار دینار اور پھر ہارون الرشید نے کئی ہزار دینار بھیجے۔ مگر آپ کا معمول یہ تھا کہ بسا اوقات صرف ایک چوتھائی اپنے لیے رکھ کر باقی رقم رات کی تاریکی میں غریب و معذور علماء و نادار طلباء، بیوگان و یتیمی کو تقسیم فرما دیتے اور پھر خدا سے دعا کرتے کہ الہی مجھے حرص دنیا سے ہمیشہ محفوظ رکھنا۔

امام مزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے بڑھ کر نہ کوئی کریم دیکھا نہ کوئی نخی دیکھا۔ ایک بار عید کی رات تھی میں ان کے ساتھ مسجد سے گھر کی طرف چلا۔ راستہ میں ایک مسئلہ پر گفتگو جاری رہی۔ ان کے مکان پر ایک غلام کھڑا تھا۔ اس نے سلام کیا اور عرض کیا میرے آقا نے یہ روپیوں کی تھیلی بطور نذر پیش کی ہے اور سلام عرض کیا ہے، فرمایا میرا سلام کہہ دینا اور شکر یہ ادا کرنا۔ عین اس وقت ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ ابو عبد اللہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور گھر میں ایک پیسہ بھی نہیں! آپ نے وہ تھیلی فوراً اس کو دے دی اور ہنستے ہوئے گھر میں چلے گئے! ایک مرتبہ عید کے دن گھر میں کھانے کا سامان نہ تھا۔ آپ کی بیوی نے کہا آپ تو اپنی قوم کے ساتھ بڑی صلہ رحمی کرتے رہتے ہیں۔ آج عید ہے اور گھر میں سامان نہیں ہے۔ اس لیے

کسی سے کچھ قرض ہی مانگا لیجئے، فقر اور مساکین نے گھیر لیا۔ ۵۰ دینار ان کو تقسیم کر دیے۔ ۲۰ دینار لے کر گھر میں گئے۔ ابھی وہ بیوی کو دینے بھی نہ پائے تھے کہ ایک قریشی نے گھبرا کر پکارا۔ آپ فوراً آئے۔ پوچھا خیر تو ہے۔ اس نے رو کر اپنا حال سنایا۔ آپ نے وہ بیس دینار سامنے رکھ دیے کہ بھائی اس میں جس قدر چاہو لے لو اس نے سب اٹھا لیے اور بولا کہ ابھی تو مجھے ضرورت ہے آپ بیوی کے پاس پہنچے اور سارا قصہ سنایا۔ بیوی نے کہا آپ یہی کرتے رہتے ہیں۔ رات ہوئی خاموشی سے سب سو گئے۔ صبح کو جعفر بن یحییٰ برکی (وزیر ہارون الرشید) کا ایک قاصد آیا اور آپ کو بلا کر ساتھ لے گیا۔ جعفر نے آپ کی بے حد تعظیم کی اور آپ سے کہا آج رات خواب میں ہاتھ غیبی نے مجھے آپ کا واقعہ بتایا ہے۔ اس لیے آپ بھی سنا دیجیے۔ فرماتے ہیں میں نے اپنا واقعہ سنا دیا۔ جعفر نے ایک ہزار دینار نذر کیے اور اصرار کیا کہ اس کو قبول کر ہی لیجیے چنانچہ آپ نے وہ دینار قبول فرما لیے۔

(مناقب شافعی الرازی)

تواضع:

فرماتے تھے کہ تواضع کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص اپنی قوت و دولت کا بے جا استعمال نہ کرنے پائے جس سے غریبوں اور غیر مستطیع کا دل دکھے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ خدا نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ خاکساری اختیار کرو تاکہ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے اور کسی کو کسی کے مقابلہ میں فخر کرنے کی جرأت نہ پیدا ہو۔ تواضع کا مقصد معاشرتی زندگی میں خوش گواری و لطافت پیدا کرنا ہے۔

آپ نے اپنے دوستوں اور شاگردوں کی تواضع کے لیے ایک کینز کو مقرر کر رکھا تھا۔ وہ حلوہ بنانے میں باکمال تھے۔ آپ اس سے حلوہ بنا کر اکثر ملنے جلنے والوں کو کھلاتے اور انتہائی محبت آمیز لہجہ سے گفتگو فرماتے۔ احباب کو کھلا کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اگر کوئی شخص معمولی احسان بھی کرتا تو علاہ شکر گزاری کے اس کے ساتھ اس سے زیادہ احسان فرما دیتے تھے۔ کسی شخص سے معمولی سی خدمت بھی لیتے تو اس کو دینی تنگی اجرت عنایت فرماتے تھے۔ باکمال اشخاص کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ایک بار کہیں جا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک شخص تیر اندازی کی مشق کر رہا ہے۔ آپ کے سامنے اس کا تیر صحیح نشانہ پر پہنچا۔ آپ نے جیب سے اس کو تین دینار نذر کیے اور اظہارِ افسوس کیا کہ کاش اور دینار ہوتے تو میں تم کو اور دیتا۔

بزرگوں کا ادب واحترام:

کسی نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا تو فرمایا، سنو! لوگ فقہ میں امام حنیفہ رحمہ اللہ کی اولاد ہیں۔ کسی نے امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ و امام مالک رحمہ اللہ کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا یہ دونوں نہ ہوتے تو حجاز سے علم حدیث ناپیدا ہو جاتا۔ جب امام مالک رحمہ اللہ کا کوئی قول نقل کرتے تو فرماتے یہ ہمارے استاد امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے۔ کسی نے پوچھا آپ نے امام مالک رحمہ اللہ جیسا آدمی بھی دیکھا ہے۔ فرمایا، جو علم اور عمل میں ہم سے زیادہ ہیں وہ یہی کہتے رہے کہ امام مالک رحمہ اللہ جیسا آدمی ہم نے نہیں دیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق فرماتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اجتہاد، تقویٰ اور علم میں بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کسی شخص نے کعبہ تک پیدل جانے کا نذر مانی اور پھر اس نذر کو پورا نہ کر سکا تو کیا کرے۔ فرمایا قسم کا کفارہ ادا کرے اور ہم سے بہتر شخص عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے۔

جھوٹ سے نفرت:

جھوٹ بولنے سے سخت نفرت تھی۔ فرماتے ہیں میں نے مدت العمر میں کبھی کوئی جھوٹ نہیں کہا۔ نہ کسی معاملہ میں جھوٹی یا چچی قسم کھائی۔ اپنی تصانیف کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ خدا کرے کہ قوم ان کو سمجھے اور ان پر عمل کرے۔

نرم خوئی:

آپ بے انتہا حق پرست تھے۔ آپ سے اکثر مناظرات و مباحثات ہوتے رہتے تھے۔ آپ فریق کو جواب بڑی نرمی و خندہ پیشانی سے دیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کبھی کسی شخص سے اپنی بڑائی یا اظہار فضیلت کی بنا پر مباحثہ نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اعلائے کلمۃ الحق کا مقصد سامنے رہا۔

(سیرت امام شافعی ص ۵۸۰)

امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلدین (شوافع) کا عصری جائزہ

شافعی مسلک کو بعد میں پھیلانے والے ابواسحاق فیروز آبادی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۶ھ) امام غزالی رحمہ اللہ (م ۵۰۵ھ) ابوالقاسم الرافعی رحمہ اللہ (م ۶۲۳ھ) محی الدین النووی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ) تقی الدین سبکی رحمہ اللہ (م ۷۵۶ھ) جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اور دوسرے بزرگ ہیں۔

شافعی مسلک کا مرکز مصر تھا لیکن لبنان، شام، عراق، حجاز، برصغیر پاک و ہند، یمن، ایران اور جاوا وغیرہ میں بھی ان کے مسلک کے موجود ہیں۔

شوافع مصر میں:

مصر تو اس کا پہلا وطن سمجھا جاتا ہے۔ وہاں حنفی اور مالکی مذہب پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد اسی کی سیادت رہی اور دولت فاطمی کے آنے تک اسے غلبہ رہا۔ اس کے بعد مصر میں شیعہ امامیہ کی فقہ چننے لگی اور اس کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصر پر قبضہ کیا اور اس نے مذہب معروف کو دوبارہ بحال کیا۔ مذہب شافعی پر عمل درآمد ختم ہو گیا۔ ایوبی خاندان نے ہمیشہ مذہب کو عزت کی نظر سے دیکھا چنانچہ سب یہ شافعی المسلک تھے۔ بجز عیسیٰ بن العادل ابوبکر کے جو شام کا حاکم تھا۔ اس نے حنفی مسلک اختیار کر لیا تھا۔ ورنہ عیسیٰ کے سوا اس خاندان کا کوئی فرد حنفی نہ تھا۔ پھر ان کی اولاد بھی حنفی مذہب کی پابند رہی۔ چنانچہ حنفیہ اسے اپنے فقہاء میں شمار کرتے ہیں۔ پھر جب سلطنت ایوبی کے بعد دولت ممالیک کا دور آیا تو شافعی مسلک کی دعوت اور عزت میں کمی نہیں آئی کیوں کہ ان کے سلاطین بجز سیف الدین عیسیٰ کے، سب شافعی

المسلک تھے۔ صرف سیف الدین حنفی مسلک کا تھا۔ بلکہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے تو حسن المحاضرہ میں یہ دعویٰ کیا کہ اس خاندان کے تمام افراد شافعی تھے۔ چنانچہ اس سلطنت میں بھی شافعی مسلک کے مطابق فیصلے ہوتے رہے اور عہدہ قضاۃ شافعی علماء کے ہاتھ میں رہا۔ جہاں تک بیرس نے یہ تجویز کی۔ ہر مسلک کا ایک قاضی ہونا چاہیے جو اس مسلک کے مطابق فیصلہ کر لے۔ لہذا اس وقت سے لے کر قاہرہ اور فسطاط میں ہر مسلک کا الگ قاضی ہو گیا اور اس نے نواب مقرر کیے اور شہود کا اجلاس بٹھایا مگر شافعی مسلک کا مرتبہ دوسرے مسلک اربعہ پر بلند رکھا۔ کیوں کہ بلاد میں اسی اکیلے کو نواب کے اختیارات حاصل تھے۔ اموال یتامی اور اوقاف کے محکمے بھی اس کے سپرد تھے۔ اس لیے مسلک کو سلطنت میں اونچا مقام حاصل تھا۔ پھر اس کے بعد مالکی اور پھر حنبلی کا درجہ تھا۔ مگر صبح الاعشی میں مذکور ہے کہ ابن بطوطہ، الملک الناصر کے دور میں ترتیب بیان کرتے ہوئے۔ حنفی کو مالکی پر مقدم رکھتے ہیں۔ پھر جب عہدہ قضا "زہان الدین بن الحق النحوی" کے ہاتھ آیا تو وزراء نے ملک الناصر کو ارشاد کیا کہ مالکی اس سے اوپر بیٹھا کرے۔ جیسا کہ پہلے سے رواج چلا آتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کے مطابق عمل کیا۔

پھر ”چرکسی ممالیک“ کے دور میں یہی حالت قائم رہی۔ حتیٰ کہ مصر پر عثمانی سلطنت قائم ہو گئی انہوں نے مذاہب اربعہ کے عہد کو مسلک کے اختصاصات کو ختم کر کے عہدہ حنفی مسلک کے سپرد کر دیا اور آج تک اسی پر عمل ہوتا رہا ہے۔ ہاں احوال شخصیہ وقف تواریث اور وصیت کے مسائل میں اس نے دوسرے مسالک سے بھی استفادہ کیا ہے اور یہی وہ مسائل ہیں جن کے فیصلے شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوتے رہے۔

شوافع عراق میں:

عراق پر حنفی مذہب کا پرچم لہرا رہا تھا۔ جیسا کہ یہ سرزمین مسلک شافعی کے مولد کی حیثیت رکھتی تھی۔ چنانچہ یہاں ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد موجود تھی اور یہ اپنے کام میں مصروف تھی۔ اثر اور تاخلف اور افعال کا سلسلہ جاری تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ خلیفہ قادر باللہ نے منصب قضاۃ پر ایک شافعی عالم کا تقرر کر دیا لیکن عراق کے عوام حنفی مسلک سے والہانہ شغف رکھتے تھے۔

بغاوت پر آمادہ ہاں ہمہ عراق میں بھی مسلک شافعی ایک منزلت کا حامل تھا۔ بعض علماء شافعیہ کا خلفائے وقت غیر معمولی اعزاز و اکرام کیا کرتا تھا۔

شوافع فارس میں :

شافعی مسلک فارس میں بھی پہنچا۔ بقول امام سبکی رحمہ اللہ کے ایک زمانہ تو وہ تھا کہ وہاں سوا مسلک شافعی اور مسلک داؤد ظاہری کے کسی مسلک کے قدم ہی نہیں جم پائے۔ پھر امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے مقلدین یعنی شیعہ جعفری وہاں کا عوامی مسلک بن گیا۔

اسی طرح بلاد خراسان، مہستان اور ماوراء النہر وغیرہ میں بھی شافعی مسلک ایک مخصوص منزلت رکھتا تھا۔ یہاں حنفیوں اور شیعوں سے اس مسلک کے متبعین کی جنگیں بھی ہوئیں۔ مسلک شافعی کے شیوخ کا ان بلاد و امصار میں سبب اس کے علماء کی نشاط فکر تھی۔ محمد بن اسماعیل القفال الکبیر الشاشی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے ابن سبکی کے بیان کے مطابق اسے، ماوراء النہر میں پاؤں جمانے کے مواقع فراہم کیے۔ اسی طرح عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ المروزی کے باعث جیسا کہ امام سخاوی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ مرو میں اور اسفرائی کے باعث اسفرائن میں یہ مسلک پھیلا مسلک شافعی جس طرح عوام کے لیے جذب و کشش رکھتا تھا۔ اسی طرح خواص کے لیے بھی جادو کا بول تھا۔ ابن اثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ ”الکامل“ میں ۱۹۵ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غزنہ کا فرمانروا، غیاث الدین (شہاب الدین غوری کا بڑا بھائی) جو مذہب مسلک کرامیہ کا پیرو تھا، شافعی ہو گیا تھا۔

شوافع مغرب اقصیٰ اور اندلس میں :

مسلک شافعی مشرق کے دور دراز گوشوں میں پہنچ گیا۔ عراق شام، یمن اور حجاز پہلے پھیل چکا تھا۔ مگر مغرب اقصیٰ اور اندلس (سپین) میں شافعی مسلک کے قدم نہ جم سکے۔ بجز اس کے کہ یوسف بن یعقوب بن عبدالمومن فرمانروائے مغرب و اندلس کی وساطت سے کسی حد تک اشاعت پذیر ہوا۔ کیونکہ اس نے بظاہر مسلک اختیار کرنے کے بعد اپنی زندگی کے آخری ایام میں شافعی مسلک اختیار کر لیا تھا اور اپنے ممالک محروسہ کے بعض شہروں پر شافعی مسلک کے قاضی مقرر کر دیئے تھے۔ جیسا کہ ابن اثیر نے ”الکامل“ میں بیان کیا ہے۔

بلاد مغرب و اندلس میں مالکی مسلک کے غلبہ کی وجہ سے شافعی مسلک کو اثر و رسوخ حاصل نہ ہو سکا۔ چنانچہ مقدسی حسن التقاسیم میں لکھتے ہیں۔ ان کے زمانہ میں بلاد مغرب کے تمام شہروں میں حدود مصر تک امام شافعی رحمہ اللہ سے کوئی شخص واقف نہ تھا۔ ایک روز کسی نے ان کے

سامنے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا تو کہنے لگے کہ شافعی رحمہ اللہ کون شخص ہیں؟ مشرق کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اہل مغرب کے امام مالک رحمہ اللہ۔ علامہ مقدسی یہ بھی لکھتے ہیں۔ ”میں نے اصحاب مالک کو دیکھا کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ سے بغض رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کا شاگرد ہو کر انہوں نے اپنے استاد کی مخالفت کی۔“ اور اہل قیروان کے متعلق لکھتے ہیں۔

وہاں کے تمام باشندے حنفی یا مالکی مسلک رکھتے ہیں اور ان میں باہم میل ملاپ ہے۔ کوئی کسی کو برا نہیں سمجھتا تعصب اور شور و شعب کا نام تک نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل خراسان نے شافعی مسلک آسانی اور تیزی سے اس لیے اختیار کر لیا تھا کہ وہاں بہت سے علماء نہ تھے اور حکام بھی اس مسلک کے پیرو تھے لیکن مصر کے شافعی علماء اس نشاط و لکڑ ذہن سے محروم تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب اور اندلس کے فرماں روا مالکی مذہب اختیار کیے ہوئے تھے اور کسی دوسرے ملک کو اس کا بدل نہیں پاتے تھے۔

بلاشبہ مذہبی تعصب، جوشیعہ، حنفیہ اور شافعیہ کے مابین پایا جاتا تھا۔ وہ اس مسلک کے شیوخ و توسیع پر اثر انداز ہوا مگر مصر میں چونکہ تعصب نہ تھا۔ نہ شافعیہ اور حنفیہ کے مابین کسی قسم کی چپقلش پائی جاتی تھی اور نہ ان کے اور مالکی مسلک کے مابین کوئی کش مکش تھی۔ اس لیے وہاں، مسلکی پروپیگنڈہ جوش اور دلولہ پیدا نہیں ہو سکا بلکہ ہر ایک اپنے امام کی تقلید کرتا تھا اور کسی قسم کی بھیٹ کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا۔ گوشواف اور دیگر مسالک کے مابین کبھی کبھی مناظرات کی محفلیں قائم ہوتی تھیں۔ مگر وہ علمی حلقوں کے اندر ہی رہتی تھیں اور عوام میں کسی قسم کی فتنہ انگیزی کا باعث نہیں بنتی تھیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات

وجہ وفات:

امام شافعی رحمہ اللہ کو بواسیر کی شکایت رہتی تھی۔ اس مرض کے علاوہ بالعموم جو واقعہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ قتیان بن ابی اسحٰح مالکی مصری سے آپ کا مباحثہ ہوا۔ قتیان نے خلاف تہذیب گفتگو شروع کی اور مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ گئی۔ امیر مصر نے فیصلہ کیا اور قتیان کو سزا دی گئی۔ قتیان موقع کی تاک میں تھا۔ ایک روز اندھیری رات میں موقع پا کر آپ کے سر پر ایسا گرز مارا جس کی وجہ سے سر پھٹ گیا۔ ادھر آپ بواسیر کی وجہ سے بیحد کمزور تھے۔ مرض الموت شروع ہو گیا۔ دوسری طرف اشہب بن عبد العزیز فقیہ مالکیہ کا مستقل کام یہ تھا کہ وہ آپ کے لیے بددعا کرتا تھا۔ محمد بن عبد اللہ عبد الحکیم کہتے ہیں۔ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ اشہب سجدہ میں پڑا ہوا ہے یہ دُعا کر رہا ہے کہ اے خدا شافعی رحمہ اللہ کو اٹھالے ورنہ مالکی فقہ سب مٹ جائے گی۔

اس پر آپ نے فرمایا:

”بہت سے لوگ میرے مرنے کی آرزو کر رہے ہیں۔ میں اگر مر ہی گیا تو بھلا موت سے اور کون بچ سکتا ہے۔ اگر علم سے اس کو سمجھ حاصل ہوئی تو وہ اس کو خوب سمجھتے ہیں میں مر بھی گیا تو میرے لیے بددعا کرتا ہے وہ ہمیشہ کب رہنے والا ہے۔“

چنانچہ یہ بھی منقول ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات کے اٹھارہ دن کے بعد اشہب کا بھی انتقال ہو گیا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ فرط ذکاء اور سیلان کے باوجود آپ حافظہ کی تقویت کے لیے لوبان استعمال کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ ایک سال نفث الدم کے مرض میں مبتلا رہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱: ۲۸۸)

قریب المرگ:

۳۰ رجب یوم پنج شنبہ (جمعرات) ۲۰۴ھ کو عصر کے وقت آپ کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی امام مزنی رحمہ اللہ اس وقت پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے استاد شام کے وقت کیسا مزاج ہے۔ فرمانے لگے:

”آج میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اور اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں اور اپنے بُرے اعمال کی سزا پانے والا ہوں۔ خدا کی بارگاہ میں پیش ہونے والا ہوں اور اللہ کی قسم مجھے یہ خبر نہیں کہ آیا میری روح جنت میں جائیگی اور میں اسے مبارکباد دوں گا یا دوزخ میں جائے گی جہاں مجھے اس کی تعزیت کرنی پڑے گی۔“

اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر لیٹے تھے کہ نزع شروع ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: سنو مصر میں جو مشہور عابد اور یس ہیں ان سے جا کر کہ دو کہ میری مغفرت کی دعا کریں پھر آپ نے بالحاح وزاری عرض کرنا شروع کیا اور اللہ سے دعا کی:

”الیک الہ الخلق اذفع رغبتی وان کنت یا ذا المن والجود جعلت الرجامنی بعفوک سلما ومازلت ذاعفو عن الذنب لم تزل نجود وتعفونہ و تکرما ولولاک مایقوی بابلیس عابد فکیف وقد اغوی صفیک آدمًا فان تعف عنی عن متمرّد ظلوم عشوم لا یزائل ماثما دان تنقم منی فلست بآئس ولود خلت نفسی یحرمی جھنما فجرمی عظیم من قدیم وحارث وعضوک یاذا لعفوا علی واجسما تعا ظمنی ذنبی فلما قرنة بعفوک ربی کان عفوک اعظما“۔

ترجمہ: اے رحم و کرم فرمانے والے میں اگرچہ گناہ گار ہوں لیکن تیری بارگاہ میں بھیک مانگنے حاضر ہوا ہوں۔ جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے سب راستے بند ہو گئے۔ تو میں نے اپنی امید کو تیرے آستانہ کرم تک پہنچنے کا زینہ بنایا۔ تو نے لغزشوں اور گناہوں کو ہمیشہ ہی معاف فرمایا ہے اور تو اپنے کرم انعام سے ہمیشہ درگزر فرماتا رہے گا۔ اگر تیرا کرم شریک حال نہ

ہوتا تو کوئی عابد متقی شیطان کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکتا اور کیوں کر ٹھہرتا جبکہ اس نے تیرے مکرمت فرمودہ آدم علیہ السلام تک کو بہکا دیا۔ الہی اگر تو میری لغزشیں معاف فرما دے تو تو ایک بڑے سرکش ظالم و نافرمان کو معاف فرمائے گا۔ جو رات دن گناہ کرتا رہا ہے۔ اگر تو انتقام لے پھر بھی میں تجھ سے ناامید نہیں ہو سکتا۔ خواہ میں اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ہی کیوں نہ داخل کیا جاؤں میری خطائیں شروع سے آخر تک بہت بڑی ہیں لیکن اے غفور الرحیم تیرا کرم و بخشش تو ان سے کہیں زیادہ ہے۔ میں نے اپنے گناہوں کو بڑا سمجھ رکھا تھا۔ مگر جب تیرے کرم و بخشش سے مقابلہ کیا تو اے میرے رب تیرا کرم بہت ہی بڑا ہے۔“

وفات و وفات:

پھر عشاء کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر رب سے بے نیاز کی بارگاہ میں گزرا کر دعا کی۔ دعا سے فارغ ہو کے لیٹے ہی تھے کہ روح مبارک قفسِ عصری سے آزاد ہو کر خلدِ بریں پہنچ گئی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے الفاظ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ کی وفات پر لوگوں نے سورہ یس کو پڑھایا یہ نہیں معلوم ہوتا کہ نزع کے وقت یا بعد وفات بلکہ الفاظ سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ بعد وفات۔ جبکہ ایک اور روایت میں یوں ملتا ہے:

آبری، بطریقہ ابن عبدالحکم روایت کرتے ہیں کہ ان سے سوال کیا گیا کہ میت کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے اصحاب شافعی امام صاحب کے سرہانے جمع تھے اور ایک شخص سورہ یس پڑھ رہا تھا۔ اس کے پڑھنے پر ان افراد میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا اور سب کھڑے رہے جب تک کہ آپ کو کفن نہ پہنایا گیا۔

(سیرت امام شافعی ص ۹-۸-۷-۶)

ربیع بن سلیمان مرادی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے شعبان کا چاند دیکھا اور میں آپ کے جنازے سے واپس آ رہا تھا۔ نیز اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا اور میں نے پوچھا اے عبد اللہ۔ اللہ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس نے مجھے سنہری کرسی پر بیٹھایا اور مجھ پر تازہ موتی پھرا دیے ہیں۔

(تاریخ عثمان بن عفان حصہ چہارم ص ۵۴۵)

مرثیہ:

جب آپ فوت ہوئے تو بہت سے لوگوں نے آپ کے مرثیے کہے اور ایک مرثیہ ابو بکر محمد بن درید صاحب المقتصرہ کی طرف منسوب ہے اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اس کا ذکر کیا ہے:

”اور مالدار کا ذکر، اس کے بعد گناہ ہو جاتا ہے لیکن علم کا جمع کرنا انسان کو بلند کرتا ہے۔ کیا تو نے ابن ادریس کے آثار کو اس کے بعد نہیں دیکھا۔ مشکلات میں اس کے دلائل روشن ہیں۔ زمانہ ختم ہو جائے گا اور وہ نشانات ہمیشہ باقی رہیں گے اور جھنڈے نیچے آجائیں گے اور وہ بلند رہیں۔ جب مصیبت تاریکی کر دے تو محمد کے غمزہ ابن ادریس کی رائے پھیلنے والی اور بلند ہونے والی روشنی ہے۔“

جب گھبرا دینے والی مشکلات ایک دوسرے کے مشابہ ہو جائے اور اس سے ایک نور بلند ہو کر ان کی تاریکیوں میں روشن ہو جاتا ہے اور خدا نے آپ کی رفعت اور بلندی کو پسند کیا ہے اور جسے عرش والا بلند کرے اسے کوئی نیچے کرنے والا نہیں ہے اور اس نے آثار رسول اللہ ﷺ کی پناہ لی اور لوگوں میں اس کا حکم رسول اللہ ﷺ کے حکم کے تابع ہے۔ اس نے بچپن اور نوعمری میں تقویٰ کا لباس پہنا اور جوانی ہی میں ادھیڑ عمروں کی عقل سے مخصوص ہو گیا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا علم جس کا امام ہو علم کے میدان میں اس کی چراگاہ وسیع ہوتی ہے۔ اس قبر پر سلام ہو جو اس کے جسم کو اندر لیے ہوئے ہے اور موسلا دھار برسنے والے بادل پر سخاوت کریں۔ ہم میں اس کے مکارم، روشن چاند ہیں اور اس کے آثار روشن ستارے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب

ابن خلکان نے کہا مجھے ایک فاضل شیخ نے بتایا ہے کہ اس نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں تیرہ کتابیں لکھیں ہیں۔ (ابن خلکان حصہ چہارم ص ۵۳۷)..... چند فضائل و مناقب کو یہاں قلمبند کیا جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تیس سال سے کوئی رات نہیں گزاری مگر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعا استغفار کر رہا ہوں۔

(۱) مزید فرمایا کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کون شخص تھے؟ میں نے آپ کو ان کے متعلق بہت دعا کرتے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے لیے سورج کی مانند اور بدن کے لیے صحت کی مانند تھے۔ کیا ان دونوں کا کوئی خلف اور عوض ہے؟

(۲) اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر شخص جس کے ہاتھ دوات اور کاغذ ہے۔ اس کی گردن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان پڑا ہے۔ (ابن خلکان حصہ چہارم ص ۷-۵۳۷)

(۳) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۲۷۷)

(۴) امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک دن مکہ میں استاد محترم امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا کہ آؤ میں تمہیں ایک ایسا آدمی دکھاؤں کہ اس جیسا آدمی آج تک تمہاری آنکھوں نے نہیں دیکھا پھر مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۲۷۷)

(۵) اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے

روکا کرتے تھے۔ پھر میں ایک دن آپ سے ملا تو امام شافعی رحمہ اللہ خچر پر سوار تھے اور آپ ان کے پیچھے پیدل چل رہے تھے۔ میں نے کہا، اے ابو عبد اللہ آپ ہمیں ان سے روکتے ہیں اور خود ان کے پیچھے چلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو۔ اگر میں خچر کے ساتھ چمٹ جاتا تو فائدہ اٹھاتا۔ (ابن خکان حصہ چہام ص ۵۴۳)

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی مجالس سے مجھے حدیث کے نسخ و منسوخ کا علم ہوا ہے۔

(۲) ابو محفوظ بن ابی توبہ بغدادی نے بیان کیا ہے کہ میں نے مسجد الحرام میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس دیکھا تو میں نے کہا، اے ابو عبد اللہ یہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ مسجد کے کونے میں حدیث بیان کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ ہاتھ سے جاتا رہے گا پھر ہاتھ نہیں جائے گا۔ (ابن خکان ص ۵۴۴)

ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ:

ابو عبید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے اکمل آدمی کبھی نہیں دیکھا۔

(تاریخ ابن خکان ص ۵۴۴)

حسن بن محمد زعفرانی رحمہ اللہ:

زعفرانی رحمہ اللہ کہا کرتے تھے۔ اصحاب حدیث سوئے تھے۔ حتیٰ کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے آکر ان کو جگایا۔ تو وہ جاگ پڑے اور آپ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ جو لطیف ہے۔ میں تجھ سے ان باتوں کے بارے میں جس میں تقدیر چل چکی ہے۔ مہربانی کا سوال کرتا ہوں اور آپ علماء کے درمیان اجابت میں مشہور ہیں اور یہ کہ آپ مجرب ہیں اور آپ کے فضائل شمار سے زیادہ ہیں۔ (تاریخ ابن خکان ص ۵۴۴)

اور ابو اسحاق شیرازی نے ”طبقات الفقہاء“ میں بیان کیا ہے کہ زعفرانی نے ابو عثمان ابن الشافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اس نے بیان کیا کہ میرا باپ ۵۸ برس کی عمر میں فوت ہوا اور اہل حدیث فقہ، اصول، لغت اور نحو وغیرہ کے تمام علماء نے آپ کی ثقاہت، امانت، عدالت، زہد و تقویٰ، پاکیزگی، عزت، غفلت نفس، حسن سیرت، علو قدر اور سخاوت پر اتفاق کیا ہے۔ (تاریخ ابن خکان ص ۵۴۵)

مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ علیہ:

امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے زنجی رحمۃ اللہ علیہ کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے سنا ہے، اے ابو عبد اللہ، خدا کی قسم وقت آگیا ہے کہ تو فتویٰ دے۔ حالانکہ آپ کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ (تاریخ ابن خلکان ۴: ۵۴۴)

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ:

ابو حسان الزیادی نے بیان کیا ہے کہ میں نے محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کو کسی اہل علم کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح تعظیم نہیں کرتے دیکھا اور ایک روز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس آئے اور محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ سوار تھے۔ پس محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر واپس آ گئے اور اس دن رات تک آپ سے خلوت کی اور کسی کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔ (تاریخ ابن خلکان ۴: ۵۴۴)

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ میں امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور میں نے موطا کو حفظ کیا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا اسے لاؤ۔ جو تمہارے لیے پڑھے میں نے کہا میں پڑھنے والا ہوں اور میں نے حفظ آپ کو موطا سنا دیا۔ تو آپ نے فرمایا اگر کوئی کامیاب ہوگا تو یہ جوان ہوگا۔ (تاریخ ابن خلکان ۴: ۵۴۴)

محمد بن اسحاق خزمیہ رحمۃ اللہ علیہ:

امام الاعمش محمد بن اسحاق خزمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، آپ سے پوچھا گیا کہ کوئی سنت ایسی ہے۔ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ کبھی اپنی سند کے ساتھ آپ تک پہنچتی ہے اور کبھی مرسل اور کبھی منقطع ہو کر جیسا کہ آپ کی کتاب میں موجود ہے۔

(تاریخ ابن کثیر ۱: ۲۶۶)

ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ:

ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ”میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا اور خود انہوں نے بھی اپنے جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۷: ۲۷۷) مزید فرمایا۔ جس شخص کا خیال

ہے کہا اس نے علم وضاحت اور مغفرت اور ثبات و تمکن میں محمد بن اور یس کی مثل دیکھی ہے۔ اس نے جھوٹ بولا ہے اور آپ اپنی زندگی میں لاثانی تھے اور جب آپ فوت ہو گئے تو آپ کا کوئی بدلہ نہ ہوا۔

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ:

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب کوئی تفسیر یا فتویٰ کی بات آتی تو آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے اس جوان سے پوچھو۔ (تاریخ ابن عساکر ۴: ۵۳۳)

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ:

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لیس بہ بئس۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۷۷) مزید فرمایا آپ راست باز ہیں اور آپ پر کوئی اعتراض نہیں اور ایک بار فرمایا۔ اگر جھوٹ مطلقاً آپ کے لیے مباح ہوتا تو آپ کی جو انردی آپ کو جھوٹ بولنے سے روکتی۔

اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ:

امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ہیں۔ جن لوگوں نے بھی رائے قیاس سے کام لیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان سب سے زیادہ قبیح سنت اور خطا کا کم ارتکاب کرنے والے ہیں۔

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی حدیث غلط نہیں دیکھی۔

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں صدیق ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بسند صحیح ثابت ہے۔ فرماتے تھے۔ جب حدیث مل جائے تو میرے قول کو دیوار پر پھینک دو۔ (تذکرۃ الحفاظ ۳: ۲۷۸)

ربیع بن سلیمان مرادی رحمۃ اللہ علیہ:

ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو سنا ہے، فرماتے تھے۔ جب کوئی صحیح

حدیث روایت کروں اور خود اس کے مطابق عمل نہ کروں تو سمجھ لو میری عقل ماری گئی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ۸: ۱۲۷)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:

میں کہتا ہوں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو پورے فضائل و مناقب بیان کرنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے۔ اس کے لیے تاریخ و مشق اور میری کتاب ”تاریخ اسلام“ دیکھیں آپ حدیث کے حافظ اور اس کی علل کو خوب جاننے والے تھے۔ صرف وہی حدیث قبول کرتے تھے جو آپ کے نزدیک درجہ صحت کو پہنچ جاتی تھی۔ اگر کچھ دن اور زندہ رہتے تو اس فن میں آپ کے کمال میں اور اضافہ ہو جاتا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۸: ۱۲۷)

داؤد بن علی الظاہری رحمۃ اللہ علیہ:

داؤد بن علی الظاہری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب میں جسے انہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں تالیف کیا ہے، بیان کرتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ایسے فضائل حاصل ہیں جو کسی دوسرے کے لیے جمع نہیں ہوتے یعنی شرف نسب، دین و اعتقاد کی صحت، سخاوت نفس، حدیث کی صحت و سقم اور تاریخ و منسوخ کی معرفت، کتاب و سنت کا حفظ، خلفاء کی سیرت، حسن تصنیف اور اچھے اصحاب و تلامذہ جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے زہد و تقویٰ کے لحاظ سے فضیلت رکھتے تھے۔ پھر انہوں نے آپ کے بغدادی اور مصری اصحاب کے اعیان کا بیان کیا ہے اور اسی طرح ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے فقہ کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو شمار کیا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سب لوگوں سے بڑھ کر قرآن و سنت کا مفہوم جانتے تھے اور سب لوگوں سے زیادہ ان دونوں سے دلائل نکالتے تھے اور آپ ارادے اور اخلاص کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے میری خواہش ہے کہ لوگ اس علم کو سیکھیں اور اس میں سے کبھی کوئی بات میری طرف منسوب نہ کریں۔ وہ میری تعریف نہ کریں، انہیں اس پر اجر ملے گا اور ان کی لوگوں نے آپ سے روایت کی ہے کہ جب تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہو تو وہی بیان کرو اور میرے قول کو چھوڑ دو میں بھی اسے بیان کرتا ہوں۔ خواہ تم مجھ سے نہ سناؤ اور ایک روایت میں ہے کہ میری تقلید نہ کرو اور ایک روایت میں ہے میرے قول کی طرف التفات نہ کرو اور ایک روایت میں ہے میرے قول کو دیوار کی چوڑائی پر دے مارو۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرے قول کی کوئی ضرورت نہیں۔ (تاریخ ابن کثیر ۱۰: ۷۶۷)

ماخذ و مراجع

- ☆ قرآن کریم
- ☆ صحیح البخاری، للامام محمد بن اسماعیل البخاری
- ☆ صحیح المسلم، للامام مسلم بن حجاج القشیری
- ☆ سنن ابی داؤد، للامام سلیمان بن الأشعث السجستانی
- ☆ سنن الترمذی، للامام محمد ابی عیسیٰ الترمذی
- ☆ سنن ابن ماجہ، للامام ابی عبد اللہ القزوینی ابن ماجہ
- ☆ سنن نسائی، للامام ابی عبد الرحمن احمد بن شعبہ النسائی
- ☆ المسند، للامام احمد بن حنبل
- ☆ المستدرک علی الصحیحین، للامام ابی عبد اللہ الحاکم
- ☆ موطا امام مالک
- ☆ سنن الدارمی، للامام ابی محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی
- ☆ سنن دارقطنی، للامام الدارقطنی
- ☆ سنن الکبریٰ، للامام البیہقی
- ☆ مسند ابی داؤد الطیالسی
- ☆ المصنف، للامام ابن ابی شیبہ
- ☆ صحیح ابن حزمہ، للامام ابن حزمہ
- ☆ صحیح ابن حبان
- ☆ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، للحافظ نور الدین الہیثمی
- ☆ مسند الامام الشافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادريس الشافعی، مطبوعہ:
- ☆ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع: ۱۹۸۰ء
- ☆ دیوان الامام الشافعی، جمعه و حققه و شرحه، الدكتور امیل بدیع یعقوب، مطبوعہ: دار الکتب العربی
- ☆ الدیباچ المذہب فی معرفۃ اعیان المذہب
- ☆ توالی التأسيس، للامام احمد ابن حجر العسقلانی
- ☆ مفتاح دار السعادة، لابن القيم الجوزی

- ☆ جامع بیان العلم، لابن عبد البر
- ☆ كشف اصطلاحات الفنون
- ☆ المعجم المفهرس للالفاظ القرآن، محمد فواد عبدالباقی، مطبوعہ:
دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
- ☆ کتاب الام، حضرت امام شافعی، تحقیق محمود مطربی، مطبوعہ:
دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اولیٰ: ۱۹۹۳ء
- ☆ طبقات الشافعیہ، تقی الدین ابن قاضی، مطبوعہ: دارالندوة الجديدة،
بیروت، لبنان، طبع: ۱۹۸۷ء
- ☆ مناقب الشافعی، البیهقی، مطبوعہ: دالتراث شارع الجمهوریہ، القاہرہ (مصر)
- ☆ مناقب الامام الشافعی، الامام فخر الدین الرازی محمد بن عمر بن الحسین،
مطبوعہ: مکتبہ انکلیات الازہریہ، الازہر، قاہرہ (مصر)، طبع اولیٰ ۱۹۸۶ء
- ☆ سیر اعلام النبلاء، امام ذہبی، موسسة الرسالة، بیروت (لبنان)
- ☆ الرسالة، حضرت امام شافعی، دارلکتاب العرفہ، بیروت (لبنان)
- ☆ الرسالة، تخریج: عبدالرحمن بن مہدی، المکتبہ العلمیہ، بیروت (لبنان)
- ☆ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت (لبنان)
- ☆ طبقات الفقہاء، ابراہیم بن علی الشیرازی
- ☆ مراۃ الجنان و عبرة الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان، عبداللہ بن اسعد
- ☆ معجم الادباء، یاقوت بن عبداللہ الحموی
- ☆ الاصابہ فی تميز الصحابہ، لابن حجر عسقلانی
- ☆ البحر المحيط، للعلامة ابن حیان الأندلسی
- ☆ جہانگیر مسند الامام الشافعی رحمہ اللہ، ابو عبد اللہ محمد بن ادريس الشافعی رحمہ اللہ، مترجم: ابو العلامہ محی الدین جہانگیر، مطبوعہ: شمیم برادرز، لاہور، طبع مئی ۲۰۰۹ء
- ☆ تاریخ ابن کثیر، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ، مترجم: سید عبدالرشید ندوی، مولانا اختر فتح پوری
مطبوعہ: نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی، طبع اول: جون ۱۹۸۸ء
- ☆ سیر الصحابہ (جلد ہفتم)، ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی، مطبوعہ: اسلامی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور
- ☆ سیرت ائمہ اربعہ، قاضی اطہر مبارکپوری
- ☆ مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، ۱۱۹۰ تارکلی، لاہور، طبع: جون ۱۹۹۰ء
- ☆ تاریخ الشاہیر، قاضی سلیمان منصور پوری
- ☆ مطبوعہ: سوہدہ (ضلع گوجرانوالہ)، طبع: یکم اگست ۱۹۵۶ء

- ☆ سیرت امام شافعی، میاں خالد انصاری بھوپالی
مطبوعہ: دار الفرقان، لاہور، طبع: رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ
- ☆ امام شافعی کے حالات، مقبول احمد سیوہاری
- ☆ سیرت الائمہ، مولانا عبد المجید سوہدروی، مطبوعہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور، طبع: ۱۹۸۶ء
- ☆ اِستان الحدیث، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، ترجمہ: استاد عبد المسیح،
مطبوعہ: کلام کبھی، مقابل مسافر خانہ، کراچی، طبع: ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ
- ☆ سیرت ائمہ اربعہ، ملک عبد الرشید عراقی سوہدروی
مطبوعہ: شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ ابراہیمیہ، سیالکوٹ
- ☆ ترجمہ اللہ البالغہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مترجم: علامہ عبد الحق حقانی
مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی، طبع: ۱۹۸۱ء
- ☆ تیسرے مصطلح الحدیث، ڈاکٹر محمود الطحان، مترجم: عبد الرشید تونسوی
مطبوعہ: مکتبہ قدوسیہ، لاہور، طبع: فروری ۱۹۹۹ء
- ☆ مقدمہ ابن خلدون، علامہ عبد الرحمن ابن خلدون، مترجم: مولانا عبد الرحمن دہلوی
مطبوعہ: الفیصل ناشران، لاہور، طبع: ۱۹۹۳ء
- ☆ تلخیص مقدمہ ابن خلدون، علامہ عبد الرحمن ابن خلدون، مترجم: انجم سلطان شہباز (ایم۔ اے)
مطبوعہ: بک کارز شوزوم، جہلم
- ☆ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (جلد ۱۱-۱۵) دانش گاہ پنجاب، لاہور
- ☆ مطبوعہ: شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، طبع: اول ۱۹۷۵ء
- ☆ تاریخ الفقہ، تالیف: قاضی ظہور الحسن، تصحیح: عبد الصمد صارم الازہری
مطبوعہ: مکتبہ معین الادب، لاہور، بارششم ۱۹۸۴ء
- ☆ تسہیل الوجہ فی اصول فقہ، محمد نعیم صدیقی، مطبوعہ: آزاد بک ڈپو، لاہور، طبع: ۱۹۹۲ء
- ☆ تاریخ ابن خلکان (وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان)، ابن خلکان
مترجم: علامہ اختر فتح پوری، مطبوعہ: نفیس اکیڈمی، لاہور، طبع: ۲۰۰۰ء
- ☆ تقسیم الفقہ، ڈاکٹر محمد اسلم، تنویر بخاری، مطبوعہ: نیو بک پبلش، لاہور
- ☆ شرح نور الانوار، ملا جیون، شارح: مولانا عبد الحفیظ
مطبوعہ: مکتبہ اصلاح و تبلیغ، حیدرآباد، طبع: ۱۹۹۹ء
- ☆ اصول الشافعی، نظام الدین شافعی، مترجم: محمد مشتاق احمد
مطبوعہ: مکتبہ شرکت علمیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان

1874

بک کارنر شوروم کا نیا قائم کردہ

عربی سیکشن

جہاں پاکستان، سعودی عرب، مصر اور بیروت کی اعلیٰ معیار کی طبع شدہ

قرآن کریم، تفسیر، احادیث، سیرۃ النبی ﷺ، علوم القرآن،
علوم الحدیث، علم التجوید، اسماء الرحبال، اصول فقہ، مواظ،
عقیدہ و توحید، تاریخ اسلامی، تاریخ ادب، لغات، طب،
فتاویٰ حث، فلسفہ، تصوف، قانون، روحانیت

اس کے علاوہ طلب و طالبات کیلئے
تنظیم المدارس، وفاق المدارس عربیہ
اور وفاق المدارس سلفیہ کی تمام درسی کتب،
شروحات اور حل شدہ پرچہ حث بھی دستیاب ہیں

عربی زبان سیکھنے کیلئے آسان تجویدی قاعدے، گرامر، بول چال اور لغات کی تمام ورائٹی دستیاب ہے
اس کے ساتھ ساتھ تجویدی اور ہر قسم کے قرآن پاک کی ورائٹی کیلئے تشریف لائیں!

فون نمبر 0544-614977

فون نمبر 0544-621953

موبائل 0323-5777931

موبائل 0321-5440882

بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری
بک سٹریٹ جہنم پاکستان

ویب سائٹ www.bookcorner.com.pk ای میلہ info@bookcorner.com.pk

قادیانیہ ایک فتنہ

ادارہ بک کارنر جہلم کے بانی و ناشر شاہد حمیدؒ کی برسوں کی محنت

صفحات 704 قیمت -/600 صرفے

علمائے اہل سنت بریلوی، علمائے دیوبند اور علمائے اہلحدیث کے منتخب نامور مشائخین پر مبنی تحقیقی کتاب..... پہلی دفعہ ایک کتاب میں یکجا!

حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔
حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔
حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔
حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔	حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قادیانیہ ایک فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کو کفر سے روکا ہے۔



کتاب ایک نظر میں



★ تاریخ مرزا ★ مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں ★ قادیانی مرتد پر قبر خداوندی ★ مرزا قادیانی اور نبوت
★ مرزا قادیانی کی غلطیاں ★ مرزا قادیانی کی کہانی مرزا اور مرزائیوں کی زبانی ★ آئینہ قادیانیت
★ مسلمانوں کے مرزائیت سے نفرت کے اسباب اور مرزا قادیانی کے متضاد اقوال ★ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت
★ ختم نبوت کے دو مفہوم اور تکمیل رسالت کے عملی تقاضے ★ مرزائیت حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی نظر میں
★ مرزائیوں سے چند سوال ★ ختم نبوت کے تقاضے ★ فتنہ قادیانیت اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
★ قادیانیت نے عالم اسلام کو کیا عطا کیا؟ ★ مرزا غلام احمد سے مرزا ناصر احمد تک ★ قرآن اور ختم نبوت
★ مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس (۳۰) جھوٹ ★ مسلمانوں اور قادیانیوں کے قبرستان پر سائنسی رپورٹ
★ مرزائیت کی اسلام دشمنی ★ قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟ ★ مرزا غلام احمد قادیانی کا عبرتناک انجام
★ اشتعال انگیز تحریریں ★ قادیانی پیشگوئیوں کا انجام ★ وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر

ناشران: بک کارنر شروع، بالقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہانم پاکستان

TARIQ BIN ZIYAD

فَائِزِ اَنْدَالُس

طَارِقِ بْنِ زِيَاد

عظیم سپہ سالار کی عظمت اور اُمتِ مسلمہ کے عروج، کامرانی،
فیروز مندی اور خوش بختی کی داستانِ جمیل

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

مُصَنِّف
صادق حسین صدیقی دہلوی
یلمجز ایڈیٹنگ
گلن شاہد - امر شاہد

ناشران

فون نمبر 0544-614977

فون نمبر 0544-621953

موبائل 0323-5777931

موبائل 0321-5440882

بالقابل اقبال لائبریری

موبائل 0323-5777931

موبائل 0321-5440882

بک کارنر شوروک بک سٹریٹ جہلم پاکستان

ویب سائٹ www.bookcorner.com.pk ای میل info@bookcorner.com.pk

HAZRAT KHALID BIN WALEED

اللہ کی تلوار خالد بن الولید رضی اللہ عنہ

اہل کفار سے 125 ناقابل شکست جنگیں لڑنے والے تاریخ اسلام کے نامور فرزند،
عظیم المرتبت مجاہد، سپہ سالار اور اللہ تعالیٰ کی ناقابل شکست تلوار کی داستان
جو اللہ نے مشرکین اور کفار کیلئے بے نیام کر دی تھی

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

مصنفہ
بکمزائیڈنگ
صداق حسین صدیقی
گلن شاہد - امر شاہد

فون نمبر 0544-614977

فون نمبر 0544-621953

موبائل 0323-5777931

موبائل 0321-5440882

بالمقابل اقبال لائبریری
بک کارنر شورو
بک سٹریٹ جہانم پاکستان

www.bookcorner.com.pk ای میلے info@bookcorner.com.pk ویب سائٹ

بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول اقوال، حکایات، واقعات پر مبنی

زندگی سنوارنے والی سبق آموز کہتاہیں

- قرآنی بکھرے موتی ————— مرتب: علی اصغر
- جنت کے حسین مناظر ————— مرتب: علی اصغر
- ذکر اللہ والوں کے ————— مرتب: محمد فیروز
- اقوال علی رضی اللہ عنہ کا انسائیکلو پیڈیا ————— مرتب: محمد مغفور الحق
- شیخ سعدی کی باتیں ————— مرتب: محمد مغفور الحق
- حکایات سعدی ————— شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ
- حکایات رومی ————— مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ
- روحانی حکایات ————— مولانا عبدالصطفی اعظمی رحمہ اللہ
- اقوال زریں کا انسائیکلو پیڈیا ————— مرتب: سید ذیشان نظامی
- عظیم لوگوں کے سنہرے اقوال ————— مرتب: امر شاہد
- فن تقریر (انعام یافتہ تقریر) ————— پروفیسر نوید اے کیانی
- گفتگو تقریر ایک فن ————— ذیل کارنیگی
- پریشان ہونا چھوڑیے جینا سیکھیے! ————— ذیل کارنیگی
- میٹھے بول میں جادو ہے ————— ذیل کارنیگی
- کامیاب لوگوں کی دلچسپ باتیں ————— ذیل کارنیگی
- 39 بڑے آدمی ————— ذیل کارنیگی
- مائیں نہ مائیں ————— ذیل کارنیگی
- اسلام اور جدید دور ————— عاصم مجید

نفس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائندنگ

بالمقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ، جہلم پاکستان
Ph: 0544-614977-0321-5440882-0323-5777931
WWW.BOOKCORNER.COM.PK

بک کورنر

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

عظیم تاریخی شخصیات شاہکار سوانح عمریاں

ان کتابوں کو اپنی لائبریری کی زینت بنائیے!

خالد بن ولید <small>رضی اللہ عنہ</small>	(اللہ کی تلوار)	صادق حسین صدیقی سر دھنوی
محمد بن قاسم	(فاتح سندھ)	صادق حسین صدیقی سر دھنوی
طارق بن زیاد	(فاتح اُندلس)	صادق حسین صدیقی سر دھنوی
سلطان محمود غزنوی	(بت شکن)	صادق حسین صدیقی سر دھنوی
صلاح الدین ایوبی	(فاتح بیت المقدس)	ہیرلڈ لیم/ مترجم: محمد یوسف عباسی
امیر تیمور	(جس نے دنیا ہلا ڈالی)	ہیرلڈ لیم/ مترجم: محمد عنایت اللہ
چنگیز خان	(دہشت اور جنوں کا نشان)	ہیرلڈ لیم/ مترجم: سید ذیشان نظامی
سقراط	(عظیم فلسفی)	کورامیسن/ مترجم: آنسہ صبیحہ حسن
سکندر اعظم	(عظیم فاتح)	انجم سلطان شہباز
شیر شاہ سوری	(شیر دل بادشاہ)	انجم سلطان شہباز
سلطان محمد فاتح	(فاتح قسطنطنیہ)	ڈاکٹر محمد مصطفیٰ صفوت
حیدر علی	(سلطنت خداداد کا بانی)	نریندر کرشن سنہا
سلطان ٹیپو شہید	(شیر میسور)	سید ارتضیٰ علی کرمانی
البیرونی	(محقق، سیاح اور سائنسدان)	سید حسن برنی بی۔ اے (علیگ)

نفس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائسنڈنگ

بالقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ، جہلم پاکستان
Ph: 0544-614977-0321-5440882-0323-5777931
WWW.BOOKCORNER.COM.PK

بک کورنر

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ عظیم مسلم شخصیات کی زندگی پر مستند کتابیں ان کتابوں کے بغیر آپ کی لائبریری نامکمل ہے!

محمد حسین بیگل	حیات محمد ﷺ
محمد حسین بیگل	سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
محمد حسین بیگل	سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
محمد حسین بیگل	سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
ڈاکٹر طحطا حسین	سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
حافظ ناصر محمود	سیرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا
حافظ ناصر محمود	حضرت اولیس قرنی رضی اللہ عنہ
علامہ عبد الحمید جودۃ السحار رحمۃ اللہ علیہ	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
کامران اعظم سوہدروی	حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
کامران اعظم سوہدروی	حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ
کامران اعظم سوہدروی	حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
سید شاہد حسین بخاری	حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
راجہ طارق محمود نعمانی	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
راجہ طارق محمود نعمانی	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
حافظ ناصر محمود	حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ
پروفیسر مرزا صفدر بیگ	حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	سوانح مولانا زوم
راجہ طارق محمود نعمانی	حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ مع دیوان شمس تبریز

نقص طباعت، اصلی کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائندنگ

بالقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ، جہلم پاکستان
Ph: 0544-614977-0321-5440882-0323-5777931
WWW.BOOKCORNER.COM.PK

بک کانسٹورن

خوبصورت اور معیاری کتابیں

